محمود المرأة

لحل

سوالات المشکوٰۃ

تالیف

مولانا محمود اظہر قاسمی

پسند فرمودہ

مولانا ریاست علی صاحب بجنوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

باہتمام

نثار احمد قاسمی

ثاقب بکڈپو دیوبند

Scanned by CamScanner

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

طلبۂ مشکوٰۃ شریف کیلئے اپنی نوعیت کا ایک نادر تحفہ
سوالات و جوابات کے آئینے میں ایک بیش قیمت مجموعہ

مسمّٰی بہ

محمود المرأۃ لحل سوالات المشکوۃ

مؤلف
مولانا ابو محمود اظہر قاسمی بستوی
کرنپور پنڈار بستی

پسند فرمودہ
حضرۃ العلام مولانا عبدالحق صاحب اعظمی
شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

ناشر
ثاقب بکڈپو دیوبند
۲۴۷۵۵۴

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلات

نام کتاب : محمود المراۃ لحل سوالات المشکوٰۃ
مؤلف : مولانا ابومحمود اظہر قاسمی
تصحیح : مولانا الطاف الرحمٰن قاسمی، مولانا عبدالحلیم قاسمی
صفحات : ۰۲۳
قیمت : ....
باہتمام : مولانا نثار احمد قاسمی

ناشر

ثاقب بکڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴

SAQIB BOOK DEPOT, DEOBAND
UP, INDIA 247554
Ph: 01336-222999 Mobile: 09412496688

انتساب

مشفق والدین اور جد بزرگوار کے نام کہ جنکی مشفقانہ تربیت اور سحر گاہی دعاؤں نے کسی لائق بنایا۔

(۲) محسن ومکرم، منبع اخلاق وشیم حضرت الحاج مولانا محمد سعید صاحب بستوی دامت برکاتہم مہتمم دارالرشاد بنکی بارہ بنکی کے نام۔

اور مربئ اعلی حضرۃ الاستاذ مولانا عبدالحمید صاحب بستوی دامت برکاتہم استاذ دارالرشاد بنکی بارہ بنکی۔

اور دیگر اساتذہ کرام کے نام، کہ جن والا تبار وموقر شخصیتوں نے علمی وعملی ہر میدان میں اصلاح فرما کر احسان عظیم فرمایا۔

(۳) مرکز رشد وہدایت مادر علمی دارالرشاد بنکی اور ام المدارس مادر علمی ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے نام۔

کہ ان دونوں ہی درسگاہوں میں کچھ لکھنے پڑھنے کا شعور ہوا، اور اس گنج مجموعے کے جمع وترتیب کی توفیق حاصل ہوئی۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین		صفحہ نمبر
۱	انتساب		۳
۲	تقاریظ حضرات اساتذہ کرام		۱۳
۳	عرض مرتب		۲۰
۴	علم حدیث کی لغوی واصطلاحی تعریف		۲۳
۵	حدیث کی وجہ تسمیہ		۲۴
۶	حدیث قدسی کی لغوی واصطلاحی تعریف		۲۵
۷	قرآن اور حدیث قدسی میں فرق		۲۵
۸	حدیث نبوی		۲۶
۹	علم حدیث روایۃً ودرایۃً اور اسکا موضوع		۲۶
۱۰	مطلق علم حدیث کا موضوع		۲۷
۱۱	علم حدیث کی غرض وغایت		۲۷
۱۲	حدیث کے معنیٰ میں چند متقارب الفاظ		۲۷
۱۳	مصابیح السنہ اور اسکے مؤلف		۳۰،۲۸
۱۴	مشکوٰۃ المصابیح		۳۱
۱۵	تعداد احادیث مشکوٰۃ		۳۳
۱۶	مؤلف مشکوٰۃ المصابیح		۳۴
۱۷	ولما سلک رضی الله عنه	مشكوة: ۱۰	۳۵
۱۸	انما الاعمال بالنيات	مشكوة: ۱۱	۳۶
۱۹	فاخبرنی عن الايمان	مشكوة: ۱۱	۳۸

۲۰	اخبر نی عن الاحسان	مشكوة: ۱۱	۴۲
۲۱	فاخبرنی عن الساعة	مشكوة: ۱۱	۴۴
۲۲	الايمان بضع وسبعون شعبة	مشكوة: ۱۲	۴۷
۲۳	من صلى صلوٰتنا،مشكوٰة	مشكوة: ۱۲	۴۹
۲۴	دُلّنی علیٰ عمل	مشكوة: ۱۲	۵۰
۲۵	لا يومن احدكم	مشكوة: ۱۲	۵۳
۲۶	ثلث من كن فيه	مشكوة: ۱۲	۵۵
۲۷	حديث ضمام بن ثعلبه	مشكوة: ۱۳،۱۲	۵۷
۲۸	فامرهم باربع	مشكوة: ۱۳	۵۹
۲۹	بايعونی على ان لاتشركوا	مشكوة: ۱۳	۶۲
۳۰	عن معاذٍ كنتُ ردف النبیّ	مشكوة: ۱۴،۱۳	۶۵
۳۱	فقلت اُبسط يمينک	مشكوة: ۱۴	۶۷
۳۲	لا يبقیٰ علیٰ ظهر الارض بيتُ مدر	مشكوة: ۱۶	۶۸
۳۳	اجتنبو االسّبع الموبقات	مشكوة: ۱۷	۷۰
۳۴	لايزنی الزانی	مشكوة: ۱۷	۷۳
۳۵	اٰية المنافق	مشكوة: ۱۷	۷۵
۳۶	ان الله تجاوز عن امّتی	مشكوة: ۱۸	۷۶
۳۷	كتب الله مقادير الخلق	مشكوة: ۱۹	۷۸
۳۸	دُعیؐ الیٰ جنازة صبیّ	مشكوة: ۲۰	۸۰
۳۹	مامن مولود	مشكوة: ۲۱	۸۲
۴۰	قامؐ فينابخمس كلماتٍ	مشكوة: ۲۱	۸۳
۴۱	سُئلؐ عن ذراری المشركين	مشكوة: ۲۱	۸۵
۴۲	ان الله خلق اٰدم من قبضة	مشكوة: ۲۲	۸۶
۴۳	يكون فی امتی خسف	مشكوة: ۲۲	۸۸

Scanned by CamScanner

۴۴	الوائدة والمؤودةفى النار	مشكوة: ۲۳	۸۸
۴۵	إذا سمعتم بجبلٍ زال	مشكوة: ۲۴	۹۰
۴۶	مثل مابعثنى الله به	مشكوة: ۲۸	۹۱
۴۷	هجَرتُ الى رسول اللهؐ	مشكوة: ۲۸	۹۳
۴۸	الا انى اوتيت القرآن مشكوة	مشكوة: ۲۹	۹۴
۴۹	اوصيكم بتقوى الله	مشكوة: ۳۰	۹۶
۵۰	ان بنى اسرائيل تفرّقت	مشكوة: ۳۰	۹۷
۵۱	كلامى لا ينسخ كلام الله	مشكوة: ۳۲	۹۸
۵۲	انزل القرآن على سبعة احرف	مشكوة: ۳۵	۱۱۰
۵۳	العلم ثلاثة	مشكوة: ۳۵	۱۰۱
۵۴	يحمل هذاالعلم	مشكوة: ۳۵	۱۰۳
۵۵	لاتقبل صلوٰة بغيرطهور	مشكوة: ۴۰	۱۰۴
۵۶	توضؤا مما مسّت النار	مشكوة: ۴۰	۱۰۴
۵۷	اذا مس احد كم ذكره	مشكوة: ۴۱	۱۰۵
۵۸	كانؐيقبل بعض ازواجه	مشكوة: ۴۱	۱۰۶
۵۹	ارتقيت فوق بيت حفصة	مشكوة: ۴۲	۱۰۷
۶۰	عشر من الفطرة	مشكوة: ۴۴	۱۰۸
۶۱	مافِى إدا وتِک	مشكوة: ۵۱	۱۱۰
۶۲	ان عُمَرَ خرج فى رَكب	مشكوة: ۵۱	۱۱۲
۶۳	يصلىؐ العَصر والشمس مرتفعة	مشكوة: ۶۰	۱۱۳
۶۴	من ادرک ركعةمن الصبح	مشكوة: ۶۱	۱۱۴
۶۵	ذكرو االنّار والنّاقوس	مشكوة: ۶۳	۱۱۶
۶۶	ان بلالا يؤذن بليل	مشكوة: ۶۶	۱۱۷
۶۷	رأيت ربى عزوجلّ	مشكوة: ۶۹	۱۱۹

۶۸	نهىؐ ان يصلىّ فى سبعة مواطن	مشكوة: ۷۱	۱۲۱
۶۹	لاتقبل صلوٰة حائض إلّابخمارٍ	مشكوة: ۷۳	۱۲۳
۷۰	اذاكبر رفع يديه	مشكوة: ۷۵	۱۲۴
۷۱	اذا شک احدكم فى صلوتهٖ	مشكوة: ۹۲	۱۲۵
۷۲	لا يتحرّى احدكم	مشكوة: ۹۴	۱۲۸
۷۳	انكم لتصلون صلوٰة	مشكوة: ۹۵	۱۲۹
۷۴	شهدتُ مع النبىؐ حَجَّتَهٗ	مشكوة: ۱۰۳	۱۳۰
۷۵	ان الله وتريحب الوتر	مشكوة: ۱۱۲	۱۳۲
۷۶	الجمعة على من أواه اللّيل	مشكوة: ۱۲۱	۱۳۴
۷۷	حقّا على المسلمين	مشكوة: ۱۲۳	۱۳۵
۷۸	ان الشمس خسفت	مشكوة: ۱۲۹	۱۳۶
۷۹	كان يجمع بين الرجلين	مشكوة: ۱۳۶	۱۳۸
۸۰	من نيح عليه فانه يعذّب	مشكوة: ۱۵۱	۱۴۰
۸۱	ان الله قد فرض	مشكوة: ۱۵۵	۱۴۱
۸۲	بعث عمرؓ على الصدقة	مشكوة: ۱۵۶	۱۴۲
۸۳	لا جلب ولا جنب	مشكوة: ۱۵۷	۱۴۵
۸۴	من استفادمالاً	مشكوة: ۱۵۷	۱۴۶
۸۵	الامن ولّى يتيمالّه مالٌ	مشكوة: ۱۵۷	۱۴۸
۸۶	ماخالطت الزكوٰةمالاً	مشكوة: ۱۵۷	۱۵۰
۸۷	ليس فيما دون خمسة اوسق	مشكوة: ۱۵۸	۱۵۱
۸۸	ليس على المسلم صدقة	مشكوة: ۱۵۸	۱۵۲
۸۹	لاتخرج فى الصدقةهرمة	مشكوة: ۱۵۸	۱۵۳
۹۰	العجماء جرحهاجبارٌ	مشكوة: ۱۵۹	۱۵۶
۹۱	اذا خرصتم النخل فخذوا	مشكوة: ۱۵۹	۱۵۹

Scanned by CamScanner

٩٢	فى كل عشرة ازق زق	مشكوة: ١٥٩	١٦٠
٩٣	كنت البس اوضاحاً	مشكوة: ١٦٠	١٦٢
٩٤	اقطع لبلال بن الحارث	مشكوة: ١٦٠	١٦٣
٩٥	فرضٌ زكوٰة الفطر	مشكوة: ١٦٠	١٦٤
٩٦	نعم الصدقة اللقحة الصّفى	مشكوة: ١٦٨	١٦٧
٩٧	الا اخبركم بخير الناس	مشكوة: ١٧١	١٦٨
٩٨	انّا امّة امّية	مشكوة: ١٧٤	١٧٠
٩٩	من صام اليوم الذى يشك فيه	مشكوة: ١٧٤	١٧١
١٠٠	من لم يجمع الصّيام	مشكوة: ١٧٥	١٧٢
١٠١	قال وقعت علىٰ امرأتى	مشكوة: ١٧٦	١٧٤
١٠٢	من ذرعه القئى	مشكوة: ١٧٦	١٧٦
١٠٣	افطر الحاجم والمحجوم	مشكوة: ١٧٧	١٧٨
١٠٤	من مات وعليه صومٌ	مشكوة: ١٧٨	١٨٠
١٠٥	كنت انا وحفصة صائمتين	مشكوة: ١٨١	١٨١
١٠٦	كنتُ نذرت فى الجاهلية	مشكوة: ١٨٣	١٨٢
١٠٧	اذاسافر يتعوذ	مشكوة: ٢١٣	١٨٤
١٠٨	لبيّك عن شبرمة	مشكوة: ٢٢٢	١٨٦
١٠٩	كنت اطيّب رسول اللهؐ	مشكوة: ٢٢٣	١٨٧
١١٠	ثمن الكلب خبيث	مشكوة: ٢٤١	١٨٨
١١١	نهىٰ عن ثمن الدم	مشكوة: ٢٤١	١٩٠
١١٢	جئت تسئل عن البروالاثم	مشكوة: ٢٤٢	١٩٢
١١٣	المتبايعان كل واحد منهمابالخيار	مشكوة: ٢٤٤	١٩٤
١١٤	نهىٰ عن بيع الحيوان	مشكوة: ٢٤٥	١٩٦
١١٥	انه كان يسير على جمل لهٗ	مشكوة: ٢٤٩	١٩٨

١١٦	فسأله عن اللقطة	مشكوة: ٢٦٢	٢٢٠
١١٧	الحقوا الفرائض باهلها	مشكوة: ٢٦٣	٢٠٣
١١٨	الشوم فى المرأة	مشكوة: ٢٦٧	٢٠٥
١١٩	تزوّجتُ امرأة من الانصار	مشكوة: ٢٦٨	٢٠٥
١٢٠	احتجبا منه	مشكوة: ٢٦٩	٢٠٧
١٢١	لاتنكح الايّم	مشكوة: ٢٧٠	٢٠٨
١٢٢	نهىٰ عن الشغار	مشكوة: ٢٧١	٢١٠
١٢٣	نهىٰ عن متعة النساء	مشكوة: ٢٧٢	٢١٠
١٢٤	لاتحرّم الرّضعة	مشكوة: ٢٧٣	٢١٣
١٢٥	فاصبنا سبياًمن سبى العرب	مشكوة: ٢٧٥	٢١٤
١٢٦	لقد هممتُ ان انهىٰ عن الغيلة	مشكوة: ٢٧٦	٢١٦
١٢٧	قال لها فى بريرة	مشكوة: ٢٧٦	٢١٨
١٢٨	من اعطىٰ صداق امرأتهٖ	مشكوة: ٢٧٧	٢١٩
١٢٩	لاعنَ بين رجل وامرأتهٖ	مشكوة: ٢٨٦	٢٢١
١٣٠	بِعْنا امّهات الاولاد	مشكوة: ٢٩٥	٢٢٢
١٣١	لانذر فى معصية	مشكوة: ٢٩٧،٢٩٨	٢٢٣
١٣٢	كسرت الرُّبيّع	مشكوة: ٣٠٠	٢٢٥
١٣٣	إذا زنت اَمَةُ احدكم	مشكوة: ٣١٠،٣١١	٢٢٦
١٣٤	ضرب فى الخمر	مشكوة: ٣١٥	٢٢٨
١٣٥	كل مسكرخمر	مشكوة: ٣١٧	٢٢٩
١٣٦	من خرج من الطاعة	مشكوة: ٣١٩	٢٣١
١٣٧	ان رجلين تداعيا دابّةً	مشكوة: ٣٢٧	٢٣٣
١٣٨	لاتجوز شهادة بدوىّ	مشكوة: ٣٢٨	٢٣٤
١٣٩	اسهَم للرّجل ولفرسه ثلاثة اسهم	مشكوة: ٣٤٨	٢٣٥

Scanned by CamScanner

۱۴۰	اذاارسلت کلبک	مشکوۃ: ۳۵۷	۲۳۶
۱۴۱	لایشربن احدکم قائماً	مشکوۃ: ۳۷۰	۲۳۸
۱۴۲	کان احب الثیاب	مشکوۃ: ۳۷۳	۲۳۹
۱۴۳	فهو یتجلجل فی الارض	مشکوۃ: ۳۷۳	۲۴۰
۱۴۴	نهیٰؐ ان یاکل بشماله	مشکوۃ: ۳۷۳	۲۴۲
۱۴۵	اهدیت حلّة سیراء	مشکوۃ: ۳۷۴	۲۴۳
۱۴۶	لاارکب الارجوان	مشکوۃ: ۳۷۵	۲۴۵
۱۴۷	نهیٰؐ عن عشر	مشکوۃ: ۳۷۶	۲۴۷
۱۴۸	اتّخذؐ خاتماً من ذهبٍ	مشکوۃ: ۳۷۷	۲۵۰
۱۴۹	یکره عشر خلالٍ	مشکوۃ: ۳۷۸	۲۵۱
۱۵۰	لعن الله الواشمات	مشکوۃ: ۳۸۱	۲۵۴
۱۵۱	قد خضب بالحنّاء	مشکوۃ: ۳۸۲	۲۵۷
۱۵۲	سُئِل انسؓ عن خضاب النبیؐ	مشکوۃ: ۳۸۴	۲۵۹
۱۵۳	قد اتخذت علی سهوة لها	مشکوۃ: ۳۸۵	۲۶۱
۱۵۴	ما ابالی ما اتیتُ	مشکوۃ: ۳۸۹	۲۶۲
۱۵۵	لاطیرة وخیرها الفال	مشکوۃ: ۳۹۱	۲۶۳
۱۵۶	کأن رأسی قطع	مشکوۃ: ۳۹۵	۲۶۷
۱۵۷	لا یمتلی [illegible]ف رجلٍ	مشکوۃ: ۴۰۹	۲۶۸
۱۵۸	ان رجلین صلّیاصلوٰة الظهر	مشکوۃ: ۴۱۵	۲۷۰
۱۵۹	لینتهین اقوام	مشکوۃ: ۴۱۷	۲۷۱
۱۶۰	لایرَد القدر	مشکوۃ: ۴۱۹	۲۷۳
۱۶۱	اهل النّار خمسة	مشکوۃ: ۴۲۲	۲۷۵
۱۶۲	لاتحسسوا ولا تجسسوا	مشکوۃ: ۴۲۷	۲۷۷
۱۶۳	لیس الکذّاب الّذی	مشکوۃ: ۴۲۸	۲۷۹

۱۶۴	الاخبرکم باهل الجنة	مشکوۃ: ۴۳۳	۲۸۰
۱۶۵	یدخل الجنةمن امتی	مشکوۃ: ۴۵۲	۲۸۴
۱۶۶	عرضت علیّ النار	مشکوۃ: ۴۵۶	۲۸۵
۱۶۷	یستحلّون الخزّ	مشکوۃ: ۴۵۶	۲۸۷
۱۶۸	تعرض الفتن علی القلوب	مشکوۃ: ۴۶۱	۲۹۰
۱۶۹	ان الأمانة نزلت	مشکوۃ: ۴۶۱	۲۹۴
۱۷۰	الخلافةثلثون سنةً	مشکوۃ: ۴۶۳	۲۹۷
۱۷۱	کیف بک یا اباذرٌ	مشکوۃ: ۴۶۳	۲۹۸
۱۷۲	لماّ خرج الیٰ غزوةحنین	مشکوۃ: ۴۶۵	۳۰۵
۱۷۳	عُمرانُ بیت المقدس	مشکوۃ: ۴۶۷	۳۰۷
۱۷۴	حدثتکم عن الدّجال	مشکوۃ: ۴۷۶	۳۰۸
۱۷۵	اِذا دخل اهل الجنة الجنة	مشکوۃ: ۵۰۰	۳۱۱
۱۷۶	ماترکؐ دیناراً ولا درهماً	مشکوۃ: ۵۵۰	۳۱۳
۱۷۷	فان یک فی امّتی احد فانه عمر	مشکوۃ: ۵۵۶	۳۱۴
۱۷۸	علیٌّ منّی وانا من علیٍّ	مشکوۃ: ۵۶۴	۳۱۷
۱۷۹	انتم تُتمون سبعین امّةً	مشکوۃ: ۵۸۴	۳۱۸

☆ ☆ ☆

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات تصدیق وتوثیق

معدن العلوم والفنون عمدۃ المحدثین
حضرۃ الاستاذ مولانا ریاست علی صاحب بجنوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى.

اما بعد ! دارالعلوم دیوبند کا علمی ماحول، طلبۂ عزیز کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں اسی طرح سازگار ہے جیسے زرخیز زمین میں فصل بہار میں طرح طرح کے پھول کھل اٹھتے ہیں۔

روز آنہ طلبۂ عزیز کی علمی کاوشیں سامنے آتی رہتی ہیں، پھر یہ کہ اگر اُن کی یہ محنتیں اساتذۂ کرام کی نگرانی یا ان کے مشورے کے مطابق ہو تو ان کی افادیت اور درجۂ استناد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عزیز محترم مولوی ابومحمود اظہر سلّمہٗ متعلم دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند نے مشکوٰۃ المصابیح کے بعض مباحث کو سوال وجواب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اور ان کی اس علمی محنت کو بعض اساتذہ کرام نے دیکھ لیا ہے اور خود مرتب موصوف نے ہر جگہ حوالے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ راقم الحروف نے بھی ان کی خواہش کے احترام میں متعدد مقامات پر نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ وہ اپنے مقصد میں ماشاء اللہ کامیاب ہیں اور امید ہے کہ ان کی یہ محنت طلبہ کے درمیان مقبول ہوگی۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل کی دولت عطاء فرمائے اور مزید علمی کاموں کے لئے توفیق واستقامت سے نوازے۔ آمین والحمد لله اولاً وآخراً .

(حضرت مولانا) ریاست علی غفرلہٗ (صاحب)

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند ۱۰/رجب ۱۴۲۲ھ

Scanned by CamScanner

باسمہ تعالیٰ

ارشادِ گرامی قدر

مرجع الخلائق کاشف الحقائق والدقائق
حضرۃ الاستاذ مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی
استاذ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند

حامداً ومصلیاً ومسلماً وبعد!

ہدست کتاب "محمود المرأۃ لحل سوالات المشکوۃ" کا مسوّدہ نظر نواز ہوا جستہ جستہ اسکو دیکھا دراصل یہ مشکوٰۃ شریف کی احادیث پر مختصر نوٹس ہیں جن کو عزیز القدر مولوی ابو محمود اظہر بستوی (حفظہ اللہ) نے تیار کیا ہے۔

اس میں مشکوٰۃ شریف کے سوالات بنا کر ان کو حل کیا گیا ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس میں احادیث سے متعلق بہت سے اہم گوشوں کو اجاگر کر دیا ہے اور مشکوٰۃ شریف کے بعض اہم مباحث پر جامع تشریح سامنے آگئی ہے کہ حدیث کے نہائی طالب علم کو بھی قیمتی موتی ملیں گے، جو یکجا طور پر نہیں ملتے۔

عزیز موصوف نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں رہتے ہوئے یہ قدم اٹھایا ہے بندہ ان سے پہلے سے واقف ہے گذشتہ سال سے سر جھکائے ہوئے اس کام میں لگے ہیں [illegible] بھی دورۂ حدیث کے اسباق میں تندہی سے حاضر باشی کے ساتھ اپنی جا[illegible] سے احادیث کے خرمن سے خوشہ چینی کی۔

نیز اساتذۂ کرام کے شیریں کلام سے بھی محظوظ ہوتے رہے۔ ان سب قیمتی تحقیقات کو صفحۂ قرطاس پر سجا دیا ہے۔ اس مجموعے کو دیکھ کر ان کی عرق ریزی کا اندازہ ہوتا ہے۔

معتبر کتب وشروح کے حوالوں کے ساتھ احادیث کی تشریح کی ہے۔ ترجمہ بھی شستہ اور شگفتہ ہے، اس سے اس کی وقعت میں چار چاند لگ گئے ہیں، اس کے مباحث کو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ یہ رسالہ صرف مشکوٰۃ کے طلبہ ہی کے لئے مفید نہیں بلکہ ہر طالب حدیث کے لئے نافع تر ہوگا، اور علمی حلقوں میں اس کو بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

ع   اللہ کرے زورِ قلم اور بھی زیادہ۔

(حضرت مولانا) عبدالخالق سنبھلی (صاحب)
مدرس دارالعلوم دیوبند
۱۱ر رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

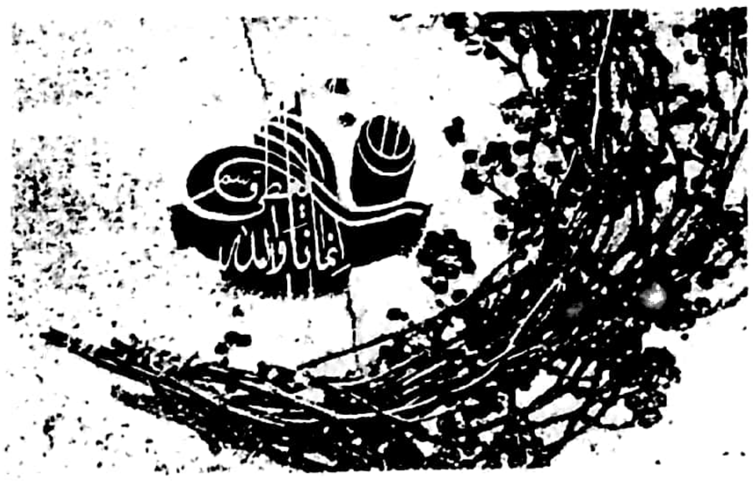

باسمہ تعالیٰ

تقریظ

جامع العلوم والکمالات قدوۃ علماء السلف والخلف

حضرت مولانا غلام نبی صاحب کشمیری

استاذ حدیث دارالعلوم (وقف) دیوبند

حامداً ومصلیاً:۔

درسی مشاغل اور تکرار ومطالعہ کیساتھ تصنیفی کاموں کیلئے وقت نکال لینا علمی ذوق وشوق کی علامت ہے برادر عزیز مولوی ابومحمود اظہر بستوی متعلم دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند نے ''محمود المرأۃ لحل سوالات المشکوٰۃ'' کی صورت میں مشکوٰۃ شریف کی احادیث کا ایک ضخیم نوٹ مرتب کر کے اسی ذوق وشوق کا ثبوت پیش کیا ہے، عزیز موصوفؒ نے بہت مناسب انداز میں پہلے سوالات قائم کئے ہیں اس کے بعد نہایت مفصل اور مدلل جوابات حوالہ جات کیساتھ لکھے ہیں۔

سوالات وجوابات کی صورت میں پوری مشکوٰۃ شریف کے اہم ابواب کی احادیث کی دلنشیں اور فاضلانہ تشریح کی ہے چند احادیث کے استثناء کیساتھ اس نوٹ کو مشکوٰۃ شریف کی ایک مختصر اور نئے طرز کی شرح کہا جا سکتا ہے، امید ہیکہ طلباء عزیز اس کے مطالعہ سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے خدا تعالیٰ مرتب کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے اور علم میں برکت دے اور یہ نوٹ طلباء کے لئے مفید ثابت ہو۔

(حضرت مولانا) غلام نبی (صاحب)

۴ جمادی الثانی بروز جمعہ ۱۴۲۲ھ

باسمہ تعالیٰ

تقریظ

صاحب الفضائل والخصائل، مجمع الاخلاق والشمائل شیخ التفسیر

حضرت الحاج مولانا محمد سعید صاحب قاسمی (بستوی)

مہتمم دارالرشاد بنکی، ضلع بارہ بنکی

حمداً وصلوٰۃً:

امابعد:۔ خدا کے فضل وکرم سے آج بھی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے فارغ شدہ فضلاء اور نونہالان امت مختلف انداز میں مختلف طریقے سے، درس وتدریس، تصنیف وتالیف کے ذریعے، دینی علوم، خصوصاً علم قرآن وحدیث کی خدمات واشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔

انہی فارغین وفضلاء میں سے عزیز القدر شاگرد رشید مولوی ابومحمود اظہر سلمہ متعلم دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند بھی ہیں، جنہوں نے صحاح ستہ اور دیگر موثوق بہا ومستند کتب احادیث کا جامع مشکوٰۃ المصابیح، کے اہم اہم اور مشکل ترین مقامات کے حل کیواسطے، سوالات وجوابات کے آئینے میں مستند شروح وحواشی کے حوالجات کے

ساتھ، ایک رسالہ مسمّٰی بہ ''محمود المراۃ لحل سوالات المشکوۃ'' تحریر کیا ہے، جوانشاء اللہ اپنی افادیت عامہ تامہ کے لحاظ سے طلباء عزیز کیلئے نہایت نافع اور مفید ثابت ہوگا۔

عزیز موصوف نے درجۂ حفظ سے لیکر عربی پنجم تک کی تعلیم جامعہ دارالرّشاد بنکی بارہ بنکی میں حاصل کی اور ہر سال اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے۔

باالآخر علم قرآن وحدیث پڑھنے کیلئے ۱۴۱۹ھ میں مادر علمی ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا، اور سرچشمہ علوم نبوت سے سیرابی حاصل کی۔

عزیز موصوف کرنپور پنڈار ضلع بستی کے رہنے والے، ہمارے مخصوص، مایہ ناز شاگردوں میں ہیں نہایت ذکی وفہیم، جید الاستعداد، باصلاحیت، تکرار ومطالعہ سے شغف رکھنے والے محنتی طالب علم ہیں اور حسن سیرت، خوش اخلاقی میں تمام اساتذہ کرام خصوصاً ہماری نظر میں محبوب ومرغوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہیکہ عزیز القدر کو علمی وعملی ہر میدان میں کامیاب وکامران بنائے اور اس رسالے کو قبولیت تامہ عامہ نصیب فرمائے آمین۔

والسّـــــــلام

(حضرت الحاج مولانا) محمد سعید قاسمی (صاحب)

خادم مدرسہ دارالرّشاد بنکی بارہ بنکی۔

باسمہ تعالیٰ

تقریظ

عمدۃ الافاضل، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا عبدالحمید صاحب (بستوی)

اُستاذ منطق وحدیث دارالرّشاد بنکی بارہ بنکی۔

حمدَ اللہ وشکرًا لہ:۔

امابعد:۔ عزیزی برادر زادہ مولوی ابومحمود اظہر سلمہ متعلم دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند نے شیخ ولی الدین خطیب تبریزی کی مشکوۃ المصابیح سے مشکل ترین سوالات کا انتخاب کر کے، انکے جوابات مکمل، مدلل، حوالجات کے ساتھ ''محمود المراۃ لحل سوالات المشکوۃ'' کی صورت میں نہایت اچھے ڈھنگ سے مرتب انداز میں جمع کیا ہے انشاء اللہ العزیز یہ رسالہ موقوف علیہ کے طلباء کیلئے خصوصاً امتحانات کے موقع پر امتحانی تیاریوں میں معین ومددگار ثابت ہوگا۔

یہ رسالہ عزیزم کی پہلی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کی علمی صلاحیتوں میں چار چاند لگادے، اور ہر میدان میں دن دونی رات چوگنی ترقیات سے نوازے، اور رسالہ ھٰذ کی افادیت اور مقبولیت کو طلباء عزیز کے درمیان عام وتام کردے۔ آمین

والســـــــلام

۔ (حضرت مولانا) عبدالحمید القاسمی (صاحب)

مدرسہ دارالرّشاد بنکی بارہ بنکی

Scanned by CamScanner

''عرض مرتب''

الحمد الله وکفی وسلام علی عباده الذین اصطفی۔

اما بعد: ۔علم حدیث درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا تبار وستودہ صفات کی نہایت معتمد اور مستند تاریخ ہے، جس میں آپکے مناقب ومحامد، آپکے شمائل وفضائل، آپکے معاشرتی ومعاملتی احوال، آپؐ پر نازل شدہ دین سے متعلق احکام واقوال غرضیکہ آپکی حیات طیّبہ اور آپکے لائے ہوئے دین کے ہر گوشے اور گوشے کونہایت تزک واحتشام کے ساتھ، مکمل ضبط واتقان اور عدالت ودیانت کوملحوظ رکھتے ہوئے امتِ مسلمہ کے سامنے مشعل راہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہ صرف اور صرف امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسّلام کا خصوصی طرّہ امتیاز اور نرالی شان ہے ورنہ سابقہ امتوں میں اسکی نظیر بالکل نادر اور کالعدم ہے، کیونکہ پہلی امتوں نے اپنے نبی کے کلچر اور تہذیب وثقافت، معاشرت ومعاملت کے آداب واصول اور دینی احکام کومحفوظ نہ رکھا جسکی بناء پر آج کسی نبی کی صحیح سیرت اور اسکے لائے ہوئے صحیح احکام سے متعلق کوئی بھی کتاب منصۂ شہود پر نظر نہیں آتی۔

البتہ اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کی تصویر اور آپکی زندگی کا کامل ومکمل نقشہ دیکھنا ہے تو آپ کی احادیث شریفہ کو بار بار پڑھے، اور اسمیں غور وخوض کرے۔

لهذ :۔علماء کرام ومحدثین عظام نے امت کی آسانی کی خاطر ''الدین یسر'' کے ضابطہ کے تحت احادیث مبارکہ کو کتابی شکل میں مدوّن ومرتّب فرمایا اسی سلسلے کی ایک انوٹ ومسلسل کڑی محی السنۃ علامہ بغویؒ کی معرکتہ الآراء تصنیف ''مصابیح السنۃ'' ہے جسکی کامل ومکمل شرح علامہ ولی الدین خطیب تبریزی کی ''مشکوٰۃ المصابیح'' المعروف بہ مشکوٰۃ شریف ہے۔

اس گرانقدر شرح کی بھی متعدد صاحب علم وفضل اجلّۂ علماء وفضلاء نے نہایت عرق ریزی وجانفشانی کے ساتھ مفصل ومدلّل شروح حواشی تیار فرمائے جسکی وجہ سے مشکوٰۃ شریف کے ذریعے افادہ واستفادہ کا سلسلہ نہایت آسان ہوگیا۔

احقر نے بھی ''بعون اللہ وتوفیقہ'' تسہیل وآسانی کی غرض سے ایک مختصر رسالہ مسمیٰ بہ ''محمود المراۃ لحل سوالات المشکوٰۃ'' سوالات وجوابات کے آئینے میں احباب ومتعلقین کی دلجوئی اور طالبانِ علوم نبوت کے نفع وفائدے کے پیش نظر مختلف کتابوں سے متشتّت اور بکھرے ہوئے اہم اہم مسائل ومضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتّب کیا ہے، تاہم قارئین کرام سے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ اولاً احقر کو ترتیب وتحریر کا سلیقہ نہیں ثانیاً اس کتاب کو باقاعدہ تصنیف کے طور پر مرتّب بھی نہیں کیا گیا ہے۔اسکے باوجود اشاعت کی ہمّت اس لئے ہوئی کہ مرتّب کی حیثیت سے قطع نظر رُبَّ مبلّغ اوعیٰ من سامع کیوجہ سے ایک ایسا مختصر اور جامع ذخیرہ منظر عام پر آجائے جس سے متوقع سوالات کے جوابات کم اوقات میں بخوبی حل ہوجائیں، اور طلبائے کرام کیلئے مشکوٰۃ شریف سے استفادہ کرنا سہل ترین اور آسان ہوجائے۔

لھٰذ قارئین کرام سے مخلصانہ درخواست ہے کہ اگر کوئی لغزش اور خامی نظر آئے تو بغرض اصلاح مفید مشوروں کے ساتھ ضرور مطلع فرمائیں آپکا ممنون ومشکور ہوں گا اس رسالہ کے اندر تقریباً اکثر مضامین کو مستند شروح وحواشی کے حوالجات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

چنانچہ حل سوالات کے وقت درج ذیل معتبر ومستند کتب سے زیادہ تر استفادہ کیا گیا ہے۔

مرقاۃ المفاتیح مطبوعہ بنگلہ اسلامک اکیڈمی دیوبند، التعلیق الصبیح، اشعۃ اللمعات، شرح الطیبی، بذل المجہود، فیض الباری، فتح الباری، فتح الملہم، حاشیۃ المشکوٰۃ، ترمذی مع حاشیۃ، بخاری ومسلم مع حاشیتہما، ہدایہ مع حاشیۃ، اسکے علاوہ تدریب الراوی، عرف الشذی، تقریر شیخ الہند علی الترمذی، وغیرہ مستند وموثوق بہا کتب سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

Scanned by CamScanner

البتہ ترجمہ حدیث شریف کے تعلق سے اکثر و بیشتر مظاہر حق جدید کا سہارا لیا گیا ہے۔

اخیر میں بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اپنے چند مخلص احباب و متعلقین کا ذکر نہ کروں کہ جنکی سعی پیہم اور مفید مشوروں نے ہر ہر موڑ پر ہمت افزائی کے اسباب مہیا فرمائے۔

خصوصاً مولوی الطاف الرحمان بستوی، مولوی کمال الدین بستوی، مولوی فاروق اعظم گنڈاوی، مولوی سکندر راجستھانی، مولوی فضل احمد بارہ بنکوی مولوی توحید عالم پرتاب گڑھی ترجمان دورۂ حدیث، کے اسماء قابل ذکر ہیں، انکے علاوہ مولوی وقاری حسین احمد بستوی، مولوی محمد احمد بستوی، مولوی محمد امین بستوی، مولوی محمد وثیق بستوی، مولوی محب اللہ بستوی، مولوی محب الرحمان بستوی، مولوی محمد اختر سدھارتھ نگری، مولوی عبد الحلیم سدھارتھ نگری، مولوی صدر عالم القاسمی بستوی، مولوی جمیل احمد بستوی، مولوی محمد رضوان بارہ بنکوی، مولوی محمد اعجاز مہاراشٹری وغیرہم رفقاء درس و متعلقین حضرات لائق صد شکر ہیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ احقر العباد کے ساتھ ساتھ ان مخلص حضرات کو بھی دعاء خیر میں یاد رکھیں، اور پروردگار عالم جو سیات کو حسنات میں تبدیل فرمادیتا ہے احقر کی اس حقیر کوشش کو صدقۂ جاریہ کے طور پر قبولیت عامہ سے نوازے، اللھم غفرلی ولوالدیَ ولاساتِذتی ولکاتبہ، آمین یا ربَّ العالمین۔

والسلام

احقر العباد ابومحمود اظہر قاسمی بن الحافظ والمولوی محمد اصغر صاحب

کرنپور پنڈار ضلع بستی یوپی (الہند)

ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ

کسی بھی علم وفن کو علی وجہ البصیرۃ سمجھنے کیلئے چند امور کا جاننا لابدی اور ضروری ہوتا ہے (۱) فن کی تعریف (۲) فن کا موضوع (۳) فن کی غرض وغایت (۴) کتاب اور صاحب کتاب کا تعارف۔

چونکہ یہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح فن حدیث میں ہے، لہٰذ علم حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض وغایت نیز مشکوٰۃ المصابیح، اور اسکے مؤلف کے بارےمیں اختصار کے ساتھ چند باتیں بطور مقدمے کے ناظرین کرام کے پیش خدمت ہیں۔

علم حدیث کی لغوی تعریف :- امام اللغۃ علامہ جوہریؒ نے حدیث کی لغوی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "الحدیث الکلام قلیلہٗ وکثیرہٗ وجمعہٗ احادیث" (مقدمہ فتح الملہم ص۱)

اس قول کا حاصل یہ ہیکہ حدیث کا اطلاق ہر قسم کے کلام پر ہوسکتا ہے، خواہ کلام قلیل ہو یا کلام کثیر، نیز لفظ حدیث واحد ہے جسکی جمع احادیث آتی ہے۔

علم حدیث کی اصطلاحی تعریف :- علم حدیث کی تعریف فقہاء ومحدثین کرام کے مابین مختلف فیہ ہے۔

علم الحدیث عند الفقہاء :- اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ، ھذ ھو المشھور عند علماء اصول الفقہ (بحوالۂ مذکورہ بالا)

Scanned by CamScanner

یعنی کہ علماء اصول فقہ (فقہاء کرام) کے نزدیک مشہور قول کے بموجب آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال کا نام حدیث ہے۔
اور آپکی تقریرات، آپکے احوال اختیاریہ افعالہ کے تحت داخل ہیں۔

علم الحدیث عند علماء اهل الحدیث:۔علم الحدیث اقوال النبی صلّی الله علیه وسلم وافعاله واحواله هذاهو المشهور (مقدمہ فتح الملہم ص۱)

یعنی کہ محدثین کرام کے نزدیک تعریف حدیث میں احوالہ کی قید بھی ملحوظ ہے، اور اس سے احوال اختیاریہ وغیر اختیاریہ (مثلاً حلیۂ مبارکہ وغیرہ) دونوں ھی مراد ہیں۔

وجہ اختلاف در تعریف حدیث

فقہار کرام اور محدثین عظام کے مابین علم حدیث کی تعریف میں اختلاف کی اصل علت یہ ہیکہ فقہاء کا اصل مقصد، حدیث پاک سے استنباط احکام ومسائل ہے، اور یہ مقصد آپکے اقوال وافعال، آپکی تقریرات اور احوال اختیاریہ سے حاصل ہوگا، کیونکہ احوال غیر اختیاریہ سے کوئی شرعی حکم مستفاد نہیں ہوتا، پس انہی علل ومقاصد کی وجہ سے فقہاء نے محدثین کی بیان کردہ تعریف سے ہٹ کر، ایک علاحدہ تعریف بیان کی ہے۔

اور چونکہ محدثین کرام کا مقصد فقط حدیث شریف کو بیان کردینا ہے خواہ اس سے کوئی شرعی حکم مستنبط ہو یا نا، یعنی کہ اس کا تعلق مسائل سے ہو، یا شمائل وفضائل سے، اسی وجہ سے محدثین نے تعریف حدیث میں عموم کو ملحوظ رکھا ہے، پس اسی عموم وخصوص کی وجہ سے دونوں جماعتوں کی تعریفات بھی مختلف اور جداگانہ ہیں۔

حدیث کی وجہ تسمیہ:۔حدیث کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ (۱) اگرچہ وحئ متلو اور غیر متلو دونوں ہی وحئ الٰہی ہیں لیکن چونکہ متلو کا نام قدیم تھا اسی لئے اسکے مقابل غیر متلو کا نام "حدیث" رکھدیا گیا، کما قال ابن الحجر فی شرح البخاری واشار الحافظ السخاوی ایضًا فی فتح المغیث الی هذا۔

(۲) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے وجہ تسمیہ کے تعلق سے ایک نہایت لطیف توجیہ مقدمہ فتح الملہم کے اندر بیان فرمائی ہے، وہ یہ ہیکہ۔

لفظ حدیث سورۂ والضحٰی کی آیت کریمہ "واما بنعمة ربک فحدّث" سے ماخوذ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کردہ تین اہم اہم انعامات۔﴿(۱) الم یجدک یتیماً فاٰوی (۲) ووجدک ضالاً فهدی (۳) ووجدک عائلاً فاغنی﴾ کا ذکر کرکے، آپ کو اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنیکی ہدایت فرمائی ہے (مقدمہ فتح الملہم ص۱) اور ظاہر ہے کہ آپ کی پوری زندگی کے اقوال وافعال اسی حکم فحدّث کی تکمیل میں ہیں اسی لئے انکو حدیث کہا جاتا ہے۔

حدیث کے ابتدائی اقسام

حکم منزّل من اللہ (وحی) کی دو قسمیں ہیں (۱) متلو (قرآن) (۲) غیر متلو (حدیث)

پھر غیر متلو (حدیث) کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) حدیث قدسی (۲) حدیث نبوی۔

حدیث قدسی کی لغوی تعریف:۔قدسی۔لفظ القدس بمعنیٰ پاکیزگی کیطرف منسوب ہے، تو حدیث قدسی کے معنیٰ ہوئے، وہ کلام جو سراپا پاکیزہ ذات کی طرف منسوب ہو یعنی کہ اللہ تعالیٰ۔

حدیث قدسی کی اصطلاحی تعریف:۔حدیث قدسی نام ہے اس حکم مفصل من اللہ کا جسکو آپ علیہ السلام نے فقط الفاظ کا جامہ پہنایا ہو، (مفہوم تقریر محدث کبیر پالنپوری)

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق

قرآن کریم اور حدیث قدسی میں درج ذیل وجوہ کے اعتبار سے فرق کیا گیا ہے:
(۱) قرآن کریم کے الفاظ ومعانی دونوں اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں، اور حدیث قدسی کے معانی تو منجانب اللہ ہوتے ہیں لیکن الفاظ آپ علیہ السلام ہی کے ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

(۲) قرآن کریم کے ثبوت کیلئے تواتر شرط ہے، حدیث قدسی کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔
(۳) قرآن کریم معجز ہے جبکہ "حدیث قدسی" معجز نہیں۔
(۴) قرآن کریم کا منکر کافر ہے نہ کہ "حدیث قدسی" کا، اگر وہ متواتر نہ ہو۔
(۵) قرآن کریم کا نزول حضرت جبرئیل کے واسطے سے ہوا ہے، اور "حدیث قدسی" کا نزول کبھی جبرئیل کے واسطے سے ہوا ہے، اور کبھی الہام وخواب اور دیگر ذرائع وحی کے واسطے سے، اور الفاظ کا جامہ پہنانے میں آپ کو اختیار ہوتا تھا۔

حدیث نبوی کی تعریف :۔ حدیث نبوی نام ہے اس حکم مجمل من اللہ کا جسکو آپ علیہ السلام نے الفاظ کا جامہ پہنا کر وقتاً فوقتاً تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے (مفہوم تقریر محدث کبیر پالنپوری)

علم حدیث کی دو قسمیں اور.....

علامہ جزائریؒ نے اور علامہ ابن الاکفانیؒ نے ارشاد القاصد کے اندر لکھا ہے کہ علم حدیث کی ابتداء دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم الحدیث روایۃ (۲) علم الحدیث درایۃ

علم الحدیث روایۃ :۔ هو علم بنقل اقوال النبي صلى الله عليه وسلم بالسماع المتصل وضبطها وتحريرها (مقدمہ فتح الملہم ص۲)

یعنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اور صحابہ وتابعین) کے اقوال (اور افعال نیز اخلاقی وجسمانی احوال) کو سنکر اتصال (یا انقطاع) کے ساتھ بیان کرنا خواہ یادداشت کی مدد سے ہو یا تحریر وکتابت کی مدد سے۔

علم الحدیث درایۃ :۔ هو علم يتعرّف منه انواع الرّواية واحكامها وشروط الرواة واصناف المرويات واستخراج معانيها (مقدمہ فتح الملہم ص۲)

یعنی کہ علم الحدیث روایۃ نام ہے روایت کے اقسام مع احکام، نیز مرویات کے اقسام واصناف، اور رُواۃ کی شرطوں، اور حدیث سے آپکی مراد کو معلوم کرنیکا۔

علم الحدیث روایۃ کا موضوع :۔ علم الحدیث روایۃ کا موضوع آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال ہیں۔

علم الحدیث درایۃ کا موضوع :۔ اور علم الحدیث درایۃ کا موضوع سند ومتن ہے۔

مطلق علم حدیث کا موضوع :۔ علم حدیث کے موضوع کے بارےمیں اختلاف ہے، لیکن سب سے مقبول علامہ کرمانیؒ کا قول ہے یعنی کہ علم حدیث کا موضوع ذات الرسول (من حیث الرسول) ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت :۔ علم حدیث کی دو غرضیں ہیں (۱) التاسّی بالنبیؐ یعنی کہ نبی کریم ﷺ کو نمونۂ عمل بنا کر اپنی زندگی کو آپکی زندگی کے مطابق ڈھالنا۔ (۲) التشریع یعنی کہ حدیث پاک کے ذریعے شرعی امور میں قانون سازی کرنا (مفہوم تقریر محدث کبیر پالنپوری)

حدیث کے معنیٰ میں چند متقارب الفاظ

حدیث کے معنی میں چند متقارب الفاظ اور مستعمل ہوتے ہیں (۱) روایت (۲) اثر (۳) خبر (۴) سنت۔

ان الفاظ اربعہ کے بارےمیں صحیح قول یہ ہیکہ لفظِ حدیث کے مُرادف ہیں لیکن بعض حضرات نے ان الفاظ میں اصطلاحاً فرق بیان کیا ہے۔

روایت :۔ البتہ روایت کے بارےمیں محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ اسکا اطلاق حدیث ہی کے مفہوم پر ہوتا ہے۔

اثر :۔ (۱) فقہاء خراسان کے نزدیک حدیث کا اطلاق مرفوع پر اور اثر کا اطلاق موقوف علی الصحابہ والتابعین پر ہوتا ہے۔ ان الحديث اسم للمرفوع والاثر اسم للموقوف على الصحابة والتابعين (مقدمہ فتح الملہم ص۲۔ تدریب الراوی ص۱۸۵ ج۱)

امام غزالیؒ نے بھی احیاء العلوم میں فقہاء خراسان کی **اصطلاح** کو اختیار کیا ہے۔
(۲) اثر نام ہے اس کا جسکی نسبت صحابی کی طرف ہو (تدریب الراوی ص

Scanned by CamScanner

۴۲،۱۸۴،۱۸ج ۱) لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم ص ۶۳ ج ۱ ، میں لکھا ہے کہ جمہور سلف وخلف کے نزدیک حدیث واثر میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی قول کو علامہ لکھنویؒ نے بھی ظفر الامانی ص ۴،۵، میں اختیار فرمایا ہے۔

خبر :۔ خبر اور حدیث میں فرق کرتے ہوئے علماء کرام کی دو جماعتیں ہو گئیں (۱) حدیث کا اطلاق فقط آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے، اور خبر کا اطلاق آپکے علاوہ صحابہ وتابعین وغیرھم کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے یعنی کہ دونوں میں تباین کی نسبت ہے۔

(۲) حدیث کا اطلاق تو فقط آپؐ کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے لیکن خبر کا اطلاق آپکے اور صحابہؓ وتابعینؒ وغیرھم کے اقوال وافعال پر بھی ہوتا ہے یعنی کہ دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، (تدریب الراوی مع تقریب النواوی ص ۴۲ ج ۱)۔

سنّت :۔ سنت کے بارےمیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ (۱) حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے صرف عمل کو سنّت کہتے ہیں۔

(۲) کتاب وسنت سے ثابت شدہ حکم (۳) حضرات صحابہ وتابعین کے معمولات وفتاوٰی اور ان سے منقول اصول وقواعد کو سنت کہتے ہیں۔

کتاب وصاحب کتاب کا مختصر تعارف

چونکہ مشکوۃ المصابیح کا مبنیٰ اور بنیاد "مصابیح السنۃ للعلامۃ البغوی" ہے لہٰذ سب سے پہلے مصابیح السنۃ اور اسکے مؤلفؒ کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔

مصابیح السّنّة

مصابیح السنۃ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی باب حدیث میں معرکۃ الآراء تصنیف ہے، اس تصنیف سے علامہ موصوف کا بنیادی مقصد احیاء سنت، اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ احادیث مبارکہ کو مانند موتی کے لڑی میں پرونا، نیز احادیث شریفہ

کے غیر معمولی ذخیرے کو امّت کی خدمت میں پیش کرنا ہے تاکہ امّت اس بیش قیمت ذخیرے سے فیضیاب ہو، اور اس پر عمل کر کے آخرت کیلئے زادراہ تیار کر سکے۔

چنانچہ علامہ بغویؒ نے شیخین کی شرائط کا التزام تو نہیں کیا ہے، تاہم تخریج احادیث میں غایت درجہ احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔

علّامہ نے تمام تر حدیثیں کتب سبعہ ہی سے نقل کی ہیں، جنکی مجموعی تعداد چار ہزار سات سو انیس ہے (۴۷۱۹) جبکہ بخاری شریف سے اخذ کردہ روایات کی تعداد تین سو پچھتر (۳۷۵) اور متفق علیہ روایات کی تعداد ایک ہزار اکیاون ہے (۱۰۵۱) اور باقی راویات کو دیگر مستند ومعتبر کتب احادیث سے نقل کیا ہے۔

عدد احادیث الأصل اربعة الاف وسبعمأة وتسعة عشر حديثًا منها المختص بالبخارى ثلاثمأة وخمسة وسبعون حديثاً ومنها المتفق عليه الف واحد وخمسون حديثاً، والباقى من كتب اخرى (مقدمہ مرقاۃ ص ۴ ج ۱، شرح الطیبی ص ۱۰ ج ۱)

البتہ بعض حضرات نے مصابیح کی کل روایات کی تعداد چار ہزار چار سو چونتیس (۴۴۳۴) لکھا ہے قيل احاديث المصابيح اربعة الاف واربعمأة واربعة وثلاثون حديثاً (مقدمہ التعلیق الصبیح ص ۸)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کی سند کو ائمہ متقنین فی الحدیث پر اعتماد کرتے ہوئے عمداً ترک کردیا ہے۔

اخلاص سے چھلکتا ہوا جام، علامہ بغوی کی تصنیف مصابیح السنہ کو علماء امت نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور شرف قبولیت سے نوازا، جسکی بے غبار دلیل یہ ہیکہ اس وقت کے کبار علماء ومحدثین نے اس کی بے شمار شرحیں لکھیں۔

منجملہ ازیں (۱) "تحفۃ الأبرار" ہے جو اس زمانے کے بہت بڑے علم دوست امام وقت ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ) کی ہے۔

(۲) المیسّر جو شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (المتوفی فی القرن السابع) کی ہے، اسکے علاوہ تنویر المصابیح، مشکوۃ المصابیح وغیرہ مستند ومعتبر شرحیں ہیں

Scanned by CamScanner

جو مصابیح السنۃ کی مقبولیت کی روشن اور واضح دلیل ہیں۔

مؤلّف مصابیح السّنۃ

اسم گرامی :۔ آپکا نام نامی حسین بن مسعود، کنیت ابو محمد لقب محی السنۃ ہے آپ وطناً بغوی، اور عملاً فرّاء کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ولادت باسعادت :۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۴۳۳ھ یا سنہ ۴۳۶ھ میں مقام بشور کے اندر ہوئی، یہ علاقہ خراسان کا ایک چھوٹا سا شہر ہے جو ہرات و مرو کے درمیان واقع ہے۔

تحصیل علوم :۔ تحصیل علوم وفنون کیلئے آپ نے خراسان کا رخت سفر باندھا اور وہاں پہونچ کر جبال العلم علماء کرام وفضلاء عظام سے علم حاصل کیا، جن میں سب سے نامور، صاحب علم وفضل استاذ امام الکبیر ابو علی الحسین بن محمد مروزی ہیں جو اپنے زمانے میں مذہب شافعیت کے شیخ بھی تھے، انکی وفات سنہ ۴۶۳ھ میں ہوئی۔

آپکا مقام ومرتبہ :۔ آپ اپنے وقت کے صاحب فضل وکمال، علم پرور جید وباصلاحیت عالم دین تھے، قرآن وحدیث کی بابت آپکی ناقابل فراموش خدمات اور احسانات ہیں، زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مراتب کے حامل تھے، قلب میں خشیت الٰہی اور خوف آخرت رچ بس گئی تھی، زہد واستغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ہمیشہ خشک روٹی کھا کر زندگی بسر فرمائی ہے۔

غرضیکہ علمی وعملی ہر میدان میں آپکی ذات والاصفات ''کالشمس بین النجوم'' ہے آپکو محی السنۃ کا عظیم لقب براہ راست بارگاہ رسالت سے ملا تھا جیسا کہ مؤرخین ومحدثین لکھتے ہیں کہ آپ جب اپنی مشہور تصنیف ''شرح السنۃ'' سے فارغ ہوئے تو ایک روز سرور دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اس وقت حضورؐ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جس طرح تم نے میری سنت کو اپنی تصنیف کے ذریعے زندہ کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں زندہ رکھے'' اسی وقت سے آپ محی السنۃ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ کا مسلک :۔ آپ مسلکاً شافعی تھی، چنانچہ آپ نے اپنے مسلک کی تائید وترجیح میں ''التھذیب'' نامی ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔

آپ کے تلامذہ :۔ آپ کے علم وفضل سے خراسان کا شہر تابناک اور روشن ہو گیا اور چاروں طرف سے تشنگان علوم نبوت جوق در جوق آآکر آپکے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے، اور آپ کے علوم وفنون سے فیضیاب وسیراب ہو کر جلیل القدر علماء وفضلاء عالم کے افق پر آفتاب وماہتاب کی طرح چمکنے لگے چنانچہ چند مایۂ ناز نامی گرامی تلامذہ کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں۔

(۱) ابو موسیٰ المدینی (۲) ابو النجیب ہروردی (۳) ابو الفتوح الطائی (۴) ابو منصور (۵) ابو المکارم فضل اللہ بن محمد نوقانی (مقدمہ مرقاۃ ص۵ ج۱)

فرّاء کی وجہ تسمیہ :۔ فرّاء کی نسبت فرو (یعنی پوستین) کیطرف ہے اور چونکہ آپ فرو (پوستین) بناتے یا بیچتے تھے اسی لئے اسکی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ فرّا کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

البغوی کی تحقیق :۔ (۱) بغوی کی اصل بغشور ہے لہٰذا قاعدے کے لحاظ سے بغشوری ہونا چاہئے لیکن خلاف قیاس عرف عام میں بغوی مشہور ہو گیا،

(۲) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بغ ایک شہر کا نام ہے، جو نہایت زرخیز اور علماء فضلاء کا مرکز ومدفن ہے۔ یہاں پر بڑے بڑے علماء وفقہاء محدثین حضرات پیدا ئے، (شرح الطیبی ص۸ ج۱، مقدمہ مرقاۃ ص۴ ج۱)

وفات حسرت آیات :۔ علامہ موصوف کی وفات حسرت آیات سنہ ۵۱۶ھ مقام ''مرو'' میں ہوئی اور اپنے شیخ حسین بن محمد کے پہلو میں مقبرہ طالقانی میں مدفون ہوئے اور آپکی عمر مستعار ستر برس سے کچھ زائد ہوئی (مقدمہ مرقاۃ ص۵ ج۱)

مشکوٰۃ المصابیح

مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کا ایک جامع ذخیرہ ہے جو آج سے تقریباً صدیوں قبل ہی مرتب کیا گیا تھا، لیکن آج بھی اسکی

Scanned by CamScanner

سرسبزی وشادابی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

یوں تو علم حدیث بذات خود ایک ایسا مقدس وبابرکت فن ہے، جسکی سرسبزی وشادابی اس وقت تک باقی رہیگی جب تک کہ اس کرۂ ارضی پر ایک بھی ذی شعور متبع سنت، پاسدار دین وشریعت انسان نامی مخلوق موجود رہیگی۔ پھر احادیث کے متعلق جیسا کہ معلوم ہے کہ محدثین کرام نے اپنے اپنے نقطۂ نظر اور ذہن وفکر کے لحاظ سے الگ الگ، اور جداگانہ طرز پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے احادیث کا جو گلدستہ امت کے سامنے پیش کیا گیا ہے وہ تقریباً محدثین کرام کے تمام مختلف وجداگانہ طرز کی احادیث کو شامل ہے، جس میں نہ صرف صحاح ستہ بلکہ دیگر مستند وموثوق بہا کتب احادیث مثلاً شعب الایمان، بیہقی، مسند احمد، مسند رزین وغیرہ وغیرہ کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔

اور اس بیش قیمت مجموعے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر ان احادیث کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ جن میں الجھ کر عام قاری کو دقت ودشواری کا سامنا کرنا پڑے، بلکہ اس کے متعلق بعض حضرات کا گمان یہ ہیکہ یہ مجموعہ مبتدی طلباء حدیث یا عدیم الفرصت حضرات کیلئے احادیث نبویؐ سے تعلق پیدا کرنے کے واسطے نہایت مفید ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح جب سے معرض وجود میں آئی ہے اس وقت سے آج تک مدارس عربیہ اور تمام اسلامی درسگاہیں اپنے نصاب درس میں اسکو داخل کرنا ضروری سمجھتی رہی ہیں اور بحمد اللہ آج بھی تمام عربی مدارس میں یہ کتاب صحاح ستہ سے قبل پڑھائی جاتی ہے۔

اس کتاب کی دیگر خصوصیات

امام بغویؒ نے مصابیح کی ترتیب، فصلوں پر قائم کی تھی، پہلی فصل میں انہوں نے شیخین کی روایت کردہ احادیث کو نقل کیا تھا، اور دوسری فصل میں دیگر ائمہ ومحدثین سے منقول احادیث کو جمع کیا تھا، نیز انہوں نے صرف نقل احادیث پر اکتفاء کیا تھا، نہ

تو کتاب کا حوالہ نقل کیا تھا اور نہ ہی راوی کا نام ذکر کیا تھا۔

لیکن جب شیخ ولی الدین نے اس کتاب کو از سر نو ترتیب وتدوین کے لئے اختیار کیا تو آپ نے سب سے پہلے اس کتاب میں فصل ثالث کا اضافہ فرمایا اور اس میں نہ صرف یہ کہ دیگر محدثین کی احادیث کو نقل فرمایا بلکہ شیخین کی ان احادیث کو بھی ذکر فرمایا جنکو محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے چھوڑ دیا تھا دوسرے یہ کہ آپ نے ہر حدیث کے بعد اس کتاب یا محدث کا حوالہ بھی ذکر فرمایا جس سے وہ حدیث نقل کی گئی تھی۔ تیسرے حدیث سے پہلے راوی کا نام بھی ذکر فرمایا۔

تعداد احادیث مشکوٰۃ :۔ سابق میں یہ بات لکھی جاچکی ہے کہ مصابیح السنۃ کی روایات کے بارےمیں اختلاف ہے اور چونکہ مشکوٰۃ المصابیح کا مبنیٰ اور بنیاد مصابیح السنۃ ہی ہے لہٰذ لازمی طور پر اسکی احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہوگا اور اتنی بات ضرور ملحوظ رہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے کل پندرہ سو گیارہ احادیث کا اضافہ فرمایا ہے وزاد صاحب المشکوٰۃ الفاً وخمسمأۃ واحد عشر حدیثاً (مقدمہ التعلیق الصبیح ص ۸ کذا فی مقدمہ المرقاۃ ص ۶ ج ۱)

تو اب قول اوّل کے مطابق مشکوٰۃ شریف کی کل احادیث کی مجموعی تعداد چھ ہزار دو سو تیس (۶۲۳۰) ہوئی۔

اور قول ثانی کے مطابق کل احادیث کی تعداد پانچ ہزار نو سو پینتالیس (۵۹۴۵) ہوئی فالمجموع خمسۃ آلاف وتسعمأۃ وخمسۃ واربعون (مقدمہ التعلیق الصبیح ص ۸)

البتہ عام طور پر کسور کا اعتبار نہ کرتے ہوئے مجموعی تعداد چھ ہزار (۶۰۰۰) بتلائی جاتی ہے۔ وینضبط بستۃ آلاف اِلّا کسر خمس وخمسین (مقدمہ التعلیق الصبیح ص ۸)

☆ ☆ ☆

Scanned by CamScanner

مؤلّف مشکوٰۃ المصابیح

اسم گرامی :۔آپکا نام نامی محمد ہے، بعض حضرات نے محمود لکھا ہے لیکن زیادہ صحیح اور مشہور محمد ہی ہے۔

آپکا لقب ولی الدّین کنیت ابوعبداللہ ہے، والد ماجد کا نام عبداللہ ہے آپ نسباً عمری ہیں اور خطیب تبریزی سے مشہور ہیں۔

آپکا مقام ومرتبہ :۔آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم، بلند پایہ محدّث فصاحت وبلاغت کے امام، زہد وتقویٰ سے متصف اوراعلیٰ اخلاق وعادات کے حامل تھے، اپنے زمانے کے یگانۂ روزگار شیوخ اوراساتذہ سے اکتساب علم کیا، اور جن لائق وفائق تلامذہ کواپنے علم وعرفان سے مستفید کیا ان میں مبارک شاہ ساویؒ سرفہرست ہیں آپکے علم وفضل کا سب سے بڑا شاہکار مشکوٰۃ المصابیح ہے جومشکوٰۃ شریف کے نام سے مشہور ہے اور حدیث کی بنیادی کتاب مانی جاتی ہے۔

ولادت ووفات :۔تاتاری فتنوں کے باعث آپکی تاریخ ولادت اوروفات محفوظ نہ رہ سکی اور نہ ہی مؤرخین کرام کو آپکے مکمل احوال سے واقفیت حاصل ہوسکی تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ آپکی وفات ۷۳۷ھ کے بعد ہی ہوئی ہے کیونکہ رمضان المبارک ۷۳۷ھ یوم جمعہ کی شام کو کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی تالیف سے فارغ ہوئے لہٰذا اس کے بعد ہی کسی سال میں آپکی وفات ہوئی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب (مقدمہ مظاہر حق جدید وغیرہ)

مشکوۃ شریف ص ۱۰

(۱) **سوال**:۔وَلَمَّا سَلَکَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ طَرِیْقَ الْاِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْاَسَانِیْدَ تَکَلَّمَ فِیْہِ بَعْضُ النُّقَّادِ وَاِنْ کَانَ نَقْلُہٗ وَاِنَّہٗ مِنَ الثِّقَاتِ کَالْاِسْنَادِ لٰکِنْ لَیْسَ مَا فِیْہِ اَعْلَامٌ کَالْاَغْفَالِ فَاسْتَخَرْتُ اللّٰہَ وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْہُ فَاَعْلَمْتُ مَا اَغْفَلَہٗ فَاَوْدَعْتُ کُلَّ حَدِیْثٍ مِنْہُ فِیْ مَقَرِّہٖ۔

(الف) ترجمہ تحریر کیجئے (ب) اسناد کا معنیٰ لکھئے (ج) علامہ ولی الدین (صاحب مشکوۃ) نے اگرچہ سندوں کوذکر کرکے ناقدین کے اعتراض کوختم کیا ہے لیکن اب بھی اشکال عائد ہورہا ہے، کیونکہ انہوں نے بھی مکمل سندوں کوذکر نہیں کیا ہے تشفی بخش جواب تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ:۔اور جب مصنفؒ نے (نقل حدیث کے وقت) اختصار کے طرز کواختیار کرتے ہوئے سندوں کوحذف کردیا تواس پر بعض ناقدین (محدثین) نے اعتراض کیا۔ اگرچہ ازکا (بلاسند) نقل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سندوں کے ساتھ منقول ہو کیونکہ وہ (نقل حدیث میں) ثقہ (معتمد) ہیں لیکن پھر بھی جو چیز بےنشان ہو وہ نشان والی چیز کے برابر نہیں ہوسکتی۔ اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی اوراس سے توفیق کا طلب گار رہا۔

Scanned by CamScanner

اورجوکچھ ان (صاحب مصابیح) سے رہ گیا تھا اسکو میں نے بیان کردیا (سندوغیرہ کو) اور اسکی ہر ہر حدیث کو اپنی جگہ (جس باب سے اسکا تعلق تھا) نقل کردیا۔

(ب) الاسناد هو طريق الحديث او ذكر السند والحكاية عن طريق المتن (مقدمہ شیخ عبدالحق ص۱)

(ج) اس اعتراض کو بھی وانی اذا نسبت الحديث اليهم كانی اسندت الخ۔ سے رفع کردیا ہے۔ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ سابقہ غیر مذکورہ اسناد میں ہم نے بڑے بڑے محدثین ماھرین وکاملین (انکی ذکرکردہ اسناد) پر اعتماد کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱

(۲) سوال:۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَاِنَّمَا لِاَ مْرِئٍ مَا نَوىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُه اِلَى الله وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُه اِلَى الله وَرَسُوْلِهٖ.

(الف) شان ورود بیان کیجئے (ب) ھجرت کے معنیٰ لغوی واصطلاحی مع اقسام تحریر کیجئے (ج) وضوء میں نیت شرط ہے یانہیں؟ اختلاف ائمہ مع الدلیل لکھتے ہوئے بتلائیں کہ حدیث باب کس کا مستدل ہے دوسرے لوگ اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔ (الف) حدیث کا شان ورود۔ علامہ طبرانیؒ حضرت ابن مسعودؓ سے بسند جید نقل کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے پاس (جسکا نام قیلہ کنیت ام قیس تھی) نکاح کا پیغام بھیجا، پھر وہ عورت ھجرت کرکے مدینہ آگئی تو مذکورہ شخص نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس عورت نے ھجرت کرنے کی شرط لگائی چنانچہ وہ اس پر راضی ہوگیا اسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ حدیث اصلاح نیات کی غرض سے پیش فرمائی۔

(ب) هجرت:۔ لغوی معنیٰ ترک کردن۔ چھوڑ دینا۔ ترک کرنا۔

اصطلاح شریعت میں (۲) والمراد هنا ترك الوطن الذى بدار الكفر الى دار الاسلام وقدتطلق كما فى احاديث على هجرة مانهى الله عنه (مرقاة ج ۱ ص ۱۰۱)

ھجرت کے اقسام۔ ھجرت کی دو قسمیں ہیں (۱) باطنی حقیقی مثلاً ترک معاصی (۲) ظاہری مجازی مثلاً دارالحرب سے دارالاسلام چلے جانا۔

(ج) النية شرط فى الوضوء ام لا:۔ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے۔ دلیل انما الاعمال بالنيات اصلهٗ انما صحة الاعمال بالنيات۔ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط نہیں ہے دلیل۔ (۱) باب صفۃ الوضوء کی وہ تمام روایات ہیں جن میں کیفیت وضوء کے ضمن میں نیت کا ذکر نہیں پس معلوہوا کہ وضوء میں نیت شرط نہیں ہے۔

(۲) فاغسلوا وجوهكم یہ آیت مطلق ہے کہیں بھی نیت کا ذکر نہیں ہے (۳) مفتاح الصلوة الطهور (ترمذی شریف ج۱ص۶) جعل الوضوء من باب الطهارة كغسل الثياب والبدن كما قال تعالىٰ "وثيابك فطهر" فينبغى ان لا يفرق بين الوضوء وغسل النجاسات من الثياب فتشرط النية فى احدهما دون الأخر (التعليق الصبيح، ص ۱۱ ج ۲)

حدیث باب کس کا مستدل ہے اور اسکا جواب کیا ہے؟

یہ حدیث شریف ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مستدل ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ۔

انما الاعمال بالنيات کی اصل ثواب الاعمال هے لا صحة الاعمال۔ قرینہ یہ ہیکہ یہ روایت مہاجر ام قیس سے متعلق ہے اور ان کی ھجرت کے بطلان اور صحت وعدم صحت کا بالکل ذکر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مقصد بیان ثواب وعدم ثواب ہے نہ کہ بیان صحت وعدم صحت۔

Scanned by CamScanner

مشکوۃ شریف ص۱۱

(۳) سوال:۔ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قال اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔

(الف) ایمان کی لغوی وشرعی تعریف لکھئے (ب) حقیقتِ ایمان کے بارےمیں مذاہب مختلفہ مع دلائلہم بیان کیجئے۔

(ج) ایمان بسیط ہے یا مرکب نیز نقص وزیادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں اسی طرح ایمان واسلام میں نسبت لکھتے ہوئے تقدیر کے اقسام مع احکام لکھیں۔

جواب۔ (الف) ایمان کی لغوی تحقیق:۔ ایمان ''امن'' سے ماخوذ ہے یہ خوف کی ضد ہے اور امن نام ہے زوال خوف وحصول طمانینت کا مجرد میں باب سمع سے آتا ہے پھر اسکو باب افعال (مزید) میں لے گئے تو ایمان ہوگیا۔

لفظ ایمان بالاتفاق متعدی مستعمل ہے، کبھی بغیر صلہ کے اور کبھی (۱) باء (۲) لام (۳) اور علی کے صلے کی ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً امنت زیداً متعدی بالباء مثلاً کل اٰمن باللہ یؤ منون بالغیب متعدی باللام مثلاً سورۂ یوسف میں ہے ''وما انت بمؤمن لنا'' متعدی بعلی مثلاً صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں ایک حدیث ہے ''الا اعطی من الآیات مامثلہ امن علیہ البشر''

(نوٹ) متعدی بعلیٰ نادر الوجود ہے۔ اور اگر ایمان صلہ کے ساتھ متعدی ہو تو اسکے اندر ایک ضمنی معنی پیدا ہو جاتا ہے متعدی بالباء کی صورت میں معنیٰ تصدیق متعدی باللام کی صورت میں معنیٰ اذعان ویقین اور متعدی بعلیٰ کے وقت اعتماد کا معنیٰ مستفاد ہوتا ہے جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے واضح ہے۔

ایمان شرعی ۔ ھو تصدیق بما علم مجیئ الرسول بہ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلا واجمالا فیما علم اجمالا (تقریر شیخ) (مثلہ فی المرقاۃ ص۱۰۷ ج۱)

(ب) المذاھب المختلفہ فی حقیقۃ الایمان مع دلائلھم:۔ معتزلہ وخوارج۔ **حقیقت** ایمان تصدیق بالقلب، اقرار باللسان عمل بالارکان کا مجموعہ ہے لیکن ترک عمل سے خارج از ایمان ہو جاتا ہے (فیض الباری)

دلیل:۔ (۱) لایزنی الزانی حین یزنی وھومؤمن (مسلم شریف ص۵۵ ج۱) (۲) من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر (۳) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون (المائدہ) (۴) ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ (مسلم شریف ص۶۱ ج۱)

مرجیۂ :۔ حقیقت ایمان فقط تصدیق ہے۔ اور اعمال صالحہ قطعاً غیر ضروری ہیں۔ بلکہ انکا مشہور مقولہ ہے لا تضر مع الایمان معصیۃ کما لا تنفع مع الکفر طاعۃ وقالوا ان المؤمن وان عصیٰ لا یدخل النار (فیض الباری فتح الملہم)

دلیل :۔ قال علیہ السلام (لابی ذر) وان زنی وان سرق (مسلم شریف ص۶۶ ج۱ مشکوۃ شریف ص۱۴)

کرامیہ: ۔ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے اور یہی نجات کے لئے کافی ہے خواہ تصدیق قلبی ہو یا نہ ہو (فیض الباری فتح الباری)

دلیل:۔ من قال لااِلٰہ اِلا اللہ دخل الجنۃ۔ ما من عبد قال لا اِلٰہ اِلا اللہ ثم مات علی ذلک دخل الجنۃ (مسلم شریف ص۶۶ ج۱ مشکوۃ شریف ص۱۴)

جھمیہ :۔ ایمان علم ومعرفت کا نام ہے فقط۔ اِن کان العلم فی قلوبھم فھم مومنون کامل الایمان (فتح الملہم)

دلیل :۔ من مات وھو یعلم انہ لا اِلٰہ اَلا اللہ دخل الجنۃ (مسلم شریف ص۴۱ ج۱)

Scanned by CamScanner

امام ابو حنیفہ وجمہور فقہا ومتکلمین۔ ایمان فقط تصدیق قلبی ہی ہے (لیکن بشرط الاعمال) اور اقرار باللسان بھی لاجراء احکام الدنیویۃ شرط ہے۔

دلیل:۔ وہ تمام آیات جن میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے۔

مثلاً:۔ وقلبہ مطمئن با لایمان (پ۱۴ آیت ۱۰۶ ع ۲۰) ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (پ۲۶ آیت ۱۴ ع۱۴) اولئک کتب فی قلوبھم الایمان (پ۲۸ آیت ۲۲ ع۳)

ائمہ ثلاثہ وجمہور محدثین:۔ ایمان امور ثلثہ (تصدیق قلبی۔ اقرار لسانی عمل بالارکان) سے مرکب ہے۔ البتہ تارک عمل خارج از ایمان اور داخل فی الکفر نہیں بلکہ فاسق ہے۔ اور اعمال رکن زائد ہیں رکن اصلی فقط تصدیق ہے۔

دلیل:۔ الایمان بضع وسبعون اوبضع و ستون شعبۃً (مسلم شریف ص ۴۷ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ رکن زائد ہیں اصل ایمان تصدیق ہے کیونکہ شعبہ بمعنی شاخ امر زائد ہی کا نام ہے۔

نوٹ :۔ فقہاء ومحدثین کا یہ اختلاف لفظی ہے ورنہ مآل کے اعتبار سے (کہ یہ بھی اعمال کو رکن زائد مانتے ہیں یعنی مکمل ایمان اور فقہاء بھی یہی کہتے ہیں) دونوں میں اتفاق ہے۔

(ج) الایمان بسیط ام مرکب

امام ابو حنیفہؒ وجمہور فقہاء ومتکلمین ایمان کو بسیط مانتے ہیں۔ البتہ ائمہ ثلاثہؒ جمہور محدثین ایمان کو مرکب مانتے ہیں۔ بلکہ معتزلہ وخوارج کے یہاں بھی ایمان مرکب ہی ہے۔

النسبۃ بین الایمان والاسلام

ایمان واسلام کے سلسلے میں چاروں ہی نسبتوں کا قول منقول ہے۔

(۱) عموم وخصوص مطلق۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مرقاۃ ص۵۱ ج۱ میں) فرمایا ہے کہ ایمان (تصدیق قلبی) عام مطلق ہے اور اسلام (انقیاد ظاہری) خاص مطلق ہے فکل اسلام ایمان ولاعکس۔

لیکن علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الملہم ص۱۵۱ ج۱ پر رقمطراز ہیں۔

"والحق ان الایمان عبارۃ عن التصدیق کقولہ تعالیٰ "وماانت بمومن لنا" ای بمصدق والاسلام عبارہ عن التسلیم وللتصدیق محل خاص وھو القلب

امّا التسلیم فانہ عام فی القلب واللسان والجوارح فکل تصدیق (ایمان) تسلیم ولیس کل تسلیم (اسلام) تصدیقاً فموجب اللغۃ ان الاسلام اعم والایمان اخص"

(۲) عموم وخصوص من وجہ:۔ امام ابوحنیفہؒ وجمہور فقہا اور متکلمین وجوزاً عموم خصوص من وجہ کے قائل ہیں، البتہ مفہوماً تغایر کے قائل ہیں۔

لیکن فیض الباری کی عبارت "وقد جوّز الغزالیؒ بینھما النسب الثلاث من الاربع۔ غیر العموم من وجہ "، سے عموم وخصوص من وجہ کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ یہی اصح ہے (ص ۶۸ فیض الباری۱)

(۳) ترادف وتساوی:۔ جمہور محدثین ائمہ ثلاثہ معتزلہ وخوارج کا مسلک ترادف کا ہے۔

(۴) تباین:۔ بعض لوگ (مثلاً سید مرتضی زبیدی شارح احیاء العلوم کہتے ہیں کہ تغایر فی المفہوم وتلازم فی الوجود ہے۔

النقص والزیادۃ فی الایمان

امام اعظم اور فقہاء ومتکلمین کے نزدیک ایمان کمی زیادتی کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ایمان فقط تصدیق ہے اور تصدیق کے اندر نقص وزیادت نہیں ہوتا فلا یزید ولا ینقص ائمہ ثلاثہ ومحدثین کہتے ہیں کہ ایمان نقص وزیادت کو قبول کرتا ہے۔

Scanned by CamScanner

کیونکہ ایمان کی تعبیر میں عمل داخل ہے اور اعمال میں کمی بیشی ہوسکتی ہے **فالایمان یزید وینقص۔**

نوٹ:۔یہ اختلاف بھی نزاع لفظی کے قبیل سے ہے ورنہ حقیقتاً اتحاد ہے کیونکہ متکلمین وفقہاء نفس ایمان میں کمی زیادتی کے منکر ہیں اور اس بات کو محدثین بھی مانتے ہیں اسیطرح محدثین اعمال کے اعتبار سے نقص وزیادت کے قائل ہیں اس کے قائل فقہاء ومتکلمین بھی ہیں۔

اقسام التقدیر مع الاحکام

تقدیر کی تین قسمیں ہیں (۱) تقدیر علمی (۲) تقدیر کتابی (۳) تقدیر ارادی

حکم:۔ارباب فتاوی فقط تقدیر علمی کے منکر کو کافر کہتے ہیں بقیہ تقدیر کتابی وارادی کے منکر کو کافی تو نہیں البتہ فاسق تو کہہ ہی سکتے ہیں۔

مشکوۃ شریف ص ۱۱

(۴)**سوال**:۔فَاخۡبِرۡنِیۡ عَنِ الۡاِ حۡسَانِ قَالَ انۡ تَعۡبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّه، يَرَاكَ.

(الف)احسان کی لغوی واصطلاحی تعریف نیز ایمان واسلام واحسان کے مابین ربط تحریر کریں۔

(ب)کانک تراہ میں کانَ کہنے کی وجہ اور حدیث میں مذکورہ عبادت کے دونوں درجوں کی توضیح مطلوب ہے۔

(ج)اس حدیث کا اصطلاح محدثین میں کیا نام ہے نیز اسکا شان ورود اور مقام کیا ہے تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) احسان لغوی۔احسان باب افعال کا مصدر ہے لغۃ الاخلاص عبادت کو خلوص اور فراغ قلبی کے ساتھ ادا کرنا۔نیک کردن فعل کام کو عمدہ بنانا۔

اور یہ متعدی بنفسہ وبالواسطہ دونوں طرح مستعمل ہے کما فی قولہ تعالیٰ واحسن کما احسن الله الیک۔

احسان اصطلاحی:۔(۱) الاحسان مراقبة قيام الله تعالىٰ على كل نفس على الدام (التعليق من الرحيق المختوم)

(۲) احسان نیک کردن فعل را بروجہ تکمیل وتجوید وایقان چناں کہ بجا آوردن باید وشاید،، (محدث دھلویؒ)

(۳) الاحسان رؤية اوكالرؤية اى اشهاد(ابن العربیؒ)

(۴)الاحسان مراعلة الخشوع والخضوع ومافى معنا هما فى العبادة كما قاله العلامة السندى فى حاشية البخارى۔

اسلام وایمان واحسان میں ربط

اسلام:۔ اسلام نام ہے التزام فرائض واظہار اطاعت کا اور اسکے لئے تصدیق لازم ہے تاکہ طاعت مقبول ہو جائے۔اور تصدیق وطاعت کا فائدہ۔ اخلاص کے ساتھ ہوگا ورنہ تو (ریا وسمعہ کے ساتھ) سودمند نہ ہوگا۔اسی لئے اسلام وایمان اور احسان کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے۔

(ب) **کأن کہنے کی وجہ**:۔کأن مثل شئی اور شبہ شیٔ کے معنی کیلئے آتا ہے نہ کہ عین شیٔ کے معنی کیلئے اور یہاں بھی مثلیث شیٔ کو بتلانا ہے نہ کہ اصلیت شیٔ کو (یعنی کہ مثل رائی ہونے کو بتلانا ہے نہ کہ عین رائی ہونے کو) اسی لئے بجائے انک کے کانک کہا۔

حدیث میں مذکورہ درجات عبارت کی توضیح:۔اس حدیث میں عبادت کے دو درجے مذکور ہیں (۱) مشاہدہ یہ کانک تراہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مراقبہ یہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک سے مفہوم ہوتا ہے۔

مشاھدہ:۔بندہ اس طرح عبادت کو مع شرائط وارکان کے بجالائے کہ رب سبحانہٗ وتعالیٰ کا مکاشفہ ہو رہا ہو یعنی گویا کہ دیدار الٰہی سے بھی سرفراز ہو رہا ہے۔

مراقبہ:۔ بندہ عبادت کو مع شرائط وارکان کے ادا کرے لیکن دیدار الٰہی کی کیفیت حاصل نہ ہو البتہ یہ ملحوظ رہے کہ باری تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

(ج) **محدثین کی اصطلاح میں حدیث باب کا نام**:۔ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں حدیث جبرئیلؑ کے نام سے موسوم ہے۔

شان ورود:۔ مسلم شریف (ص ۲۹ ج ۱) پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آمد کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا سلونی یعنی اب میرا آخری وقت آچکا ہے جو کچھ متعلقات دین میں سے معلوم کرنا ہو معلوم کرلو تو منافقین وغیرہ بے جا بکثرت سوال کرنے لگے اسی لئے پھر سورۂ مائدہ کی آیت یا یھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء الخ (پ ۷) کے ذریعہ بکثرت اور لغو سوالات سے منع کردیا گیا اسی بناء پر صحابۂ کرام سوالات کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور خواہشمند ہوتے کہ کوئی دیہاتی آئے اور دین کے بارے میں پوچھے تو ہمیں بھی کچھ علم ہو جائے اسی لئے حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو بشکل انسانی سائل بنا کر بھیجا اور انہوں نے حدیث میں مذکورہ ضروری سوالات کیئے۔ تاکہ حاضرین بغور سن کر استفادہ کرسکیں۔

حدیث باب کا مقام:۔ اس حدیث کا ذخیرۂ حدیث میں وہی مقام ہے جو قرآن کریم کے اندر سورۂ فاتحہ کا ہے یعنی جس طرح سورۃ فاتحہ ام الکتاب اور ام القرآن ہے اسی طرح حدیث جبرئیلؑ ام السنۃ اور ام الحدیث ہے، علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ یصلح ان یقال لہ ام السنۃ (فتح الباری ص ۱۲۵ ج ۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱

(۵) سوال:۔ قَالَ فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الۡمَسۡئُوۡلُ عَنۡهَا بِاَعۡلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخۡبِرۡنِیۡ عَنۡ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنۡ تَلِدَ الۡاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنۡ تَرَی الۡحُفَاةَ الۡعُرَاةَ الۡعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاةِ يَتَطَاوَلُوۡنَ فِی الۡبُنۡيَانِ۔

(الف) ترجمہ کیجئے نیز یہ بھی بتلائے کہ قیامت کی یہ علامات قریبہ ہیں یا بعیدہ؟ اور ان کا مفہوم بھی تحریر کیجئے۔

(ب) سوال مذکور کا دیگر سوالوں سے ربط بیان کیجئے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق کیجئے۔

جواب:۔ (سائل یعنی حضرت جبرئیلؑ نے) کہا پس مجھکو قیامت (کے دن) کے متعلق خبر دیجئے آپؐ نے جواب دیا کہ جس شخص سے قیامت کے بارےمیں پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ (قیامت کے متعلق) جانکار نہیں ہے (تو) کہا پھر اسکی علامات (ھی) کے بارےمیں بتلا دیجئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنے گی باندی اپنے آقا کو اور آپ ننگے پاؤں، ننگے جسم، تنگدست اور بکریوں کے چرواہوں کو دیکھیں گے کہ آبادیوں میں (عالیشان مکانات میں) فخر وغرور کی زندگی بسر کررہے ہوں گے۔

علامات قریبہ یا بعیدہ؟

قیامت کی علامات دو طرح کی ہیں (۱) معتادہ (۲) غیر معتادہ۔

معتادہ۔ وہ علامات جو بتدریج وقتاً فوقتاً رونما ہوں گی۔

غیر معتادہ۔ وہ علامات جو یک بیک ظاہر ہو جائیں گی مثلاً نزول عیسیٰ خروج دجال ودابۃ الارض، طلوع شمس از مغرب بالفاظ دیگر علامات معتادہ کو قریبہ وصغریٰ اور غیر معتادہ کو بعیدہ و کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

الغرض حدیث پاک کے اندر علامات قریبہ صغریٰ کا ذکر ہے۔

ان تلد الامۃ ربتھا اس علامتِ قیامت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

(۱) ام ولد کی بیع کا رواج ہو جائیگا اور ایک باندی کی بیع ہوگی وہ مختلف ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہیگی نوبت بانجا رسد کہ اسکا لڑکا اپنی ماں کو لاعلمی میں خرید کر اسکے ساتھ باندیوں اور غلاموں جیسا سلوک کریگا (مرقاۃ ص ۱۲۹ ج ۱)

(۲) اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ قرب قیامت میں زنا کا عام رواج ہو جائیگا لیکن اس صورت میں **ربتھا** کے اندر رب بمعنی **بعل** (شوہر) ہوگا جیسا کہ مسلم شریف کے اندر ایک روایت میں۔ **اذا ولدت الامۃ بعلھا** (مسلم شریف

ص۲۹ ج ۱) بھی آیا ہے (مرقاۃ ص۱۲۹ ج۱)

(۳) اس جملہ میں والدین کی بکثرت نافرمانی سے کنایہ ہے اور یہ کہ اولاد والدین کو ماتحت اور خادم کی طرح بنالیں گے اور ان کو برا بھلا کہیں گے (اعاذنا الله الامان والحفیظ) یہ آخری توجیہ سب سے عمدہ ہے۔ (مرقاۃ ص۱۲۹ ج۱)

ان تری الحفاة العراة العالة الخ :۔ (۱) ان تمام علامات کا مطلب یہ ہے کہ محتاج اور فاقہ کشوں پر دنیا اس قدر کشادہ ہو جائیگی کہ فخر و غرور میں مست ہو جائیں گے (حاشیہ مسلم شریف ص۲۸ ج۱) (مرقاۃ ص۱۳۰ ج۱)

(۲) نااہل لوگ برسر اقتدار ہوں گے حکومت و سیاست کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں ہوگی اور عالیشان بنگلے تیار کریں گے اور پوری بستی میں بس یہی لوگ نظر آئیں گے۔ اِذا وُسِّد الامر اِلی غیر اهله فانتظر الساعة (بخاری شریف) (مرقاۃ ص ۱۳۰ ج ۱)

ربط کیا ہے؟ (ب) اس سوال کا سابقہ سوالوں سے ربط کچھ اسطرح ہے۔

(۱) خلق عالم کا مقصد عبادت ہے کما قال الله تعالیٰ وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون (پ۲۷)

(۲) اور عبادت کا درجۂ کمال احسان ہے (۳) ہر کمالے راز والیست۔

لہٰذا جب عبادت حد کمال کو پہونچ گئی تو تیسرے مقدمے کے پیش نظر قیامت ہی کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

الفاظ مخطوطہ کی تحقیق:۔ الحفاة ج حافٍ حفِی یحفی باب س ننگے پاؤں ہونا۔ العراة ج عارٍ عرِی یعری باب سمع برہنہ بدن ہونا العالة ج عائلٍ عال یعیل باب ضرب تنگدست و محتاج ہونا۔ رعاء ج راعٍ (بکسر الزاء المهمله وبضمها) رعٰی یرعی باب فتح بکریوں اور جانوروں کو چرانا۔ مویشیوں کی نگرانی کرنا الشاء ج شاة بکری۔ یتطاولون جمع مذکر غائب فعل مضارع باب تفاعل سے تطاول یتطاول تطاولا۔ فخر و غرور کرنا۔ خود کو دوسروں سے بڑا ظاہر کرنا۔

مشکوۃ شریف ص۱۲

(۶) **سوال**:۔ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اللهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذیٰ عَنِ الطَّرِیْقَةِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَان۔

(الف) اس روایت سے قائلین مرکب کی تائید ہوتی ہے یا بسیط کے قائلین کی اور یہ حدیث شریف بظاہر جنکے خلاف ہے وہ لوگ اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

(ب) لفظ بضع اور شعبة کی تحقیق لغوی کرتے ہوئے حیاء کی لغوی و اصطلاحی تعریف مع اقسام بیان کریں۔

(ج) حیاء کو بطور خاص ذکر کرنیکی وجہ بھی تحریر کریں نیز حیاء کا اطلاق بطور حقیقت ہے یا مجاز؟

جواب:۔ **(الف)** اس روایت سے قائلین مرکب کی تائید ہورہی ہے۔

قائلین بسیط کی طرف سے جواب دیا جائیگا کہ یہ شعب متعددہ باعتبار اعمال واوصاف کے ہیں ورنہ نفس ایمان کی کوئی شاخ اور اسکا کوئی شعبہ نہیں ہے۔

(ب) لفظ بضع کی لغوی تحقیق:۔ البضع والبضعة بمعنی القطعة من الشئ یہ الفاظ عدد کیلئے مستعمل ہیں اور گوشت کے ٹکڑے کو بھی بضعة اللحم کہا جاتا ہے، اسی طرح عورت کی شرمگاہ پر بھی لفظ بضعہ کا اطلاق ہوتا ہے لیکن معنیٰ عدد کیلئے بکسر الباء و بفتحها اور قطعة اللحم کیلئے بفتح الباء فقط، اور قبل مرأۃ کیلئے بضم الباء استعمال کیا جاتا ہے کما قال الامام النووی فی حاشیة مسلم ص۴۷ ج ۱ البضع والبضعة بکسر الباء فیهما وبفتحها هذا فی العدد فاما بضعة اللحم فبالفتح لا غیر مسلم ص۴۷ ج ۱ البُضعُ الزواج وعقده والمهر والفرج، ج بضوع، ابضاع معجم الوسیط ص ۶۰۔

Scanned by CamScanner

اور لفظ بضع کا اطلاق مختلف اعداد پر ہوتا ہے۔

(۱) ۱/ سے ۴/ تک (۲) ۴ سے ۹ تک (۳) ۳/ سے ۵ تک (۴) ۳/ سے ۹ تک (۵) ۳/ سے ۱۰ تک (۶) فقط ۷ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (۷) ۲/ سے ۱۰ تک (۸) ۱۲ سے ۲۰ تک۔

اما البضع فی العد د مابین الثلث والعشر وقیل من ثلاث الی تسع وقال الخلیل البضع سبع وقیل مابین اثنین الی عشرة ومابین اثنی عشر الی عشرین (حاشیہ مسلم شریف ص۴۷ ج۱)

وفی العدد مابین الثلث الی التسع اوالی الخمس اومابین الواحد الی الاربعة اومن اربع الی تسع (مرقاۃ ص۱۳۹ ج۱ عن القاموس)فتح الملهم)

لفظ شعبہ کی لغوی تحقیق :۔شعبہ کے معنی لغت میں ٹکڑے اور شاخ کے آتے ہیں۔

اماالشعبة فهی القطعة من الشئ (حاشیہ مسلم شریف ص۴۷) وهی فی الاصل غصن الشجر وفرع کل اصل (مرقاۃ ص۱۳۹ ج۱)

حیاء لغوی :۔حیا ملخذ وہ تغیر وانکسار جو بخوف عیب وملامت انسان کو پیش آئے (بحوالہ تنظیم الاشتات۔

حیاء اصطلاحی :۔اصطلاح شرع میں حیاء نام ہے ایسی خصلت کا جو انسان کیلئے فعل قبیح کے ترک کرنے اور اہل حق کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے روکنے کا باعث ہو۔

وانما حقیقة الحیاء خلق یبعث علی ترک القبیح ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق (حاشیہ مسلم شریف ص ۴۷ ج۱)

حیاء کے اقسام :۔حیاء کی دو قسمیں ہیں (۱) حیاء نفسانی طبعی (۲) حیاء ایمانی حقیقی۔

(ج) حیاء کو بطور خاص کیوں ذکر کیا گیا؟:۔(۱) حیاء کے ایک امر خلقی وطبعی ہونے کی بناء پر اس کے من الایمان ہونے سے ذہن کو ذھول ہوسکتا ہے اسی لئے بطور خاص ذکر کردیا (فیض الباری)

(۲) لکون الحیاء باعثا علیٰ افعال البر وما نعاً من المعاصی (حاشیہ مسلم شریف ص۴۷ ج۱)

چونکہ حیاء ایسی خصلت ہے جو نیکیوں پر ابھارتی اور برائیوں سے روکتی ہے اسی لئے بطور خاص ذکر کردیا گیا۔

حیاء پر ایمان کا اطلاق حقیقت ہے یا مجاز :۔حیاء پر ایمان کا اطلاق بطور مجاز ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر (فتح الباری)

مشکوٰۃ شریف ص۱۲

(۷) سوال:۔عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ۔

(الف) ترجمہ کرتے ہوئے لاتخفروا کی لغوی وصرفی تحقیق پیش کیجئے (ب) اور حدیث میں مذکورہ امور ثلثہ کی توضیح کرتے ہوئے بتلایئے کہ کیا یہ امور ثلثہ ہر زمانے کے لوگوں کیلئے علامت اسلام ہیں۔یا نہیں؟

(ج) انہی امور کی وجہ سے مسلم کیوں کہا گیا۔

جواب:۔(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کی جانب رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جسکے لئے اللہ اور رسولؐ کا عہد و پیمان ہے لہذا اللہ سے اسکے عہد و پیمان میں عہد شکنی نہ کرو۔

لاتخفروا کی لغوی تحقیق:۔نہی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے باب افعال سے آتا ہے الاخفار فلاناً۔عہد شکنی کرنا۔بیوفائی کرنا۔

Scanned by CamScanner

(ب) **من صلی صلوتنا:** ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موافق نماز پڑھنا یعنی دیگر افعال کی طرح نماز میں رکوع بھی کرے کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔اسی طرح پنجوقتہ نماز ادا کرے کیونکہ امم سابقہ میں پانچ نمازیں نہ تھیں بلکہ ایک یا دو تھیں فقط۔

واستقبل قبلتنا:۔ مطلب یہ ہے کہ نمازوں میں بیت اللہ شریف کی جانب رُخ کرے جوامت محمدیہؐ کا قبلہ ہے یہود کے قبلے (بیت المقدس) کا استقبال نہ کرے۔

واکل ذبیحتنا:۔ یعنی شریعت محمدیہؐ کے مطابق ذبح کردہ حلال جانوروں کو کھانے میں استعمال کرے غیر مشروع، حرام ذبیحوں سے احتراز کرے کیونکہ کفار اہل اسلام کا ذبیحہ نہیں استعمال کرتے تھے بلکہ حرام غیر مشروع ذبیحہ کھاتے تھے۔

کیا یہ امور ہر زمانے کے لوگوں کیلئے علامت اسلام ہیں؟

یہ امور ثلثہ مقتضائے زمانہ واحوال کے اعتبار سے علَم اسلام قرار دیئے گئے\تھے ہر زمانے کے لوگوں کیلئے عام نہیں ہیں۔ بلکہ بتقاضائے زمانہ واحوال علامت مقرر کئے جائیں گے مثلاً فی زماننا ھٰذا اقرار ختم نبوت بھی علَم اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔

ان امور ثلثہ ھی کیوجہ سے مسلم کیوں کہا گیا؟ چونکہ جو شخص ان امور ثلثہ کا عامل ومعترف ہوگا وہ ضرورۃً آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا بھی معترف ہوگا اور آپؐ کی بیان کردہ تمام باتوں کو حق وسچ جانے گا اور موحد بھی ہوگا۔ یہی ایمان شرعی ہے اسی لئے ان امور ثلاثہ کے حامل کو مؤمن ومسلم کہلایا گیا۔

لا توجد الا من موحد معترف بنبوّته ومن اعترف به فقد اعترف بجميع ما جاء به وهو الا يمان الشرعی (حاشیہ ۱۳ مشکوٰۃ شریف ۱۲)

مشکوٰۃ شریف ص۱۲

(۸) **سوال:**۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتٰى اَعْرَابِیٌّ اَلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم فقال دُلَّنِیْ علی عملٍ اِذا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قال تَعْبُدُ

اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّيْ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا شَيْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا۔

(الف) عبارت کا ترجمہ تحریر فرماتے ہوئے بتلائیں کہ ''دخلتُ الجنۃ'' سے دخول اولی مراد ہے یا ثانوی، اگر دخول اولی مراد ہے تو اسکے لئے تمام واجبات کی پابندی اور محرمات سے اجتناب لازم ہے حالانکہ حدیث میں انکا کوئی ذکر نہیں جواب تحریر کریں۔

(ب) لا ازید ولا انقص میں لا انقص پر جنت کی بشارت تو مناسب ہے، لیکن لا ازید کہنے کے باوجود بھی کسطرح جنت کی خوشخبری دی گئی وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

(ج) ترک فعل خیر پر قسم کھانا درست نہیں تو آپؐ نے اعرابی کے قول (والذی نفسی بیدہ لا ازید) پر نکیر کیوں نہیں فرمائی۔

جواب:۔ (الف) ترجمہ:۔ ایک اعرابی (دیہاتی اسمہٗ لقیط بن صبرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا پھر اس نے درخواست کی کہ مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے کہ جب اس کو کرلوں جنت میں داخل ہو جاؤں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھراؤ اور فرض نمازوں کو قائم کرو اور فریضہ زکوۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو (تو) اس (اعرابی) نے کہا قسم ہے اس ذات مقدس کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس پر نہ کچھ اضافہ کروں گا اور نہ ھی اس میں سے کمی کروں گا۔ پھر جب وہ واپس جانے لگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جسکو ایک جنتی مرد دیکھنے کی خوشی ہے تو وہ اس (اعرابی) کو دیکھے۔

دخلت الجنۃ سے کونسا دخول مراد ہے:۔ دخول جنت سے دخول اوّلی مراد ہے (مرقاۃ ص۱۶۰ ج۱) اور دخول اولیٰ کے لئے تمام واجبات کی پابندی اور محرمات سے اجتناب لازم ہے تو تعبد کے اندر عبادت تمام فرض ونفل وواجب عبادات کو شامل ہے۔ اور تقیم الصلوٰۃ کے اندر صلوٰۃ (جو تمام فحش وبری باتوں سے روکتی ہے) کے

ضمن میں اجتناب عن المحرمات بھی مفہوم ہوتا ہے۔

(ب) **قولہ لا ازید پر بشارت جنت کیونکر؟**:۔ اسکے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں (۱) علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اُس اعرابی سے یہ کلام قبول وتصدیق میں اظہار مبالغہ کے طور پر صادر ہوا ہے۔ قبلت کلامک قبولا لا مزید علیه من جهة السوال ولا نقصان فیه من طریق القبول :۔ لہٰذا لا ازید سے عمل صالح کے زیادتی کی نفی مقصود نہیں بلکہ اظہار مبالغہ فی القبول والتصدیق مراد ہے (کذا فی المرقات ص۱۶۱ ج۱)

(۲) علامہ انور شاہ الکشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آدمی شارع علیہ السلام کے پاس بلاواسطہ خود اپنے لئے رخصت طلب کرنے آیا تھا اسی لئے آپؐ نے امور مذکورہ ھی پر اسکو جنت کی بشارت سنادی لہٰذا یہ شخص قاعدۂ عامہ سے مستثنیٰ ہوگا۔

(۳) حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے لا ازید ولا انقص کی ذوق ومزاج اور عرف عام کے مطابق سب سے عمدہ توجیہ فرمائی ہے۔ کہ "کبھی کبھی فقط شیٔ واحد کی نفی مقصود ہوتی ہے لیکن تحسین کلام یا مبالغہ وتاکید کے طور پر اسکے مقابل کی بھی نفی کردی جاتی ہے۔

مثلاً (۱) بائع سے مشتری پوچھتا ہے ارے بھائی قیمت میں کچھ کمی بیشی ہوگی؟

(۲) اسی طرح مبیع تولتے ہوئے مشتری بائع سے کہتا ہے ٹھیک ٹھیک تولنا کمی بیشی نہ ہو؟ تو ظاہر ہے کہ مشتری کا قول قیمت یا کیل کے متعلق بجمیع اجزاۂ مقصود نہیں ہے بلکہ پہلی صورت میں نقص فی القیمۃ کا اور دوسری صورت میں عدم نقص فی الکیل والوزن کا سوال مقصود ہے۔ اور دوسرا جملہ بطور تحسین کلام کے مذکور ہوا ہے۔

لہٰذا :۔ حدیث پاک کے اندر بھی فقط لا انقص مقصود ہے، اور لا ازید کا ذکر تزئین کلام کے طور پر ہے تو اب جنت کی بشارت میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

آپؐ نے نکیر کیوں نہیں فرمائی

اس اعرابی کے فعل خیر کے ترک پر قسم کھانے کے باوجود آپؐ نے مصلحتاً نکیر نہیں فرمائی کیونکہ یہ شخص بدوی تھا، اسے تمام شرائع کا علم بھی نہیں تھا اور ان جیسوں کی اصلاح آہستہ آہستہ دین سکھلا کر ہی کی جاسکتی ہے اسی وجہ سے آپؐ نے سکوت فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۲

(۹) سوال:۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(الف) ترجمہ کرو نیز یہ بتلاؤ کہ لا یؤمن میں لا نفی جنس ہے یا نفی کمال، اور کیوں (ب) اور محبت کے اقسام واسباب تحریر کرتے ہوئے بتلاؤ کہ یہاں حب نبی سے کون کون سی محبت مراد ہو سکتی ہے اور کیوں اور راجح کی تعیین کرتے ہوئے وجہ ترجیح بھی لکھو

(ج) محبت کے لغوی واصطلاحی معنی اور اس کے اقسام واسباب لکھتے ہوئے تقدیم الوالد علی الولد اور والد کے تخصیص کی وجہ بھی بیان کرو۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ** :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے والد (والدین) اور اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے (بھی) زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لا یؤمن میں کون سی نفی ہے:۔ لا یؤمن کے اندر نفی کمال ایمان مراد ہے اس لئے کہ احدکم کے اولین مخاطب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی مقدس وبابرکت جماعت کے انفس قدسیہ ہیں جن کے قلوب نفس ایمان ہی نہیں حلاوت ایمان سے بھی سرشار تھے لہٰذا لازمی طور پر ماننا پڑیگا کہ عدم زیادتی حب نبوی سے کمال ایمان کی نفی مقصود ہے نہ کہ جنس ایمان کی نفی۔

یہاں کون کون سی محبت مراد ہو سکتی ہے اور کیوں؟:۔ اس سلسلے میں علماء امت کی آراء مختلف ہیں۔

چنانچہ تعلیق الصبیح، فتح الباری، فتح الملہم اور حاشیہ مسلم وغیرہ میں علامہ

ابوسلیمان خطابیؒ سے منقول ہے کہ یہاں محبتِ عظمت واعتقاد (یعنی عقلی وشرعی) مراد ہے فقط۔

دلیل:۔ کیونکہ حب عقلی وشرعی اختیاری اور حب طبعی غیر اختیاری ہے اور اللہ تعالیٰ غیر اختیاری امور کا مکلّف نہیں بناتا۔ کما قال اللہ لایکلف اللہ نفساً اِلا وسعها۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حب عقلی وشرعی مراد ہے فقط۔

قال الامام ابو سلیمان الخطابی لم یردبه حب الطبع بل ارادبه حب الا ختیار لان حب الانسان لنفسه طبع ولا سبیل اِلیٰ قلبه (حاشیہ مسلم شریف ص ۴۱ ج ۱)

اور علامہ عینیؒ وعلاّمہ طیبیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے منقول ہے کہ حب طبعی مراد ہے

دلیل:۔ اسکی دلیل خود حدیث پاک سے مفہوم ہوتی ہے۔ اسطرح کہ (۱) حب رسولؐ کو اولاد ووالد کی محبت سے زائد ہونے کو بتلایا ہے (۲) اور اولاد ووالد کی محبت طبعی ہوتی ہے (۳) اور یہ بات بھی طے شدہ کہ تقابل دو باہم متساوی ومتحد اشیاء میں ہوتا ہے۔ (۴) اور احب اسم تفضیل ہے کہ جسکے اندر تقابل کا ہونا ظاہر و باہر ہے۔

لھذ:۔ ان مقامات اربعہ کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یہاں حب طبعی مراد ہے۔

القول الرّاجح مع وجه الترجیح:۔ قول راجح یہ ہے کہ یہاں حب طبعی مراد ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ محبت طبعی کے تمام اسباب آپ علیہ السلام کے اندر بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں جن پر آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

قرابت:۔ مثلاً النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم (پ ۲۱)

احسان، رحمت وشفقت:۔ مثلاً وما ارسلناک اِلا رحمة للعالمین (پ ۱۷) وبالمؤمنین رؤف رحیم (پ ۱۱)

جمال:۔ مثلاً کما فی الحدیث قالت عائشةؓ۔

لنا شمس وللا فاق شمس ☆ وشمسی تطلع بعدالعشاء۔

کمال:۔ مثلاً قال اللہ تعالیٰ انک لعلیٰ خلق عظیم (پ ۲۹)

(ج) محبت کے لغوی واصطلاحی معنی:۔ المحبّة لغۃً المیل کسی چیز کی طرف رغبت ظاہر کرنا۔

حبّ یحِبّ حباً ومحبّة بابه ضرب۔

وفی الاصطلاح:۔ کما قال النّوی فی حاشیة مسلم اصل المحبّه المیل الیٰ ما یوافق المحب (حاشیه مسلم شریف ص ۴۹ ج ۱)

اقسام واسباب:۔ محبت کی دو قسمیں ہیں (۱) طبعی غیر اختیاری (۲) عقلی وشرعی اختیاری۔ عام طور پر محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں (۱) ال (قرابت) (۲) نوال (احسان ورحمت) (۳) جمال (۴) کمال۔ اسکے علاوہ بھی اسباب ہوسکتے ہیں لیکن یہ اسباب عمومی اور اکثری ہیں۔

لماذا قدم الوالد وخصه:۔ والد کو ولد پر اس لئے مقدم کیا (۱) کہ اگرچہ اولاد اور والد کے مابین جزئیت وبعضیت کا تعلق ہے لیکن والد کا تعلقِ جزئیت مقدم ہے فلذا اقدمہ ذکراً۔ (۲) والد زماناً واجلالاً ورتبۃً مقدم ہے اسی لئے وضعاً بھی اسکو مقدم کردیا گیا۔ اور فقط والد کے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ والد اصل ہے بمقابل والدہ کے۔

نوٹ:۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ والد کے تحت ماں باپ دونوں شامل ہیں بایں طور کہ (۱) والد سے من له الولد معنی عام مراد ہو (۲) والد سے صرف باپ ہی مراد ہو لیکن ایک کے ذکر پر اکتفاء کرنا اسکے مقابل کو بھی شامل ہوتا ہے کما یکتفی عن احد الضدین بالأخر۔ کما فی قوله تعالیٰ تقیکم الحر (پ ۱۴) بیدک الخیر (پ ۳) (فتح الباری والملهم)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۲

(۱۰) سوال:۔ قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثلثٌ مَن کُنَّ فِیهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَن کَانَ اللہُ وَرَسُوْلُهٗ

Scanned by CamScanner

اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَکْرَہُ اَنْ یَعُوْدَفِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُلْقٰی فِی النَّارِ۔

(الف) حدیث پاک کا مطلب تحریر کریں (ب) حلاوت ایمان سے کیا مراد ہے۔ (ج) خاص کران امور ثلثہ کوحلاوت ایمان کی علامت کیوں قرار دیا بیان کریں۔

جواب:۔(الف) مطلب:۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر یہ امور ثلثہ ہوں گے اسکے لئے تمام مصائب و پریشانیوں کوجھلینا اور دنیا و مافیہا کواللہ کے راستے میں قربان کر دینا نہایت سہل وآسان ہو جائیگا (حاشیہ مسلم شریف ص۴۹ ج۱)

اور امور ثلثہ کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے منعم بالذات اور رسول اللہ ﷺ کے واسطۂ جملہ انعامات ہونے کے باعث سب سے زیادہ محبت انہی دونوں ہستیوں سے ہونی چاہئے اور ماسواہما سے محبت صرف اور صرف خدا کے واسطے ہو اور عودالی الکفر کومحال ومعدوم سمجھے۔

(ب) حلاوت ایمان سے کیا مراد ہے؟:۔(۱) حلاوت ایمان سے حسن خاتمہ مراد ہے۔

(۲) حلاوت ایمان سے مراد یہ ہے کہ طاعات کے اندر لذت محسوس ہو بایں طور کہ تمام خواہشات ولذات دنیوی کوطاعات پرترجیح دے (مرقاۃ ص۱۴۷ ج۱)

(ج) بطور خاص ان امور ثلثہ کوحلاوت ایمان کی علامت کیوں قرار دیا؟:۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ منعم بالذات خدائے تعالیٰ ہی ہیں اور حضورؐ مراد خداوندی کو بیان کر کے خدا تک پہونچانے والے ہیں تو خدا اور رسول کے کامل احسان کا تقاضہ یہی ہے کہ ماسوا سے بیزار ہو، اور کسی سے تعلق بھی ہو تو برائے خدا ہو اور تعلق مع اللہ اتنا قوی ہو کہ عودفی الکفر کالمعدوم والمحال ہو تو جب اس تقاضے کو پورا کرے گا خود بخود طاعت وعبادت میں لطف آنا شروع ہو جائیگا اور طاعت وعبادت میں لطف ولذت

آنے ہی کا نام حلاوت ایمان ہے اسی وجہ سے ان امور ثلاثہ کوعلامت ایمان قرار دیا گیا ہے (اکثر الالفاظ من فتح الملہم)

مشکوۃ شریف ص۱۲۔۱۳۔

(۱۱) سوال:۔ عَنْ طَلْحَۃِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مِنْ اَھْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِیَّ صَوْتِہٖ وَلَا نَفْقَہُ مَا یَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا مِنْ رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَاِذَا ھُوَ یَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ فَقَالَ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھُنَّ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ۔

(الف) رجل سے کون مراد ہے؟ اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کیا ہے بیان کریں۔

(ب) ثائرالرّاس دوی صوتہ اور ھل علیّ غیر ھن ترکیب میں کیا واقع ہے تحریر کریں۔

(ج) نفل نماز شروع کر دینے سے لازم ہو جاتی ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کرتے ہوئی امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب بھی لکھیں۔

جواب:۔(الف) رجل سے کون مراد ہے؟ حدیث شریف کے اندر رجل سے ضمام بن ثعلبہؓ وافد بنی سعد بن بکر مراد ہیں (مرقاۃ ص۱۶۴ ج۱)

الفاظ مخطوطہ کی تحقیق:۔ثائر اسم فاعل باب نصر سے ثَارَ الرأس بالوں کا بکھرا ہوا ہونا دویّ مصدر باب ضرب دوی النحل شہد کی مکھی کا بھنبھنانا قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ دوی ایسی بلند اور مکرّر آواز کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔

وھو بفتح الدّال وضمّہ روایۃ ضعیفۃ وبکسر الواو وتشدید الیاء (مرقاۃ ص ۱۶۴ ج ۱)

دنا فعل ماضی واحد مذکر غائب باب نصر مصدر دُنوّ قریب ہونا اسی سے دنیا ہے۔

ثائر الرأس ُذوی صوتہ ُ ھل علی غیر ھن ترکیب میں کیا واقع ہیں؟

ثائر الرّاس کے اندر دو احتمال ہے (۱) مرفوع ہونا۔ بر بناء وقوع صفتِ رجل

(۲) منصوب ہونا بر بناء حالیت از رجل۔

دوی صوتہ اسکے اندر بھی دو احتمالات ہیں۔

(۱) منصوب ہونا بر بناء مفعولیت از نسمع صیغہ جمع متکلم معروف (وھذا اصح)

(۲) مرفوع ہونا۔ بر بناء نائب فاعل ہونے کے از یُسمع صیغہ واحد مذکر غائب مجہول ھل علیّ غیر ھن اس کے اندر علیّ جار مجرور ملکر خبر مقدم ہے۔

اور غیر ھن مبتدا مؤخر ہے (مرقاۃ ص ۱۶۵ ج ۱)

ھل یجب التطوع بعد الشروع فیہ ام لا اختلاف الائمۃ مع الدلائل۔

حضرت امام شافعی واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک نفل نماز شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتی ہے واجب نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کسی بناء پر نماز فاسد ہوگئی یا فاسد کر دیا تو اسکی قضاء لازم نہیں ہے۔

دلیل نفلاذا ھو یسأل عن الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوٰت فی الیوم واللیلۃ فقال ھل علی غیر ھن قال لا اِلا ان تطوع (مسلم شریف ص ۳۰ ج ۱، مشکوۃ شریف ۱۳)

طریقہ استدلال یہ ہے کہ الا ان تطوع میں استثناء منقطع ہے مطلب یہ ہوا کہ نفل نماز تمہارے اختیار میں ہے یا یہ کہ نفل نماز مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ فرائض خمسہ کے سوا تمام عبادتوں کو اس حدیث میں غیر ضروری کہا ہے۔ الغرض جب نفل اختیاری شئی ہے یا مستحب ہے تو پھر شروع کرنے سے واجب کیسے ہوسکتی ہے؟۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک نفل شروع کرتے ہی واجب ہوجاتی ہے لہٰذا اس کا اتمام بھی واجب ہوگا۔ اور کسی بناء پر فاسد ہوجائے تو قضاء بھی لازم ہے۔

دلیل:۔ (۱) قولہ تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم (محمد) (۲) لاجماع الصحابہ علی وجوب الاتمام (مرقاۃ ص ۱۶۵ ج ۱

(۳) ہمارا مستدل بھی وہی حدیث ہے جسکو امام شافعیؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں پیش کی ہے۔

طرز استدلال:۔ طرز استدلال یہ ہے کہ الا ان تطوع میں استثناء متصل ہے اور استثناء متصل میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے۔

لہٰذا الا ان تطوع کا مطلب ہوگا (اِلا ان تشرع فی التطوع فانہ یجب علیک اتمامہ (مرقاۃ ص ۱۶۵ ج ۱)

کہ اگر نفل نماز شروع کردیا تو اب اسکو پورا کرنا ضروری ہے۔

جواب دلیل امام شافعیؒ:۔ اسکے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) حدیث پاک میں استثناء متصل ہے نہ کہ منقطع، کیوں کہ استثناء منقطع خلاف اصل ہے اور بلا ضرورت خلاف اصل کے ارتکاب سے بچنا چاہئے الاصل فی الاستثناء ان یکون متصلاً۔

(۲) ہماری دلیل مثبت اور امام شافعی کی دلیل نافی ہے اور قاعدہ ہے المثبت مقدم علی النافی۔

(۳) چلو ہم مان لیتے ہیں کہ استثناء منقطع ہی ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ اسکو شروع کرنا تمہارے اختیار میں ہے یہی ہمارا بھی مسلک ہے۔

اقول یحتمل ان یکون الا ستثناء منقطعا والمعنی لکن التطوع باختیارک ای الابتداء کما ھو مذھبنا (مرقاۃ ص ۱۶۶ ج ۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۳

(۱۲) سوال:۔ فَاَمَرَھُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَھَاھُمْ عَنْ اَرْبَعٍ، اَمَرَھُمْ بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ، وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامِ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَھَاھُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ

Scanned by CamScanner

وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ اِحْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَرَائَكُمْ۔

(الف) ترجمہ کرتے ہوئے ھم ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ (ب) راوی فرماتے ہیں کہ چار باتوں کا حکم دیا حالانکہ حدیث پاک کے اندر پانچ باتیں مذکور ہیں اسکی توجیہ فرمائیں (ج) ظروف اربعہ کی الگ الگ تشریح کرتے ہوئے بتلائیں کہ ان کے استعمال سے ممانعت کا حکم باقی ہے یا نہیں؟ اور ان ظروف میں کس چیز کے استعمال کی ممانعت تھی اور کیوں؟

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ تو آپ علیہ السلام نے ان (وفد عبدالقیس) کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا انکو ایک خدا پر ایمان لانے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا اور رمضان کا روزہ رکھنے اور مال غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) ادا کرنیکا حکم دیا اور چار باتوں یعنی حنتم اور دُبّاء اور نقیر ومزفت کے استعمال کرنے سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان (باتوں) کو محفوظ کرلو اور اپنے پیچھے والوں (قبیلہ وشہر والوں) کو (بھی) اسکی اطلاع کردو۔

ھم ضمیر کا مرجع کیا ہے:۔ "امرھم نھاھم" وغیرہ میں ضمیر ھم کا مرجع وفد عبد القیس ہے۔

الموعود اربع والمذکور خمس لماذا ھکذا:۔

اس سوال کے جواب میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ان تعطوا من المغنم الخمس کا عطف شهادة ان لااله الا الله (جو کہ امور اربعہ مامورہ میں سے ایک ہے) پر نہیں بلکہ اسکا عطف امرھم باربع میں باربع پر ہے یعنی اصل عبارت اسطرح ہوگی امرھم باربع وبان تعطوا من المغنم الخمس۔ (انکو چار باتوں کا حکم دیا اور اداء خمس کا بھی حکم دیا)۔ (حاشیہ مسلم شریف ص ۳۴ ج مرقاۃ ص ۱۷۱ ج ۱)

قال ابن الصلاح ۔ان تعطوا عطف على قوله باربع فلا يكون واحدًا منها۔

(۲) فصحاء وبلغاء کی عادت ہے کہ جب کسی سے کلام کرتے ہیں تو جو باتیں مخاطب کیلئے سودمند ہوتی ہیں انکو بھی بطور افادہ کے ذکر کردیا کرتے ہیں چنانچہ اس وفد عبدالقیس (بنو ربیعہ) اور قبیلہ مضر کے درمیان جنگ وجدال ہوتی رہتی تھی تو مال غنیمت کا بھی امکان تھا اسی لئے آپ ﷺ نے انکو غنائم کا حکم (ھل من مزید کے طور پر) بھی بتلا دیا (حاشیہ مسلم شریف ص ۳۴ ج ۱) (مرقاۃ ص ۱۷۲-۱۷۱ ج ۱) یہ سب سے عمدہ جواب ہے۔

ثم زادهم خامسة لانهم كانو امجاورين لكفار مضر فكانوا اهل جهاد وغنائم (مسلم ومرقاة) هذما قال ابن بطال واظهر الاقوال هذ.

ان عادة البلغاء اِذا كان الكلام منصبًا لغرض من الاغراض جعلوا سياقه له (مرقاة)

ظروفِ اربعہ کی الگ الگ تشریح:۔ الحنتم۔ اسکے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں البتہ اصح اور اقوی قول یہ ہے۔ کہ یہ سبز رنگ کا ایک گھڑا ہے۔ (ھذا التفسیر ثابت فی کتاب الاشربۃ من صحیح مسلم عن ابی ہریرۃؓ) جس میں کفار مضر وغیرہ شراب تیار کرتے تھے بفتح الحاء وسکون النون وبفتح التاء ایضاً۔

الدّباء:۔ خشک کدّو کا برتن القرع اليابس اى الوعاء منه بضم الدال وتشديد الباء۔

النقير:۔ وہ برتن جسکو کھجور کی جڑ کھود کر بناتے تھے نبیذ کیلئے۔ بفتح النون۔ (ھذا کلہ فی حاشیۃ مسلم ص ۳۴ ج او مرقاۃ ص ۱۷۲ ج ۱)

المزفت:۔ رال اور تارکول سے روغن شدہ برتن (بحوالۂ مذکورہ) المطلى بالقار۔

حكم الممانعة باق ام لا:۔ امام احمد وامام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے اور ان ظروف اربعہ کا استعمال حرام ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۷۳ ج ۱ حاشیہ مسلم شریف ص ۳۴ ج ۱)

Scanned by CamScanner

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور اب ان ظروف کے استعمال کی اجازت ہے۔ (بحوالۂ مذکورہ)

ان ظروف میں کن چیزوں کے استعمال کی ممانعت تھی؟:۔ ان ظروف اربعہ میں نبیذ بنانے سے منع کیا گیا تھا۔ اسلئے کہ ان کو ان ظروف سے نفرت دلانا مقصود تھا کیونکہ ان کو ان برتنوں کے استعمال کی عادت تھی۔ لہٰذ ممکن ہے کہ سابقہ عادت کی وجہ سے ان برتنوں کو استعمال کرلیں اور ان میں خمر ہو یا اسکی بو باقی ہو۔

(۲) یا تو اس لئے کہ ان برتنوں کا منھ اور انکے مسامات بالکل بند ہوتے تھے لہٰذ ان کے اندر نبیذ بنانے میں جلد شدّت آجاتی تھی تو ممکن ہے کہ گرمی کی وجہ سے شدّت و اسکار پیدا ہو جائے اور آدمی غفلت میں نبیذ سمجھ کر استعمال کرلے اسی لئے ان ظروف اربعہ کو استعمال کرنے سے منع فرمادیا۔ (مرقاۃ ص ۲،۱۷۳-۱۷۲ حاشیہ مسلم شریف ص ۳۴ ج ۱)

مشکوۃ شریف ص ۱۳۔

(۱۳) **سوال**:۔ قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَایِعُوْنِیْ عَلیٰ اَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَیئاً وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا اولَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفیٰ مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكَ شیئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا فَهُوَ **كَفَّارَةٌ لَهٗ**۔

(الف) ترجمہ کریں بعد ازاں مطلب بھی تحریر کریں (ب) حدود کفارہ ہیں **یا نہیں؟** اختلاف ائمہ مع دلیل لکھتے ہوئے بتلائیں کہ حدیث پاک کس کا مستدل ہے دوسرے حضرات اسکا کیا جواب دیتے ہیں؟ (ج) بیعت کی تعریف اور اسکے اقسام تحریر کرتے ہوئے وضاحت فرمائیں کہ بایعونی میں بیعت سے کونسی بیعت مراد ہے؟

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا درانحالیکہ آپؐ کے ارد گرد صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت موجود تھی۔ کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت (عہد) کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروگے اور نہ چوری و زناء کروگے اور نا ھی اپنی اولاد کو قتل کروگے اور جان بوجھکر کسی پر بہتان تراشی نہ کروگے اور شریعت کے مطابق احکام کی نافرمانی نہیں کروگے پس تم میں سے جو شخص (اس عہد کو) پورا کریگا اس کا اجر خدا کے ذمہّ ہے اور جو شخص (شرک کے علاوہ) ان گناہوں میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اسکو اس (گناہ) کی سزا (جیسے حد وغیرہ جاری ہو جائے) دنیا میں مل گئی تو یہ (سزا) اس (گناہ) کیلئے کفارہ ہو جائیگی۔

مطلب:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اندر جتنے امور منہیہ ہیں ان تمام سے اجتناب ضروری ہے بطور خاص حدیث پاک کے اندر مذکورہ امور زنا، چوری بہتان تراشی وغیرہ سے۔ اور معاذ اللہ اگر ان امور میں سے کسی ایک کا مرتکب ہو گیا پھر اس پر مناسب جرم شرعی حدود جاری کردیئے گئے تو دنیا کے اندر کفارہ ہو جائیگا لیکن آخرت کا معاملہ مشیت باری پر موقوف ہے۔

(ب) **الحدود كفارات ام لا ؟**:۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ ہیں یعنی کہ دنیوی سزا کے ذریعے اخروی عذاب بھی معاف ہو جاتا ہے۔

دلیل:۔ فهو كفارة له الحدیث (بخاری شریف ص ۱۰۰۳ ج ۲ مسلم شریف) مشکوۃ ص ۱۳ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارات نہیں بلکہ زواجر (منجانب اللہ ڈانٹ پھٹکار) ہیں سیاسی وانتظامی معلاملات کو صحیح اور درست و برقرار رکھنے کیلئے۔

دلیل:۔ (۱) فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلو الهم شهادةً ابداً واولئك هم الفاسقون (سوره نور)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محض حد قائم کردینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فسق کو ساقط کرنیکے لئے توبہ کرنا واجب ہے۔ لہٰذ حدود کفارات نہیں بن سکتے۔ (التعلیق الصبیح ص ۳۴ ج ۱)

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ حدود کفار پر بھی قائم کئے جاتے ہیں باوجودیکہ ان پر کفارہ لازم نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ حدود سواتر للذنوب (کفارہ) نہیں ہیں بلکہ

Scanned by CamScanner

زواجر ہیں(ھدایہ ص۴۸۶ ج۲)

(۳) عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لا ادری ان الحدود کفارات ام لا(المستدرک للحاکم بسند قوی:العرف الشذی علی الترمذی ص۲۶۸ ج۱)

نوٹ:۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا قول فیصل ملاحظہ فرمالیں۔

’’اقامت حدود کے بعد تین حالات ہیں۔

(۱)اگر بعد الحد توبہ کرلیا تو بالاتفاق کفارہ ہے(۲)بعد الحد توبہ تو نہیں کیا لیکن اس گناہ کا دوبارہ ارتکاب نہیں کیا تو اب بھی کفارہ ہے(۳)اقامۃ الحد کے بعد بھی گناہ کرتا رہا اور حد کی کوئی پرواہ نہ کی تو اب حدود کفارہ نہ ہوں گے(فیض الباری ص۹۳ ج۱)

حدیث باب کس کا مستدل ہے اور اس کا جواب کیا ہے؟:۔حدیث باب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل ہے لیکن احناف نے اسکے مختلف جوابات دیئے ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱)حدود کفارات تو نہیں لیکن اقامت حدود کے بعد اکثر توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے اسی لئے اعتبارًا للاغلب والاکثر فھو کفارۃ لہ فرمایا۔

(۲)حدیث پاک کے اندر فھو کفارۃ لہ کا مطلب ہے کہ امید ہے باری تعالیٰ انہی حدود کو کفارہ قرار دیکر آخرت میں معافی کا اعلان فرمادیں۔اور یقینی طور پر کفارہ ہونا مراد نہیں ہے۔

(۳)(۱) کتاب اللہ سے حدود کا کفارہ ہونا ثابت نہیں ہوتا(۲)اور یہ حدیث خبر واحد ہے(۳)اور کتاب اللہ اخبار آحاد پر مقدم ہے لہٰذ کتاب اللہ کے مقابل میں خبر واحد ترک کردیجائیگی۔(اکثرہ فی التعلیق الصبیح ص۳۴ ج۱)

(ج)بیعت کی تعریف اور اسکے اقسام اور یہاں کون سی بیعت مراد ہے۔

بیعت:۔کسی چیز پر عقد ومعاہدہ کرنا یہی بیعت ہے المبایعۃ. المعاقدۃ والمعاھدۃ(شرح الطیبی ص۱۴۰ ج۱)

بیعت کی پانچ قسمیں ہیں

(۱)بیعت اسلام(۲) بیعت جہاد(۳)بیعت خلافت(۴)بیعت طریقت(۵) بیعت معاہدہ۔یہاں بیعت معاہدہ مراد ہے۔(کما قالہ الطیبی ص۱۴۰ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۱۳۔۱۴

(۱۴)سوال:۔عن مُعَاذٍ قَالَ کُنْتُ رِدْفَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم عَلیٰ حِمارٍ لَیس بَیْنِی وَبیْنَہ اِلّا مُؤْخِرَۃُ الرَّحْلِ فقال یا مُعاذُ ھَلْ تَدْرِیْ مَاحَقُّ اللّٰہ علیٰ عِبَادِہٖ وما حقُّ العباد علَی اللّٰہِ قلتُ اللّٰہ ورَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَال فاِنَّ حقَّ اللّٰہ علَی العِبادِ ان یَعْبُدُ وہُ ولا یُشرکوا بہ شیئًا وحقُّ العباد علی اللّٰہ ان لّا یُعَذبَ من لا یشرکُ بہ شیئًا قُلتُ یا رسول اللّٰہ اَفَلَا اُبشّرُبِہٖ النَّاس قال لا تُبَشّرْ ھُمْ فَیَتَّکِلُوْا۔

(الف)ترجمہ تحریر کرتے ہوئے ردف اور مؤخرۃ کی تحقیق پیش کریں۔

(ب)حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط شرک نہ کرے تو عذاب سے بچ جائیگا حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے بلکہ نصوص دال ہیں کہ شرک کے علاوہ گناہوں پر بھی سزا ہے۔

(ج)حق العباد علی اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پر بھی لزوم ہوتا ہے جبکہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں اسکا جواب لکھتے ہوئے بتلائیں کہ حضرت معاذؓ کو بشارت سنانے سے کیوں منع کیا اور اگر منع کیا گیا تھا تو حضرت معاذؓ نے لوگوں کو کیوں بتلا دیا؟

جواب:۔(الف)**ترجمہ**۔حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کا ردیف (سوار کے پیچھے بیٹھنے والا) تھا ایک گدھے پر۔ہمارے اور آپؐ کے بیچ صرف کجاوے کی پچھلی لکڑی حائل تھی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اے معاذ کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ کا حق اسکے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے(تو) میں نے جواب دیا اللہ اور اسکے رسول کو بخوبی علم ہے(پھر) آپؐ نے کہا پس اللہ کا

Scanned by CamScanner

حق بندوں پر یہ ہے کہ اسکی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دے (تو) میں نے کہا یا رسول کیا میں لوگوں کو اسکی خوشخبری نہ سنا دوں آپؐ نے فرمایا کہ انکو خوشخبری نہ سنادینا ورنہ تو بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔

ردف، مؤخرہ کی تحقیق:۔ ردف بکسر الرّا وسکون الدّال ۔ وہ شخص جو راکب (سواری بان) کے پیچھے رہتا ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۸۲ ج ۱) ردف (باب نصر سمع) ردفاً پیچھے ہونا پیچھے سوار ہونا۔ ردیف بننا۔

مُوخرہ :۔ بضم المیم بعدھا ھمزۃ ساکنتہ ثم خاء مکسورۃ یہی لغۃ سب سے صحیح ہے اور دوسری لغات بھی ہیں مثلاً بفتح الھمزہ والخاء المشددہ المکسورۃ والمفتوحۃ ایضاً (مرقاۃ ص ۱۸۲ ج ۱)

وہ لکڑی جو راکب کے پیچھے کجاوے میں ہوتی ہے۔

وھو العود الذی یکون خلف الرّاکب (مرقاۃ ص ۱۸۲ ج ۱)

(ب) عدم تعذیب کا مطلب :۔ حدیث پاک کے اندر اں لا یعذب کا مطلب یہ ہے کہ مخلد فی النّار نہ ہوگا یعنی اگر شرک نہیں کیا ہے تو کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور داخل ہوگا ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا (مرقاۃ ص ۱۸۳ ج ۱)

(ج) حق کا معنیٰ :۔ حق العباد کے اندر حق بمعنیٰ لائق و جدیر ہے واجب اور لازم کے معنی میں نہیں ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۸۳ ج ۱)

حضرت معاذ کو آپ کے منع کرنے پھر انکے لوگوں کو بتلا دینے کی وجہ؟:۔

حضرت معاذؓ کو آپؐ نے اس لئے منع کر دیا تھا کہ لوگ ابھی حدیث الاسلام (نو مسلم) ہیں اور تکالیف و مشقت برداشت کرنیکی عادت نہیں ہے اور جب اتنی بڑی خوشخبری سن لیں گے تو پھر اجتہاد فی حق اللہ میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

اور حضرت معاذؓ نے آخری عمر میں لوگوں کو اس لئے بتلا دیا کہ۔

(۱) انکو معلوم تھا کہ اس طرح کی نہی زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدلتی رھتی ہے اور اب لوگ راسخ الاسلام ہو گئے ہیں لہٰذا خبر دیدینے میں کوئی حرج

نہیں ہے۔

(۲) حضرت معاذؓ نے اس حدیث کو کتمان علم کی وعید کے بعد بیان کیا ہے تا کہ کتمان علم کے گناہ سے بچ جائیں جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے (فاخبرہ معاذ عند موتہ تاثّمًا (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۴) (مرقاۃ ص ۱۸۴ ج ۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۴

(۱۵) سوال:۔ عن عمرِ وبنِ العَاصِ قَالَ اَتَیتُ النَّبِیَّ صَلیَّ اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ فقُلتُ اُبسُطُ یَمِینَکَ فَلِاُبَا یِعَکَ فبَسَطَ یَمِینَہٗ فَقَبَضتُ یَدِیْ فَقَالَ مَا لَکَ یَا عَمَرُ و قُلتُ اَردتُّ اَنْ اَشتَرِطَ قَالَ تَشتَرِطُ مَاذا قُلتُ ان یُغفَرَ لِیْ فَقَالَ اَمَا عَلِمتَ یَا عَمرُو اَنَّ الاِسلَامَ یَھدِمُ مَا کَانَ قبلَہٗ وَاَنَّ الھِجرَۃَ تَھدِمُ مَا کانَ قبلَھَا وَاَنَّ الحَجَّ یَھدِمُ مَا کانَ قبلہٗ۔

(الف) اسلام اور حج و ہجرت کیا مطلقاً ہادمِ ماقبل ہیں یا اسمیں کچھ تفصیل ہے تحریر کریں۔

(ب) اسلام سے کس کافر کا اسلام مراد ہے (ج) ایک حدیث میں ہے لاھجرۃ بعد الفتح تو ہجرت کے ہادم ماقبل ہونے کا کیا مطلب؟

جواب:۔ (الف) امام تورپشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اسی طرح جملہ حقوق اللہ والعباد سبھی کو ختم کر دیتا ہے۔

البتہ ہجرت اور حج ان سے حقوق اللہ اور صغائر تو معاف ہو جاتے ہیں لیکن کبائر کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور حقوق العباد تو بالکل ہی معاف نہیں ہوتے۔ ہاں ایسا کبیرہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہو بشرط توبہ معاف ہو سکتا ہے۔

یہی جمہور اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے اور اسی پر شراح حدیث کا اتفاق ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۹۰ ج ۱)

Scanned by CamScanner

(ب) الاسلام یھدم سے کس کافر کا اسلام مراد ہے:۔ الاسلام یھدم ماکان قبلہ سے کافر حربی کا اسلام مراد ہے کیونکہ ذمی کافر کا اسلام حقوق العباد کو بالکل نہیں ساقط کرسکتا (مرقاۃ ص۱۸۹ ج۱)

(ج) اس حدیث پاک لاھجرۃ بعدالفتح کا مطلب:۔ (لاھجرۃ بعدالفتح) کے اندر مکہ سے ہجرت کرنا مراد ہے یعنی کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کرنیکی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اہل مکہ اب مسلمان ہوچکے ہیں اور مکہ دارالاسلام ہوگیا ہے اوردارالاسلام سے ھجرت نہیں ہوتی لہٰذا مکہ سے بھی ہجرت نہیں ہوگی۔

الغرض مطلق ہجرت کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ الھجرۃ من مکۃ کی نفی مقصود ہے (مرقاۃ ص۱۹۰ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۱۶

(۱۶) سوال وَعَنِ المِقْدَادِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وسلّم یَقُوْلُ لَا یبقیٰ عَلیٰ ظَھْرِ الْا رْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلا وبرا اِلَّا اَدْ خَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَذُلِّ ذَلِیْلٍ اِمَّا یُعِزُّ ھُمُ اللّٰہُ فَیَجْعَلُھُمْ مِنْ اھلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا قُلْتُ فَیَکُوْنُ الدِیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ۔

(الف) ترجمہ کرتے ہوئے بیتُ مَدَرٍ ولا وبرٍ کی تحقیق کرو۔

(ب) ظہرالارض سے کیا مطلق ارض مراد ہے یا کسی خاص جگہ کی زمین تحریر کرو۔

(ج) جزیرۃ العرب کا اطلاق کہاں تک ہوتا ہے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ حضرت مقداد (بن اسود کندی) سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ زمین کے اوپر کوئی گھر خواہ مٹی کا ہو یا خیمے کا ایسا باقی نہ رہیگا جس میں اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو معزز لوگوں کی عزت اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ داخل نہ کردے اب یا تو (اگر کلمہ اسلام کو خوشی دل سے قبول کرلیں گے) اللہ تعالیٰ انکو معزز بنادے گا کلمۂ اسلام کا اہل قرار دے کر، یا پھر انکو خوار کردے گا پس (طوعاً وکرھاً) کلمہ اسلام کے مطیع وفرماں بردار بن جائیں گے (جزیہ ادا کر کے ہی ریاست اسلامی میں رہ سکیں گے) تو میں نے (یہ سن کر) کہا پھر ہر طرف اللہ ہی کا دین ہوگا۔

بیت مدر ولا وبر کی تحقیق کیا ہے؟:۔ مَدَر، مدرۃ کی جمع ہے خام اینٹ مٹی کا ڈھیلا بیت مدر سے مراد شہرودیہات کے مکانات وغیرہ ہیں۔

وَبَر اسکی جمع اوبار ہے (کما قال تعالیٰ ومن اوبار واشعارھا اثاثاً (سورۃ النحل) وبرالابل سے ماخوذ ہے معنی اونٹ وغیرہ کی پشم (بال) بیت وبر سے مراد صحراء وجنگلات کے خیمے۔

(ب) ظھر الارض سے کہاں کی زمین مراد ہے؟

حدیث پاک کے اندر ظہرالارض سے مطلقاً ارض مراد نہیں ہے بلکہ جزیرۃ العرب اور اسکے اردگرد کی سرزمین مراد ہے۔

ای وجھھا من جزیرۃ العرب وما قرب منھا (مرقاۃ ص ۲۱۰ ج ۱)

(ج) جزیرۃ العرب کسے کہتے ہیں؟۔ علامہ مدائنیؒ فرماتے ہیں کہ جزیرۃ العرب پانچ قسموں پر منقسم ہے۔ تہامہ۔ نجد۔ حجاز۔ عروض۔ یمن۔

تھامہ:۔ حجاز کا جنوبی علاقہ تہامہ کہلاتا ہے۔

نجد:۔ حجاز وعراق کے درمیان کا حصہ نجد کہلاتا ہے۔

حجاز:۔ ایک پہاڑی ہے جو یمن سے شروع ہوکر شام سے بالکل ملجاتی ہے اس درمیان کے تمام علاقے حجاز کہلاتے ہیں اسی کے بیچ مدینہ اور عمان بھی واقع ہے۔

عروض:۔ یمامہ سے بحرین تک کا علاقہ عروض کہلاتا ہے (حاشیہ ۲ / بخاری شریف ٦٦ ج۱)

یمن:۔ یہ تنہا ایک ملک ہے جہاں کے اصحاب الفیل اور ابرھہ وغیرہ تھے۔ (حاشیہ ن۲ بخاری شریف ص٦٦ ج۱)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷

(۱۷)سوال:۔عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ،قَالُوْا یَارَسولَ اللّٰہ مَاھُنَّ قال الشِّرکُ باللّٰہ والسِّحْرُ،وقتلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلّا بالْحَقِّ واکلُ الرِّبَوا وَاکلُ مَالِ الْیَتِیْمِ والتَّوَلّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ.

(الف)ترجمہ کرتے ہوئے ہرہر جزو کی الگ الگ تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی کریں(ب) گناہ صغیرہ،کبیرہ کی جامع تعریف کر کے بتلائیں کہ تولی یوم الزحف کس حال میں جائز ہے؟

(ج)سحر کی تعریف،اور اسکا حکم لکھتے ہوئے یمین کی تعریف اور اسکے اقسام مع احکام تحریر کریں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنیوالی چیزوں سے بچو صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ کیا کیا ہیں؟تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔(۱)اللہ کے ساتھ شریک بنانا(۲)سحر(جادو)(۳)اس نفس کو قتل کرنا جسکو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق(اسلام) کیوجہ سے(۴)اور سود کھانا(۵) یتیم کا مال کھانا(٦)جہاد کے دن (دشمن کو) پیٹھ دکھانا(۷) بھولی بھالی ایماندار پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

موبقاتِ سبعہ کی الگ الگ توضیح:الشرک ۔یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات میں جو اسی کے ساتھ خاص ہیں دوسروں کو شریک وسہیم قرار دینا اور ان کیلئے ثابت کرنا۔(الفوز الکبیر بتعریب جدید ص۲۱)

السحر :۔یعنی کہ شیطان کا تقرب اور اسکی مدد حاصل کر کے طبیعتوں اور شکل وصورت میں تغیر وتبدل کرنا(مفردات امام راغب ص۲۳۴)

قتل النفس :۔یعنی کسی انسان کا(ناحق ظلماً)قتل اور اسکا خون کرنا بھی

شدید گناہ ہے اور جہنم میں لے جانے کا باعث ہے کما قال تعالیٰ ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جھنم خالدًا فیھا(سورۃ النساء)

آکل الربوا: ۔یعنی سودی لین دین اور اسکا کھانا،استعمال کرنا حرام اور مہلک ہے قال اللّٰہ تعالیٰ الذین یاکلون الرّبوا لایقومون اِلا کما یقوم الذی یتخبّطہُ الشیطانُ من المسّ الایۃ (سورۃ ال عمران)

اکل مال الیتیم:۔ یعنی کہ یتیم کا مال کھانا بھی گناہ کبیرہ اور ہلاکت کا باعث ہے۔قال اللّٰہ تعالی ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انہ کان حوباً کبیرًا۔اِن الذین یأکلون اموال الیتمٰی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیراً۔(سورۃ النساء)

والتّولی یوم الزحف: ۔یعنی کہ جہاد کے موقعے پر میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا بھی جرم عظیم ہے اس پر بھی سخت وعید نازل ہوئی ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ یا یھا الذین اٰمنوا اِذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولّوھم الادبار و من یولّھم یومئذٍ دبرہ.......فقد باء بغضب من اللّٰہ

قذف المحصنات:۔ یعنی عفیفہ و پاکدامن عورتوں کا دامن داغدار کرنا اور ان پر چھینٹیں ڈالنا بھی بہت بڑا گناہ ہے اس پر بھی وعید شدید آئی ہے کما قال اللّٰہ تعالی ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لُعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ (سورہ نور)

الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ؟الموبقات :۔ اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد موبقۃ ہلاک کرنیوالی اوبق ایباقًا من الافعال ھلاک کردن۔

السّحر: ۔مصدر ہے اسکی جمع اسحار وسحور آتی ہے شیطان کا تقرب حاصل کرنا۔

الرّبوا: ۔اسم مصدر،ربی یربو ربواً بڑھنا۔زیادہ ہونا باب نصر۔اہم متجانس قدری اشیاء کو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا۔یعنی وہ متحد الاجناس اشیاء جو کیل یا وزن کر کے بیچی جاتی ہیں انکو کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا۔

التولی:۔ مصدر ہے باب تفعل کامعناہ پیٹھ پھیرنا۔اعراض کرنا۔

الزحف:۔ مصدر ہے اسکی جمع زحوف آتی ہے، وہ بڑا لشکر جو دشمن کی طرف جائے بابه فتح۔

قذف:۔ قذف مصدر ہے قذف قذفاً باب ضرب تہمت لگانا۔

المحصنات:۔ بکسر الصّاد وبفتحها ایضاً اسم فاعل یا اسم مفعول من الا حصان بابه افعال بچانا۔محفوظ رکھنا بکسر الصاد معناه احصنت فرجها وبفتحها احصنها اللّٰه۔

(ب) **گناہ صیغرہ وکبیرہ کی جامع تعریف:۔** مفسر سدیؒ علامہ ابن القیم اور قاسم العلوم والخیرات الامام النانوتوی اور حضرت شیخ الہند وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ۔کبائرتو وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جو ان کے مقدمات ہیں وہ صغائر ہیں مثلاً لمس ونظر مقدمات زناء کے قبیل سے ہیں (فتح الملہم)

تولی یوم الزحف کس حال میں جائز ہے؟:۔ تولی یوم الزحف اس وقت جائز ہے جب کہ کفار مسلمانوں سے دوگنے ہوں لیکن یہ حکم ہر حالت میں نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی بوقت ضرورت جم کر مقابلہ کرنا چاہئے اور جام شہادت نوش کرلینا چاہئے۔(مرقاۃ ص۲۲۳ ج۱/)

(ج) **سحر کی تعریف اور اسکا حکم:۔** (۱) سحر نام ہے شیطان کی مدد اور اسکی قربت حاصل کرنیکا (۲) سحر ایسی قوت کا نام ہے جو صورتوں اور طبیعتوں کو بدل دیتی ہے مثلاً انسان کو گدھا بنادیتی ہے (مفردات امام راغب ص۲۳۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سحر کرنا فسق اور سیکھنا حرام ہے کفر نہیں ہے اور اگر ایسے کلمات ہوں جن سے کسی مخلوق کی عبادت یا اسکی ایسی تعظیم ثابت ہوتی ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے یا اس کے مؤثر بالذات ہونیکا عقیدہ رکھے تو کفر ہے (فتح الملہم)

یمین کی تعریف مع اقسام واحکام:۔ **یمین:** یمین اس عقد کا نام ہے جس

سے حالف کے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے عزم کو قوت ملتی ہے عقد قوی به عزم الحالف علي الفعل او الترک (حاشیہ الھدایہ ص۴۵۳ ج۲/ قدیم)

یمین کی تین قسمیں ہیں (۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین لغو۔

یمین غموس:۔ کسی امر ماضی کے متعلق عمداً جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا۔

حکم:۔ اس میں گناہ ہے۔کفارہ لازم نہیں البتہ توبہ واستغفار ضروری ہے۔

یمین منعقدہ:۔ زمانہ مستقبل میں کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا۔

حکم:۔ اس کے اندر فقط کفارہ ہے۔

یمین لغو:۔ کسی خلاف واقعہ امر ماضی کو واقعی گمان کرتے ہوئے قسم کھانا۔

حکم:۔ نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ لازم ہے (الھدایہ ص۴۵۴۔۴۵۳ ج۲/ قدیم)

مشکوۃ شریف ص ۱۷

(۱۸) **سوال:۔** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم لَا یَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَمُؤْمِنٌ۔

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے (ب) مرتکب کبیرہ کے بارے میں اہلسنت والجماعت ،معتزلہ اور خوارج کا مسلک مدلّل بیان کیجئے اور بتایئے کہ اس حدیث سے کس کی تائید ہورہی اور کیسے؟

(ج) یہ حدیث اگر اہلسنّت والجماعت کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی تحریر کیجئے نیز یہ بتلائے کہ صاحب مشکوۃ کے نزدیک متفق علیہ کونسی حدیث ہے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زنا کرنیوالا جب زنا کرتا ہے تو اس وقت اسکا ایمان باقی نہیں رہتا۔

Scanned by CamScanner

(ب) مرتکب کبیرہ کے بارےمیں اہلسنّت والجماعت اور معتزلہ وخوارج کا مسلک مدلّل:۔

اہلسنت والجماعت:۔اہلسنّت والجماعت کے نزدیک گناہ کبیرہ مومن بندے کو نہ تو ایمان سے خارج کرتا ہے اور نہ ہی کفر میں داخل کرتا ہے۔

دلیل:۔(۱) یا یہا الذین اٰمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحاً۔

(۲) یایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ

(۳) وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا۔

یعنی وہ تمام نصوص جن کے اندر مرتکب کبیرہ کو بھی مومن کہا گیا ہے۔

معتزلہ:۔معتزلہ کا خام خیال ہے کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر ہے بلکہ یہ لوگ منزلۃ بین المنزلتین (ایمان وکفر کے بیچ) کے قائل ہیں وہ (منزلۃ بین المنزلتین) لامؤمن ولا کافر ہوتا ہے۔

دلیل:۔لامومن کی دلیل (۱) افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا۔

(۲) لاایمان لمن لا امانۃ لہ (۳) خود حدیث باب بھی۔

یعنی وہ تمام نصوص جن کے اندر مرتکب کبیرہ کو مومن ہونے سے خارج کیا گیا ہے۔

لا کافر کی دلیل:۔لا کافر کی دلیل یہ ہے کہ امت کا تعامل چلا آرہا ہے کہ مرتکب کبیرہ کو نہ قتل کرتے ہیں اور نہ اس پر مرتد کے احکام جاری کرتے ہیں بلکہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی کرتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ کافر نہیں ہے ورنہ اس کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کیا جاتا۔

خوارج:۔خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ تو کیا مرتکب صغیرہ بھی کافر ہے۔انکے نزدیک ایمان وکفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں ہے۔

دلیل:۔(۱) ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الکافرون (القرآن)۔

(۲) من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقدکفر (الحدیث) (شرح

عقائد ص از۱۰۶ تا ۱۱۱)

حدیث باب کس کا مستدل ہے:۔یہ حدیث پاک معتزلہ کے قول لامومن کا مستدل ہے اس طرح کہ اسمیں مرتکب کبیرہ (زانی) کو لامومن کہا گیا ہے یعنی کہ اس کے ایمان کی نفی کی جارہی ہے (مرقاۃ ص۲۲۳ ج۱)

(ج) حدیث باب کا جواب:۔اس حدیث پاک کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱) اس حدیث کے اندر زانی کے کامل مومن ہونیکی نفی کی گئی ہے فقط۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زانی باحیا مومن نہیں ہے یعنی کہ مستحیی من اللّٰہ مومن ہونیکی نفی کی گئی ہے۔

(۳) حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب زانی زناء میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس کا ایمان سلب کرلیا جاتا ہے اور اسکے سر کے اوپر مثل سائبان کے معلّق رہتا ہے۔پھر اس فعل شنیع کے بعد واپس کردیا جاتا ہے۔(مرقاۃ ص۲۲۳ ج۱)

صاحب مشکوٰۃ کے نزدیک متفق علیہ کونسی حدیث ہے:۔متفق علیہ وہ حدیث ہے جسکی تخریج پر شیخین (بخاری ومسلم) متفق ہوں اس شرط کے ساتھ کہ صحابی ایک ہی ہو (مقدمہ شیخ عبدالحق ص۷)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷

(۱۹) سوال:۔ قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اٰیۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ ثُمَّ اِتَّفَقَا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ۔

(الف) نفاق کی لغوی وشرعی تعریف اور اسکی قسمیں مع تعریف کے بیان کیجئے

(ب) یہاں منافق سے کونسا منافق مراد ہے (ج) زا: مسلم ---- ثم اتّفقا سے کیا بتلانا چاہتے ہیں۔

جواب:۔(الف) نفاق کی تعریف:۔النفاق لغۃً مخالفۃ الباطن

للظاهر (حاشیہ ۳ بخاری شریف ص ۱۰ ج ۱) باطن کا ظاہر کے خلاف ہونا۔

النفاق اصطلاحا۔ اصله من يُظْهر خلاف ما يضمر (مرقاۃ ص ۲۲۵ ج ۱) یعنی کہ نفاق نام ہے قلب کے اندر مضمر (پوشیدہ) باتوں کے خلاف ظاہر کرنیکا۔

نفاق کی قسمیں مع تعریف

نفاق کی دو قسمیں ہیں (۱) نفاق شرعی، اعتقادی (۲) نفاق عرفی، عملی۔

نفاق شرعی، اعتقادی الاعتقادی الذی هو ابطان الكفر واظهار الاسلام (مرقاۃ ص ۲۲۷ ج ۱) یعنی کہ دل میں کفر چھپائے رکھنا اور زبان سے اسلام کا دعوی کرنا۔

نفاق عرفی عملی۔ العملی الذی هو ابطان المعصية واظهار الطاعة (مرقاۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(ب) منافق سے کونسا منافق مراد ہے:۔ اية المنافق ثلث۔ کے اندر یا تو آپ علیہ السلام کے زمانے کے تمام منافقین مراد ہیں یا کوئی متعین و مشخص منافق مراد ہے۔ یا پھر منافق عملی مراد ہے یہی مستحسن ہے۔ (مرقاۃ ص ۲۲۷ ج ۱ حاشیہ بخاری شریف ۱۰ ج ۱)

(ج) زاد مسلم کا مطلب:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی تخریج شیخین نے فرمائی ہے لیکن تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ۔ چنانچہ مسلم کی روایت میں وان صام وصلّى وزعم انه مسلم کا بھی اضافہ ہے اور بقیہ الفاظ حدیث کو دونوں ہی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۸

(۲۰) سوال:۔ اِنّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِه صَدْرُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِه اوتَتَكَلَّمْ۔

(الف) وسوسہ کی تعریف اور اسکے اقسام مع تعریف تحریر کریں (ج) وان تبدوا ما فی انفسکم الخ اور لا یکلف اللّٰہ نفسا الخ ان دونوں آیات میں بظاہر تعارض ہے دفع کریں۔

جواب:۔ (الف) وسوسہ کی تعریف لغوی واصطلاحی:۔ الوسوسة لغةً الصوت الخفى (دبی ہوئی آواز)

واصطلاحاً:۔ الخواطر ان كانت تدعوا الى الرّذائل فهى وسوسة وان كانت الى الفضائل فهى الهام (مرقاۃ ص ۲۳۸ ج ۱)

یعنی کہ جو خواطر و خیالات قلب میں ظاہر ہوں اگر وہ رزائل کیطرف داعی ہیں تو وسوسہ ہے اور اگر فضائل و طاعات کی طرف داعی ہیں تو الہام ہے۔

وسوسہ کے اقسام مع تعریف

وسوسہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریّہ (۲) اختیاریّہ

ضروریّہ :۔ ضروریہ وہ ہے جو سینے میں ابتداء آوے اور انسان اسکے دفع کرنے پر قادر نہ ہو۔

اختیاریہ :۔ اختیاریہ وہ ہے جو قلب میں جاری ہو اور دائما رہ جائے (التعلیق الصبیح)

پھر اختیاریّہ کی پانچ قسمیں ہیں

(۱) ہاجس (۲) خاطر (۳) حدیث النفس (۴) ہم (۵) عزم

هاجس :۔ جو قلب میں واقع ہو کر گزر جائے۔

خاطر :۔ جو قلب میں واقع ہو کر گھومتا رہے لیکن فعل و عدم فعل کی بات پیدا نہ ہو۔

حدیث النفس :۔ جو قلب میں واقع ہو کر گھومتا رہے اور فعل و عدم فعل کی بات بھی پیدا ہو گئی ہو لیکن ابھی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیا ہو۔

Scanned by CamScanner

ھم :۔اور اگر قلب نے فعل وعدم فعل میں سے ایک کو ترجیح تو دیدیا لیکن ترجیح قوی نہیں ہے پس اسی کو ہم کہتے ہیں۔

عـزم :۔عزم یہ ہے کہ فعل وعدم فعل میں سے ایک کی ترجیح دوسرے پر قوی ہو (فتح الملہم)

نوٹ :۔وسوسہ ضروریہ تمام امتوں سے معاف کر دیا گیا ہے لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی امتیازی خصوصیت ہے۔کہ اس سے وسوسہ اختیاریہ میں سے بھی سوائے عزم مصمم کے ہر ایک معاف ہے۔

(ب) دفع تعارض :۔ان دونوں آیات مبارکہ کے درمیان تعارض کا جواب یہ ہے کہ۔

(۱) ولن تبدو امافی انفسکم الخ منسوخ ہے لایکلف اللہ نفساً الخ کے ذریعہ کما جاء فی حدیث مسلم علی ص۷۸ ج/۱) یہی اکثر علماء کا بھی قول ہے۔

(۲) لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ وان تبدو الخ عام ہے اور لایکلف اللہ الخ اسکے لئے مخصص ہے (حاشیہ مسلم شریف ص۷۸ ج/۱)

مشکوٰۃ شریف ص۱۹

(۲۱) سوال :۔عن عبد اللّٰهِ بنَ عمرٍ و رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلْقِ قَبْلَ ان يَخْلُقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ الفِ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عرشُهٗ عَلَى الْمَاءِ۔

(الف) ترجمہ حدیث پاک کے بعد۔حدیث پاک کے دونوں جزوں کی مکمل تشریح کریں۔

(ب) قدر کی تعریف کرتے ہوئے قضاء اور قدر کے درمیان فرق کو واضح کریں۔

(ج) ایمان بالقدر کا کیا مطلب ہے تحریر کریں نیز خمسین الف سنۃ سے تحدید المدۃ مقصود ہے یا تطویل المدۃ؟ تحریر کریں۔

جواب :۔(الف) **ترجمہ** :۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کی تقدیریں زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دی تھیں آپ نے ارشاد فرمایا کے اس وقت اللہ کا عرش مبارک پانی (کی سطح) پر قائم تھا۔

تشريح الجزئين من الحديث الشريف:۔

كتب اللّٰه مقادير الخلق :۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم وارادے سے ابتدائے آفرینش سے لیکر قیامت تک کے آنے والی تمام مخلوق کی ذات وصفات اور حیات وممات اور انکے تمام اچھے برے افعال واعمال کے متعلق لوح محفوظ کے اندر زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال (طویل مدت) پہلے ہی ثبت فرما دیا ہے۔

وكان عرشه على الماء :۔یعنی کہ زمین وآسمان کی پیدائش سے پہلے عرش باری تعالیٰ پانی کی سطح پر قائم تھا اور پانی ہوا کی سطح پر تھا الغرض معلوم ہوا کہ عرش اور پانی دونوں زمین وآسمان سے پہلے اور بہت پہلے عالم وجود میں آچکے تھے (مرقاۃ ص۲۵۸۔۲۵۷ ج۱)

(ب) **قدر کی تعریف** :۔القدر تعيين كل مخلوق بمرتبتهِ الّتى تُوجد من حسن وقبح ونفع وضررٍ (شرح الفقه الا كبر ص ۱۵)

یعنی قدر ہر مخلوق کے اس مرتبہ اور حالت کو متعین کرنا جو آئندہ پائی جانے والی ہے یعنی اچھائی برائی اور نفع ونقصان وغیرہ۔

قضاء وقدر کے درمیان فرق :۔الفرق بين القضاء والقدر ان القضاء هو الحكم الكلى الاجمالى فى الازل والقدر جزئيات ذالك الحكم وتقاصيله (فتح البارى عمدة القارى)

یعنی احکام کلیّہ ازلیّہ اجمالیّہ کا نام قضاء اور احکام کلیّہ اجمالیہ کے مطابق تفصیل کرنا قدر ہے لیکن امام قاسم النانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے برعکس کہا ہے یعنی کہ مثلاً جب کسی مکان کو بنانے کا ارادہ ہوتا ہے۔ تو ایک خاکہ و نقشہ ذہن میں تیار کیا جاتا ہے یہ بمنزلۂ قدر ہے اور اسی نقشے کے مطابق جو مکان تیار ہو کر وجود میں آتا ہے یہ بمنزلۂ قضاء ہے۔ (فتح الملہم)

(ج) ایمان بالقدر کا کیا مطلب ہے؟ ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اعتماد کامل ہو کہ بندوں کے تمام اچھے برے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ نے ان تمام باتوں کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کے فیصلے سے ہوتا ہے البتہ اللہ تعالیٰ ایمان کو پسند فرما کر اس پر ثواب دیتے ہیں اور کفر و معصیت سے کبھی راضی نہیں ہوتے بلکہ ایسے لوگوں کیلئے عذاب و عقاب کا وعدہ ہے (مرقاۃ ص۲۵۶ ج۱)

خمسین الف سنة سے کیا تحدید المدة مقصود ہے یا تطویل المدة؟:۔

خمسین الف سنہ سے کوئی مدت معیّنہ مقصود نہیں ہے بلکہ تطویل المدّة یعنی مدت طویلہ کو بیان کرنا مقصود ہے کما فی المرقاۃ ص۲۵۷ ج۱ امعناہ طول الامد۔مابین التقدیر والخلق من المدّة:۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۰

(۲۲) سوال:۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی جَنَازَةِ صَبِیٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰی لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِیْرِ الْجَنَّةِ لَمْ یَعْمَلِ السُّوْءَ وَلَمْ یُدْرِکْهُ فَقَالَ اَوَغَیْرُ ذٰلِکِ یَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ۔

(الف) حدیث پاک کا مطلب مختصر ترجمہ کریں (ب) اطفال مؤمنین کے

بارےمیں اجماع امت ہے کہ بہشتی ہیں تو پھر قول عائشہؓ عصفورٌ من عصافیر الجنہ پر آپؐ نے کیوں نکیر فرمائی اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے طوبی کی توضیح کریں۔

(ج) وهم فی اصلاب اٰبائهم کا مطلب تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ (ایکدن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار میں کے ایک صاحب کے بچہ کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے بلایا گیا تو (اس وقت) میں نے کہا یا رسول اللہ اس (بچہ) کی کیا ہی عمدہ زندگی ہے وہ تو گویا جنت کی چڑیوں میں کی ایک چڑیا ہے کہ جس نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ اور نہ برائی کی صورت دیکھی (یہ سنکر) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ عائشہ! اسکے سوا کچھ اور بھی ہے (یعنی محض عمل کے بنیاد پر یقین کے ساتھ بچہ کو جنتی نہ سمجھو) (کیونکہ) درحقیقت اللہ نے کچھ لوگوں کو جنت میں جانے کیلئے پیدا کیا ہے اور انکو اسی وقت جنتی بنا دیا تھا جبکہ وہ اپنے آباواجداد کی پشتوں میں تھے اور کچھ لوگوں کو جہنم میں جانے کیلئے پیدا کیا ہے انکو بھی اسی وقت جہنمی بنا دیا تھا جبکہ وہ ابھی اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

(ب) قول عائشہؓ عصفور من عصافیر الجنہ پر نکیر کی وجہ:۔

اس کی مختلف وجہیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ آپؐ کا یہ انکار اس حکم کے نزول سے پہلے ہے کہ "اطفال مؤمنین بہشتی ہیں" (۲) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امور مبہمہ پر جلد اور قطعی فیصلہ کے بارے میں انکار تھا نہ کہ بہشتی ہونے کے بارےمیں۔ (مرقاۃ ص۱۷۲ ج۱)

طوبی کی توضیح:۔ طوبیٰ کے بارےمیں متعدد تفسیریں ہیں۔

(۱) طوبیٰ بمعنیٰ حُسنیٰ (نیکی) (۲) طوبیٰ بمعنیٰ فرح و مسرت (۳) طوبیٰ بمعنیٰ خیر و برکت اور شرافت (۴) طوبیٰ ہندی زبان میں جنت کا نام ہے (۵) جنت کے اندر ایک درخت کا نام ہے (۶) طوبیٰ بمعنیٰ عیش و راحت (ہذا کلہ فی

المرقاة ص۲۶۹ ج۱)

(ج) **وھم فی اصلاب اٰبائھم کا مطلب ؟**:۔(۱) ایک احتمال یہ ہے کہ اس خلق سے خلقِ جمیع ذریت در صلب آدم علی نبینا وعلیہ السلام مراد ہو (۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ اصلاب الاباء سے کنایۃً روز ازل مراد ہو، عام لوگوں کو سمجھانے کیلئے، کیونکہ اللہ نے ازل ہی میں جنتیوں اور جہنمیوں کی تعیین فرمادی ہے۔(مرقاۃ ص۲۷۰ ج۱/)

مشکوٰۃ شریف ص۲۱

(۲۳) **سوال**:۔ عنْ ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مَا مِنْ مولُودٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ کَما تُنْتِجُ البَھِیْمَۃُ بُھَیْمَۃً جمْعَاءَ ھَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْھَا مِنْ جَدْعَاءَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں (ب) فطرت کے معنی بیان کریں (ج) جمعاء اور جدعاء کے معنی بھی لکھیں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت (یعنی کہ اسلام کو قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت دیکر) پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی (آگ پرست) بنا دیتے ہیں۔(والدین کا مذہب اختیار کر لیتا ہے) جیسا کہ ایک جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے کیا تم اس (بچے) کے اندر کوئی (جسمانی) کمی محسوس کرتے ہو۔

حدیث پاک کا مطلب:۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچے کے اندر اصل جبلت کے اعتبار سے ہدایت اور دین اسلام قبول کرنیکی استعداد و صلاحیت ہوتی ہے پس اگر اسکو اسی جبلت واستعداد پر چھوڑ دیا جائے تو دین اسلام پر قائم و دائم رہیگا تا آنکہ اسکو کوئی آفت بشری پیش آجائے یا تقلید آباء میں دین اسلام سے پھر جائے۔ پھر اسکے بعد اصل ہدایت و دین پر پیدا ہونے کو ایک محسوس مثال دیکر سمجھایا

ہے کہ جسطرح جانور کا ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہایت خوبصورت جسمانی عیوب سے پاک اور صحیح سالم ہوتا ہے بعینہ اسیطرح ہر بنی آدم دین حنیف اور ہدایت پر پیدا ہوتا ہے، اور کفر و شرک کے عیوب سے پاک ہوتا ہے لیکن بعد میں آباء واجداد کی تقلید کیوجہ سے گمراہ و بے راہ رو ہو جاتا ہے۔(مرقاۃ ص۲۸۱۔۲۸۲ ج۱/)

فطرت کے معنیٰ:۔ فطرت کے بارےمیں متعدد اقوال ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ فطرت بمعنیٰ اسلام ہے علامہ ابن عبدالبرؒ نے فرمایا وھو المعروف عند عامۃ السلف یہی قول محمد بن نصر کا اور امام احمد کا آخری قول ہے، اور علامہ ابن القیم نے شفاء العلیل میں فطرت بمعنیٰ اسلام پر جزم کیا ہے۔

لیکن علامہ عینیؒ، قرطبیؒ، توربشتیؒ، اور محلیؒ وغیرہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ فطرت بمعنیٰ استعداد و صلاحیت قبول اسلام ہے یعنی جسطرح آنکھ میں دیکھنے اور کان میں سننے کی صلاحیت و طاقت ہوتی ہے کہ جب تک یہ قوت واستعداد باقی رہتی ہے سننا و دیکھنا واقع ہوتا رہتا ہے اسی طرح ہر انسان کے اندر امتیاز بین الخیر والشر اور امتیاز بین الحق والباطل کی ایک صلاحیت واستعداد اصل خلقت و جبلت میں ہوتی ہے اسی کا نام فطرت ہے۔

اور اسی کے قریب قریب علامہ کشمیری کی بھی رائے ہے کہ ''فطرت مقدمات اسلام میں سے ہے نہ کہ عین اسلام'' اور یہی قول راجح ہے۔(التعلیق الصبیح وفیض الباری)

(ج) **جمعاء جدعاء کے معنیٰ**:۔الجدعاء الّتی قطعت اذنھا (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۲۱) مقطوعۃ الاذن۔ الجمعاء سلیمۃ الاعضاء وکا ملتھا۔

وہ جانور جسکے اعضاء صحیح سالم اور کامل ہوں (مرقاۃ ص۲۸۲ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۲۱

(۲۴) **سوال**:۔عن ابی موسیٰؓ قال قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہ صلَّی

اللّٰہ علیہ وسلّم بخمس کلماتٍ فقال انّ اللّٰہ لا ینام ولا ینبغی لہٗ ان ینام یخفض القسط ویرفعہٗ یرفع الیہ عمل اللّیل قبل عمل النّہار وعمل النّہار قبل عمل اللّیل حجابہٗ النّور لو کشفہٗ لا حرقت سبحات وجہہٖ ما انتہی الیہ بصرہٗ من خلقہٖ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں (ب) پانچوں باتوں کی الگ الگ تشریح کریں (ج)مسئلہ تقدیر ان پانچوں میں کس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے، وضاحت فرمائیں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:۔حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمارے سامنے پانچ باتوں پر مشتمل ایک خطبہ بیان فرمایا چنانچہ۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ سونا اسکے شایان شان ہے روزی کے ترازو کو جھکاتا ہے (رزق میں کمی کر دیتا ہے) اور اسکو اٹھاتا ہے (رزق میں وسعت پیدا کرتا ہے) اور اس (اللہ) کے حضور رات کا عمل دن کے عمل سے قبل اور دن کا عمل رات کے عمل سے قبل ہی پیش ہو جاتا ہے اللہ کا حجاب (جو خدا اور مخلوق کے بیچ ہے) نور (معنوی شی) ہے اگر اس (نور) کو ظاہر فرمادے تو اسکے ذات کی روشنی اور چمک جہاں تک اس (اللہ) کی نگاہ پہونچے (تاحد نگاہ) جمیع موجودات کو خاکستر کر دے گی۔

پانچوں باتوں کی الگ الگ وضاحت:۔(۱)**النوم** یعنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے (۲)**نفی جواز نوم**:۔ اور نہ نیند کا خمار ہی ہوتا ہے اور نہ ہی یہ چیزیں اسکے شایان شان ہیں کیونکہ نیند قُویٰ کو راحت وآرام پہونچانے کیلئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تکان جیسی چیزوں سے مبرّہ ومنزہ ہے (۳)**خفض قسط ورفع آں**۔یعنی کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی رزق کے ترازو کو پست کر دیتے ہیں یعنی کہ رزق میں کمی فرمادیتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے ذلیل ورسوا کر دیتے ہیں۔اور کبھی کبھی رزق کے ترازو کو بلند فرمادیتے ہیں یعنی کہ رزق میں وسعت وفراخی پیدا فرمادیتے ہیں

اور اطاعت وعبادت کی توفیق مرحمت فرمادیتے ہیں۔

(۴)**رفع عمل**:۔یعنی کہ مومن بندوں کے اعمال نہایت سُرعت وتیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہونچا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ چار ہزار سو سال کی طویل مسافت قلیل بلکہ اقل مدت میں طے کر لیتے ہیں۔

(۵)**حجاب آں نور است**:۔یعنی کہ عبد ومعبود کے درمیان ایک نور اور معنوی چیز ہے کہ اگر اسکو اس عالم فانی میں ظاہر کر دیا جائے تو تاحد نگاہ سارے عالم کو خاکستر کر کے رکھ دیگی مقصد یہ ہے کہ (۱) دنیا کے اندر باری تعالیٰ کی رویت بظاہر ممکن نہیں لیکن حقیقۃً محال بھی نہیں ہے یہی علماء اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے (۲) آخرت میں اسکی ذات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا لا تدرکہ الابصار ای لاتحیطہ (مرقاۃ ص ۲۸۵۔۲۸۶ ج ۱)

(ج)**مسئلہ تقدیر از کدام جملہ ثابت شود؟** مسئلہ تقدیر ان پانچ جملوں میں سے خفض ورفع قسط سے مفہوم ہوتا ہے، کیونکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ رزق میں کمی زیادتی منجانب اللہ واقع ہوتی ہے اور ان جیسی باتوں پر اعتقاد رکھنا یہی تو تقدیر ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۱

(۲۵)**سوال**:۔عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَہ قال سُئِلَ رَسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عنْ ذَرَارِیِ الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

(الف) اطفال مشرکین کے بہشتی ہونے نہ ہونے کے بارےمیں علماء کی آراء بیان کرتے ہوئے راجح کی تعیین کریں۔

(ب) اطفال مؤمنین کے بارےمیں بھی رائیں ظاہر کرتے ہوئے راجح کی تعیین فرمائیں۔

جواب:۔(الف) اطفال مشرکین اہل جنت ہیں یا اہل نار راجح کیا ہے؟:۔

اس سلسلے میں علماء کرام مختلف رہے ہیں۔

(۱) چنانچہ علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اہل جنت میں شامل ہونگے۔

Scanned by CamScanner

(۲) بعض نے کہا ہے کہ یہ اہل جنت کے خدام ہوں گے (۳) جنت و دوزخ کے بیچ رہیں گے نہ معذب ہوں گے نہ منعم (۴) لیکن جمہور اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اسکے بارےمیں توقف کیا جائے یہی قول زیادہ راجح ہے۔ (مرقاۃ ص ۲۸۹ ج ۱) (بذل المجہود والتعلیق الصبیح)

اطفال مؤمنین:۔ اطفال مؤمنین کے بارےمیں بھی بکثرت آراء موجود ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک مستقلاً بہشتی ہوں گے علامہ نوویؒ نے معتمد علماء اہل اسلام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بہشت میں رہیں گے۔ (۳) عندالبعض والدین کے تابع ہوکر بہشتی ہوں گے (۴) عندالبعض اہل جنت کے خدام ہوں گے (۵) امام اعظمؒ کے نزدیک یہاں بھی توقف ہی بہتر ہے یہی راجح قول ہے (بذل المجہود۔ انوار المحمود)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۲

(۲۶) سوال:۔ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَىٰ قَدْرِ الْأَرْضِ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتلائیں کہ مٹی لانے والے فرشتے کا کیا نام ہے نیز جمیع الارض سے کیا پورا خطۂ ارض مراد ہے یا اسکا کچھ حصہ (ج) سہل وحزن اور خبیث وطیب کی وضاحت کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ:۔** حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا فرمایا جسکو پوری (سطح) زمین (جہاں مخلوق کو آباد کرنا تھا) سے لیا تھا پس بنی آدم بقدر زمین (دنیا میں) آئے (رنگوں اور طبیعتوں کے اعتبار سے) کہ انمیں سے کوئی سرخ رنگ کا ہے اور کوئی گورا

چٹا اور کوئی سیاہ فام ہے اور بعض اس کے بیچ بیچ ہیں۔ (مختلف رنگوں والے) اور بعضا تو نرم طبیعت کا ہے بعضا سخت اور بعضا بری خصلت والا ہے تو بعضا اچھی عادت والا ہے۔

(ب) حدیث پاک کا مطلب:۔ اس حدیث پاک کا مقصد بنوآدم کی تخلیق کے ابتدائی احوال کا ذکر کرنا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے اس دنیا کے بسنے والے بنوآدم کو آباد کرنا چاہا تو جتنے حصۂ ارض میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کو بسانا تھا پہلے اس قطعۂ ارض سے تھوڑی تھوڑی مٹی کو جمع فرمالیا اسکے بعد خمیر گوندھکر حضرت آدمؑ کا پتلا تیار کرلیا گیا پس زمین کی رنگت اور اچھی بری طبیعت کے لحاظ سے بنوآدم کو پیدا فرمایا۔ (مرقاۃ ص ۱۰۱ ج ۱)

قابض الارض فرشتے کا نام:۔ قابض الارض فرشتے عزرائیل علیہ السلام ہیں جنکو آپ ملک الموت کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔

جمیع الارض سے کیا مراد ہے؟ حدیث پاک کے اندر جمیع الارض سے اسی قدر رقبۂ ارض مراد ہے جتنے میں بنوآدم کو آباد کرنا منظور تھا چنانچہ ابھی بھی زمین کے بعض وہ حصے ہیں جن پر بنوآدم کے قدم نہیں پہونچے ہیں۔ جميع ماقدر الله ان يسكنه بنوآدم من الارض (كذا في المرقاة ص ۱۰۱ ج ۱)

صفات اربعہ کی تشریح

سھل:۔ اس سے نرم طبیعت ومزاج کا بھولا بھالا انسان مراد ہے

حزن:۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے مزاج اور طبیعت میں حدت وتیزی اور ترش روئی ہوتی ہے۔

طیب:۔ اس سے مومن ومسلم مراد ہے جو سارے عالم کیلئے مفید ونفع بخش ہوتا ہے۔

خبیث:۔ اس سے خبیث وبد باطن اکھڑ مزاج ترش رو کافر مراد ہے، جس سے عالم کو نقصان ہی نقصان پہونچتا ہے (مرقاۃ ص ۱۰۱ ج ۱)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص۲۲

(۲۷)سوال:۔عن ابن عمر قال سمعتُ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یَقُوْلُ یَکُونُ فِی اُمَّتِیْ خَسْفٌ ومَسْخٌ وَذَالِکَ فِی الْمُکَذِّبِیْنَ بِالْقدرِ۔

(الف)حضورؐ کی دعاء سے اس امت مرحومہ سے تو مسخ وخسف کا عذاب اٹھا لیا گیا ہے لہٰذا اس جگہ مسخ وخسف کا کیا مطلب ہے؟۔

(ب) مسخ وخسف کا معنیٰ بیان کریں۔

جواب (الف)اشکال مذکورہ کے مختلف جوابات منقول ہیں۔

امت محمدیہ کے مسخ وخسف کا کیا مطلب؟(۱)اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگر میری امت میں مسخ وخسف واقع ہوتا تو مکذبین بالقدر ہی اسکے قابل تھے(۲)علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تغلیظ وتہدید پر محمول ہے(۳)علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس امت میں بھی مسخ وخسف کا عذاب ہوگا یعنی کہ معنوی مسخ وخسف باعتبار قلوب کے، اور حضورؐ کی دعاء سے مسخ ظاہری کو اٹھا لیا گیا ہے اسی طرح (مسخ بالقلوب) کا قول اعلاء السنن میں بھی منقول ہے(التعلیق الصبیح۔مرقاۃ ص۳۰۷ ج۱)

(ب) مسخ وخسف کے معنیٰ؟ خسف:۔خسف سے مراد زمین دھنسا دینا ہے جیسا کہ قارون اور اسکے مال ودولت کے ساتھ ہو چکا ہے کما قال فخسفنا به وبداره الأرض (القرآن)

مسخ:۔مسخ نام ہے موجودہ صورت سے زیادہ قبیح صورت وہیئت بنا دینے کا۔مراد خنزیر وبندر کی شکل میں تبدیل کر دینا جیسا کہ قوم داؤد وعیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ پیش آیا ہے(مرقاۃ ص۳۰۷ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۲۳

(۲۸)سوال:۔عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ

علیہ وسلّم الوَائِدَۃُ وَالْمَوْءُوْدَۃُ فِی النَّارِ۔

(الف)وائدہ اور موءودہ کے معنیٰ لکھو اور مراد کی بھی وضاحت کرو۔

(ب) یہ حدیث کس باب کے تحت ہے اور اس سے کیا معلوم ہوا۔

جواب:۔(الف)وائدہ اور موءودہ دونوں ہی وئد یئد وأدا باب ضرب سے ماخوذ ہیں بمعنیٰ زندہ درگور کرنا۔

وائدہ:۔اسم فاعل کا صیغہ ہے زندہ درگور کرنے والی موؤدہ **اسم مفعول کا** صیغہ ہے زندہ درگور کی گئی لڑکی۔

وائدہ وموؤدہ کی مراد؟(۱) دونوں کو حقیقی معنیٰ پر رکھیں۔اس صورت میں موؤدہ کو عذاب دینے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اسکو کافر والدین کے تابع بنا کر عذاب دیا جائیگا۔

(۲)وائدہ سے مراد دایہ ہے اور موؤدہ سے مراد جسکے لئے زندہ درگور کیا گیا ہو یعنی کہ ماں، چنانچہ جاہل عربوں کے یہاں رواج تھا کہ جب عورت دردزہ میں مبتلا ہوتی تھی تو ایک گڈھا کھودلیا جاتا اور اسی کے قریب عورت اور دایہ دونوں بچے کی انتظار میں رہتیں اگر بچہ مذکر ہوتا تو اسکو روک لیتیں اور اگر مؤنث بچہ ہوتا تو فوراً گڈھے میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دیتی تھیں۔(مرقاۃ ص۳۱۴ ج۱(التعلیق الصبیح۔اشعۃ اللمعات)

(ب) یہ حدیث کس باب کے تحت ہے اور اس سے کونسی بات مفہوم ہوتی ہے؟

یہ حدیث باب الایمان بالقدر کے تحت مذکور ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اطفال مشرکین کو بھی عذاب دیا جائیگا لیکن بعض حضرات مثلاً ابن حجر وغیرہ اسمیں تاویلات کرتے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں لھذا افضل یہی ہے کہ توقف اختیار کیا جائے۔ (مرقاۃ ص۳۱۴ ج۱)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص۲۴

(۲۹)سوال: ۔قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَکَانِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَیَّرَ عَنْ خُلُقِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی ما جُبِلَ عَلَیْہِ۔

(الف)حدیث پاک کا ترجمہ تحریر کریں(ب)وضاحت کے ساتھ مطلب تحریر کریں (ج)اگر اخلاق میں تبدیلی نہیں آتی تو پھر صوفیاء کرام ریاضت ومجاہدہ کیوں کراتے ہیں اسکا جواب تحریر کرتے ہوئے بتلائیں کہ زوال الجبل سے کیا مراد ہے۔کیا پہاڑ کا اپنی جگہ سے ہٹنا بھی ثابت ہے؟۔

جواب: ۔(الف)**ترجمہ**:۔رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے راشاد فرمایا کہ اگر تم کسی پہاڑ کے بارمیں سنو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو اسکی تصدیق کرلو،لیکن اگر کسی آدمی کے متعلق سنو کہ اسکے اخلاق میں تبدیلی آگئی ہے تو اسکی تصدیق نہ کرو اس لئے کہ وہ(انسان)اسی (خلق وطبیعت) کے موافق ہوتا ہے(فعل وارادہ میں)جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(ب)حدیث پاک کا مطلب: ۔اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو بات قضاء وقدر خداوندی کے مطابق طے شدہ ہے اس کے اندر ذرا بھی تغیر وتبدل ممکن نہیں مثال کے طور پر جو عنداللہ زیرک وچالاک ہے وہ بلید واحمق نہیں ہوسکتا اسی طرح سخی ،بخیل اور بہادر، بزدل یا اس کے برعکس نہیں ہوسکتا۔اسی کو تقریب الی الفہم کے طور پر مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ جسطرح پہاڑ کا اپنی جگہ سے عقلاً ٹلنا اور کھسکنا محال ہے اسی طرح خلق مقدرہ فی الازل کے اندر بھی تغیر وتبدل محال ہے۔کما قال ابن حجر (مرقاۃ ص۳۳۵ ج۱)

(ج)پھر ر اضیت مجاہدہ کا کیا مطلب؟: ۔یعنی کہ اس حدیث کی روشنی میں اخلاق کے اندر تبدیلی ممکن نہیں تو صوفیاء کرام کا ریاضت ومجاہدہ کرانا چہ معنیٰ دارد؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ھر انسان کے اندر اللہ تعالی تمام خلق واخلاق کی استعداد

وصلاحیت پیدا فرما دیتے ہیں۔اب اگر آدمی کے اندر وصف اعتدال ہو کہ نہ بہت زیادہ افراط ہو تفریط بلکہ میانہ روی کی صفت ہو تو اسی سے اخلاق حسنہ حمیدہ کا ظہور رہوتا ہے اور اگر حد اعتدال سے ھٹ گیا تو اخلاق سیۂ ذمیمہ کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے مثلاً سخاوت اسراف وبخل کے بیچ ایک صفت محمودہ ہے پس آدمی اگر اسی میانہ روی پر قائم ہے تو سخی ورنہ مسرف یا بخیل ہے اسلئے صوفیاء کرام ریاضت ومجاہدہ کرا کے حد اعتدال اور طریق مستقیم پر لاتے ہیں اب اگر نفس نے قبول کرلیا تو اخلاق حسنہ کا مالک ہوجائے گا ورنہ بدخلقی کے اعلیٰ معیار پر ہوگا۔

خلاصۂ کلام: ۔اصلی وذاتی چیزوں میں تبدیلی ناممکن ہے اسی کیطرف حدیث میں اشارہ ہے۔اوراوصاف کے اندر تبدیلی ہوسکتی ہے بلکہ بندوں کو اسکا حکم بھی دیا گیا ہے اسی کو تہذیب النفس وتحسین الاخلاق سے تعبیر کرتے ہیں۔(مرقاۃ ص۳۳۵ ج۱)

زوال جبل سے کیا مراد ہے: ۔زوال جبل سے مراد مستبعد ومحال ہونا ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۳۴ ج۱) فرمایا ہے کہ بلادمغرب میں ایک پہاڑ اپنی جگہ سے دور ایک طویل مسافت تک ہٹ کر چلا گیا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال:۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۸

(۳۰)سوال: ۔عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدیٰ وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَادَ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْریٰ اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاءً فَذَالِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ بِمَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ یَرْفَعْ بِذَالِکَ

Scanned by CamScanner

رَاسَاً وَلَم یَقبَلُ ھُدَی اللّٰه الَّذِیُ اُرُسِلتُ بِه۔

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے (ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے اور یہ بھی بتلایئے کہ علم وھدایت (بذریعۂ وحی) کو بارش سے تشبیہ کیوں دی؟ (ج) زمین کی بظاہر تین قسمیں ہیں اور افراد بشر دو قسم کے مثال کو ممثل لہ پر منطبق کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ** :۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اس چیز کی مثال جسکے ساتھ میں مبعوث (بھیجا گیا) ہوا ہوں یعنی علم وھدایت اس بہت زیادہ بارش کے مانند ہے جو زمین پر نازل ہو پس اس (زمین) کا ایک حصہ پاکیزہ و بہتر ہوتا ہے پانی کو جذب کر کے بہت زیادہ تر اور خشک گھاسوں کو اُگاتا ہے اور اس کا ایک حصہ شوریلا (بنجر) ہوتا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے لوگوں کو نفع پہونچاتے ہیں چنانچہ لوگ پیتے اور سیراب ہوتے ہیں اور وہ (بارش) اس (زمین) کے دوسرے حصے پہ پہونچتی ہے وہ حصہ بالکل برابر چٹیل میدان ہوتا ہے جو نہ پانی روکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے پس یہ (پانی کا نافع وغیر نافع ہونا) اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں فہم وادراک پیدا کیا، اور اس کو فائدہ پہونچا اس چیز کے ذریعے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے پس اس نے علم سیکھا اور سکھلایا، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے اس (فہم فی دین اللہ) کیلئے سر (تک) نہیں اٹھایا (علم حاصل نہیں کیا بلکہ اعراض کیا) اور اللہ کی اس ہدایت کو جو میں لیکر آیا ہوں قبول نہیں کیا۔

(ب) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ الکلاء۔ جمع، اَکْلَاءٌ گھاس اسکا اطلاق خشک اور تر دونوں طرح کی گھاسوں پر ہوتا ہے۔ العشب۔ بضم اولہ وسکون اوسطہ جمع اَعْشَابٌ اسکا اطلاق فقط تر گھاس پر ہوتا ہے۔ اجادب جمع اُجْدَبٌ سخت زمین جو پانی کو روک لے لیکن سبزہ نہ اگائے۔ قیعانٌ قاع کی جمع ہے بمعنیٰ برابر ومستوی (مرقاۃ ص ۳۸۳ ج ۱ حاشیہ مشکٰوۃ ۲۸)

علم وہدایت کو غیث کثیر کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ؟:۔ علم وہدایت

کو غیث کثیر کیساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم وھدایت یعنی وحی منجانب اللہ ہوتی ہے اور رسولؐ اسکے فیضان کا واسطہ ہیں اور قلوب امت پر اس فیضان کا نزول ہوتا ہے بعینہ یہی صورت حال بارش کی ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل ہوتی ہے آسمان اس کے نزول کا ذریعہ اور واسطہ ہے اور اسکا وقوع ونزول زمین پر ہوتا ہے۔

الغرض جسطرح پانی کا ایک منبع اور واسطہ ہے اسی طرح علم کا بھی ایک منشاء ومنبع اور واسطہ اور محل ہے (مرقاۃ ص ۳۸۵۔۳۸۶ ج ۱)

(ج) مثال کو ممثل لہ پر منطبق کریں؟ حدیث پاک کے اندر مذکورہ مثال وممثل لہ کے درمیان تطبیق اسطرح ہوگی کہ۔

(۱) زمین کی بظاہر تین قسمیں ہیں لیکن تینوں کا خلاصہ فقط دو چیزیں ہیں (۱) منتفع بہ (۲) غیر منتفع بہ اور ممثل لہ یعنی انسانوں کی بھی دو ہی قسمیں ہیں (۱) جو علم کو قبول کرے (۲) جو قبول نہ کرے اب مثال وممثل لہ میں تطبیق ہوگئی۔

(۲) اسطرح بھی تطبیق دیتے ہیں کہ زمین کی طرح انسانوں کی بھی تین ہی قسمیں ہیں (۱) جو علم بقدر عمل حاصل کرے فقط۔ اور تدریس وغیر کا کام نہ کرے اس کو عَلِمَ سے بیان کیا ہے۔ (۲) جو علم سیکھ کر تدریس وفتویٰ نویسی میں بھی مشغول ہو اسکو عَلَّمَ سے بیان کیا ہے (۳) جو علم کو بالکل قبول نہ کرے اسکو من لم یرفع بذالک راساً سے بیان کیا ہے اب مثال وممثل لہ میں مطابقت ہوگئی۔

مشکٰوۃ شریف ص ۲۸

(۳۱) سوال:۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰه بِنْ عمرٍو قال ھَجَّرْتُ اِلیٰ رسولِ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یوماً قَالَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَیْنِ اِخْتَلَفَا فِیُ اٰیَةٍ فَخَرَجَ عَلَیْنَا رسولُ اللّٰه صلّی الله علیه وسلّم یُعرفُ فِیُ وجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِاخْتِلَافِهم فی الْکِتَابِ۔

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کریں۔ (ب) اختلاف فی الکتاب پر اتنی سخت وعید کیوں سنائی گئی جبکہ نبی کریمؐ سے منقول ہے اختلاف امتی رحمة نیز آیات

قرآنیہ کی متعدد تفسیریں مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں اس کا جواب لکھیں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ** ۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔(چنانچہ عبداللہ) کہتے ہیں کہ(اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آمیوں کی آواز یں سنیں جو کسی (متشابہ) آیت کے متعلق باہم اختلاف کر رہے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے (حجرہ سے) نکل پڑے آپکے روئے انور پر غصے کے آثار نمایاں تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ (امم سابقہ) کتابوں میں اختلاف کر لینے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

اختلا ف امتي رحمة کے باوجود اختلاف فی الکتاب کے بارےمیں اتنی شدید وعید کیوں؟:۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اختلاف کے بارےمیں وعید سنائی ہے جو کفر وبدعت تک پہونچانے والا ہو جیسے یہود ونصاریٰ کا اختلاف یہاں پر۔اور مثلاً نفس قرآن کے بارےمیں اختلاف کرنا یا ایسے معنی کے بارےمیں اختلاف کر لینا جو محل اجتہاد نہ ہو مثلاً آیات متشابہ کے بارے میں اختلاف کرنا اور اس جگہ اختلاف سے یہی مراد ہے۔اور اختلاف امتي رحمة سے اجتہادی مسائل میں مجتہدین کرام کا اختلاف مراد ہے،اور یہ مذموم نہیں بلکہ محمود و مامور ہے اسکے فضائل بھی وارد ہیں اور عہد صحابہؓ ہی سے تمام مسلمانوں کا اس اختلاف کے جواز پر اجماع ہے۔(مرقاۃ ص ۳۸۷ ج ۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۹

(۳۲)سوال:۔عن المقدام بن معد یکرِبَ قال قال رسول الله صلَّى الله عليه وسلَم اَلا اِنّی اُوتِيتُ القُرآنَ ومِثْلَهٗ مَعَهٗ، اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبعَانٌ عَلىٰ اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ

رَسُوْلُ الله صلّى الله عليه وسلّم كما حَرَّمَ اللهُ اَلَا لَا يَحِلُّ لكم الحِمَارُ الأهلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يستَغْنِيَ عنها صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بقومٍ فَعَلَيهِمْ ان يَقْرُوْهُ اِنْ لَمْ يَقْرُوْهُ فَلَه اَنْ يُعَقِّبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کیجئے (ب) بتلائیے کہ ومثلہ معہ سے کیا مراد ہے (ج) فله ان يعقبهم بمثل قراه سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم میزبانی کی صورت میں مہمان کو حق پہونچتا ہے کہ بلا اجازت میزبان بقدر میزبانی تصرف کر لے اس سلسلے میں علماء کرام کی رائے مع دلیل نقل کرتے ہوئے اس حدیث کی توجیہ بھی کریں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔خبردار آگاہ ہو جاؤ، بلا شبہ مجھے قرآن اور اس جیسی ایک چیز اور اسکے ساتھ دی گئی ہے، آگاہ ہو جاؤ۔(وہ وقت) قریب ہے کہ ایک شکم سیر آسودہ (پیٹ بھرا) شخص اپنی مسند (کرسی) پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا کہے گا کہ بس اس قرآن کو تم اپنے لئے ضروری سمجھو (صرف قرآن کو دین جانو) پس تم اس قرآن کے اندر جو چیز حلال پاؤ اسکو حلال جانو اور اس کے اندر جو چیز حرام پاؤ اس کو حرام سمجھو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح وہ چیز جسکو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔آگاہ ہو جاؤ! تمہارے لئے اہلی گدھے (جو آبادیوں میں رہتے ہیں) حلال نہیں اور نہ درندوں میں سے کچلی رکھنے والے جانور حلال ہیں اور کسی معاہد کا لقطہ بھی حلال نہیں ہے۔الّا یہ کہ خود مالک اس سے لا پرواہ ہو جائے۔اور (خیال رکھو) جب کوئی شخص کسی قوم میں اترے تو اس قوم کے لوگوں پر لازم ہے کہ اسکی میزبانی کریں پس اگر اس قوم کے لوگ اسکی میزبانی نہ کریں تو اس (مہمان) کو حق ہے کہ میزبانی کا بدلہ اسی قدر ان سے وصول کر لے۔

(ب) ومثلہ معہ سے کیا مراد ہے:۔حدیث پاک کے اندر ومثلہ معہ سے مراد علم تاویل ہے یعنی کہ قرآن دیکر آپکو اجازت دی گئی ہے کہ قرآن کے معانی ومفاہیم کی وضاحت کریں کہ موقع تعمیم میں تعمیم ،اور موقع تخصیص میں تخصیص

کریں اور آپکی بیان کردہ اس تاویل وتوجیہ پرعمل بھی ضروری ہے۔الغرض قرآن کے ساتھ ساتھ احکام ومواعظ بھی دیئے گئے ہیں۔جن کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔(مرقاۃ ص۴۰۰ ج/۱)

کیا بلا اجازت میزبان اس کے مال میں مہمان تصرّف کرسکتا ہے:۔

اسکیلئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میزبانی واجب ہے اور مہمان کو میزبان کے مال میں تصرف کا حق بھی ہے، لقولہ علیہ السلام فلہ ان یعقّبهم بمثل قراہ۔

اور جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ میزبانی واجب تو نہیں البتہ مندوب ومستحب بلکہ سنت ہے۔لقولہٗ لا یحل مال امرءٍ مسلم اِلَّاعَنْ طیب نفسٍ ۔لہٰذا بلا اجازت میزبان مہمان کو اسکے مال میں ذرا بھی تصرف کا حق نہیں ہے۔

حدیث شریف کی توجیہ:۔اس حدیث کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

(۱) یہ حدیث مہمان مضطر کے حق میں ہے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر بالاجماع بقدر ضرورت تصرف کرسکتا ہے۔(۲) یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے (۳) یہ حکم اُن ذمیوں کیلئے ہے جن کے بارےمیں امام مقرر کردے کہ تمہارے پاس سے جوراہ گیر مسلمان گزرے اسکی میزبانی کرو،اب اگر وہ میزبانی نہ کرے تو مہمان کو بقدر میزبانی حق تصرف بلا اجازت حاصل ہے۔(مرقاۃ ص ۴۰۳ ج/۱)(اشعۃ اللمعات التعلیق الصبیح حاشیہ المشکوٰۃ)

مشکوٰۃ شریف ص۳۰

(۳۳)سوال:۔اُوصِیکُمْ بِتَقْوَی اللهِ وَالسّمعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشَيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرٰی اِخْتِلَافاً كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

(الف) عبدحبشی کی اطاعت کا حکم کیسے دیا گیا جبکہ امیر کا قریش سے ہونا ضروری ہے (ب) خلفاء راشدین سے کون مراد ہیں انکی اور نبی کی سنت ایک ہی ہے یا الگ الگ پھر اصول اربعہ فی الدین کے اندر سنت خلفاء کا ذکر کیوں نہیں ہے۔

(ج) محدث امور سے کیا مراد ہے؟

جواب (الف) عبدحبشی کی اطاعت کا کیا مطلب جبکہ امیر کا قریشی ہونا ضروری ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ (۱) یہ حکم اطاعت امیر پر ابھارنے کیلئے بطور مبالغہ کے ہے (۲) یہ حکم بطور فرض ومثال کے ہے،یعنی کہ اگر تمہارے حاکم بجز قریش اور قبیلے سے ہوں (جنکی خلافت صحیح نہیں ہے) پھر بھی انکی اطاعت لازم وضروری ہے (مرقاۃ ص۴۰۸ ج/۱) کما قال تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

(ب) خلفاء راشدین سے کون حضرات مراد ہیں اور کیا انکی سنت سنت نبوی کے علاوہ ہے؟

خلفاء راشدین سے سیدنا ابوبکر صدیق ۔سیدنا عمر فاروق ،سیدنا عثمان ذی النورین،سیدنا علی مرتضی،رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔(مرقاۃ ص۴۰۹ ج/۱)

اوران خلفاء راشدین صالحین کی سنت کوئی الگ سنت نہیں ہے بلکہ سنت نبوی پرعمل کرنیکی وجہ سے انکے افعال واعمال کو بھی سنت کہدیا گیا ہے (مرقاۃ ۴۰۸ ج/۱)

(ج) محدث امور سے کیا مراد ہے:۔محدث امور سے وہ امور مراد ہیں جو اصول دین میں سے کسی بھی اصل کے خلاف ہوں۔الامور التی احدثت علی خلاف اصل من اصول الدین (مرقاۃ ص ۴۱۰ ج/۱)

مشکوٰۃ شریف ص۳۰

(۳۴) سوال:۔ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ.

Scanned by CamScanner

(الف) بتلایئے کہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بنیاد عقیدہ ہے یا عمل (ب) نجات کے لئے توما آنا علیه کافی تھا پھر واصحابی کے اضافے کا کیا مقصد ہے کیا اس اضافے سے صحابہ کرام کے متعلق کسی مسئلے پر استدلال کیا جا سکتا ہے مدلل لکھیں۔

جواب:۔(الف) تہتر فرقوں میں تقسیم بر بناء عقیدہ ہے یا بر بناء عمل:۔
تہتر فرقوں میں تقسیم ہونیکی بنیاد عقیدہ ہے نہ کہ عمل جیسا کہ ابن ماجہ شریف کے حاشیہ سندھی میں ہے۔

والمراد تفرّقهم فی الاصول والعقائد لا الفروع والعمليات (ابن ماجه شريف ص۲۷۹ ج/۲)

ما انا علیہ میں واصحابی کہنے کا کیا مقصد ہے:۔ واصحابی، کے اضافے کا مقصد صحابۂ کرامؓ کی مدح سرائی میں مبالغہ کرنا ہے یعنی کہ جسطرح میری سنت کی اتباع ضروری ہے اسیطرح میرے صحابہ کی سنت کی اتباع بھی ضروری ہے۔ کیونکہ میری ہی سنت کے مطابق انکا عمل ہوتا ہے (مرقاۃ ص۴۱۹ ج/۱)

اور اس حدیث سے صحابہ کے معیار حق ہونے پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے، اسی وجہ سے تو رسول اکرم ﷺ نے ما انا علیہ کے ساتھ واصحابی کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ دوسری جگہ واصحابی كالنجوم بايهم اقتد يتم اهتديتم فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ ص۳۲

(۳۵) سوال:۔ قَالَ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم كَلَامِىْ لَا يَنْسِخُ كَلَامَ اللهِ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسِخُ كَلَامِىْ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسِخُ بعْضُهٗ بعْضاً۔

(الف) حدیث کلام اللہ کا ناسخ ہوسکتی ہے یا نہیں احناف کا مذہب بیان کریں (ب) اگر حدیث احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب تحریر کریں (ج) نسخ کی لغوی وشرعی تعریف، اور آیات منسوخہ کی قسمیں لکھیں۔

جواب:۔ (الف) احناف کے نزدیک حدیث ناسخ کتاب ہے یا نہیں؟
ملا علی قاریؒ نے مرقات میں لکھا ہے کہ حدیث پاک کلام اللہ کا ناسخ بن سکتی ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور یہی مسلک امام مالک کا بھی ہے۔

البتہ سفیان ثوری، امام شافعی، اور امام احمد رحمهم اللہ کے نزدیک حدیث پاک کتاب اللہ کیلئے ناسخ نہیں ہوسکتی (مرقاۃ ص۴۴۱ ج/۱)

(ب) حدیث باب کی توجیہ یا جواب:۔ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ۔

(۱) کلامی لاینسخ کلام الله کا مطلب یہ ہے کہ۔ حدیث پاک کتاب اللہ کے الفاظ کیلئے ناسخ نہیں بن سکتی البتہ حدیث کے ذریعے حکمِ ثابت بہ کتاب اللہ کا نسخ ہوسکتا ہے۔

(۲) اس حدیث کی صحت وحسن کے بارےمیں کلام ہے، کیونکہ اس کی سند میں جبرون بن واقد افریقی ضعیف راوی ہے لہٰذ روایت بھی ضعیف ہوگی۔

(۳) کلامی لا ینسخ کلام اللہ کا مطلب یہ ہے کہ جو بات میں اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان کروں وہ ناسخ بکتاب اللہ نہیں ہے (مرقاۃ ص۴۴۱ ج/۱۔ حاشیہ المشکوٰۃ ۳۴ / بحوالہ لمعات)

(ج) **نسخ کی تعریف**:۔ نسخ لغت کے اندر تبدیل کرنیکے معنیٰ میں ہے نسخ ینسخ، نسخاً بابه ضرب۔

اصطلاح شرع میں:۔ ہمارے لحاظ سے بظاہر جو حکمِ شرعی مطلق اور دائمی تھا اسکی مدتِ اختتام کو بتا دینا النسخ شرعاً بيان انتهاء الحكم الشرعى المطلق (مرقاۃ ص۴۴۱ ج/۱)

آیات منسوخہ کے اقسام:۔ آیات منسوخہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **منسوخ التلاوۃ والحکم**:۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ سورہ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی تو اسکے کچھ حصوں کی تلاوت اور حکم دونوں کو منسوخ کر دیا گیا۔

(۲) **منسوخ الحکم دون التلاوۃ**۔ مثلاً لكم دينكم ولى دين کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہوگیا۔

Scanned by CamScanner

(۳) **منسوخ التلاوۃ دون الحکم** :۔مثلاً الشیخ والشیخۃ اِذا زنیا فارجموھما نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم کہ اسکی تلاوت تو منسوخ ہوگئی ہے لیکن حکم باقی ہے (مرقاۃ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲ ج/۱)

مشکوٰۃ شریف ۳۵

(۳۶) سوال:۔ عَنْ ابنِ مسْعُوْدٌ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُنزِلَ القُرْاٰنُ علی سُبْعَۃِ اَحْرُفٍ لِکُلِ اٰیَۃٍ مِنْھَا ظَھْرٌ وَبَطْنٌ وَلِکُلّ حَدٍ مُطّلعٌ۔

(الف) ترجمہ کیجئے (ب) سبعۃ احرف کے متعدد معانی لکھ کر قولِ راجح کو مدلل کیجئے (ج) ہر آیت کے ظہر و بطن کا مفہوم اور حد و مطلع کا مفہوم بھی واضح کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "قرآن سات طرح پر نازل کیا گیا ہے اس کی ہر آیت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، اور ہر حد کا ایک مطلع (آگاہ ہونے کا مقام) ہے"

(ب) **سبعۃ احرف کے متعدد معانی اور قول راجح مدلل**:۔

(۱) ابن حبانؒ، علامہ تورپشتیؒ وغیرہ کے نزدیک سبعۃ احرف سے لغات سبعہ مراد ہیں جو کہ عرب کے اندر فصاحت و بلاغت میں مشہور تھیں یعنی (۱) قریش (۲) طے (۳) ہوازن (۴) اہل یمن (۵) ثقیف (۶) ھذیل (۷) بنو تمیم کی لغتیں۔

(۲) یا وہ سات معانی مراد ہیں جن پر مشتمل ہو کر قرآن نازل ہوا ہے یعنی (۱) امر (۲) نہی (۳) قصص (۴) امثال (۵) وعد (۶) وعید (۷) موعظت۔

(۳) یا سات قرآت متواترہ مراد ہیں جیسا کہ سیبویہؒ کے استاذ خلیل بن احمد سے منقول ہے۔

(۴) لفظ سبعہ سے کثرت مقصود ہے کوئی خاص عدد متعین مراد نہیں ہے۔

(۵) سبعہ سے اقالیم سبعہ مراد ہیں، یعنی کہ قرآن کا حکم پورے عالم کیلئے عام ہے۔

قول راجح مدلل:۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات کے اندر فرمایا ہے

کہ ائمہ لغویین کے نزدیک راجح اور مجمع علیہ لغات سبعہ والا قول ہے جیسا کہ دوسرے حضرات نے بھی اسی کو اکثر علماء کی رائے اور انکا قول مختار بتلایا ہے امام بیہقی اور ابن عطیہ نے اسی کی تصحیح کی ہے۔

دلیل :۔ اسکی یہ ہے کہ امام طحاوی نے ابی بن کعب سے روایت نقل کی ہے کہ ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اَتاہ جبرئیل فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ انت وامتک علیٰ حرف واحد فقال اِسألِ اللہ عزوجل مُعَافاتہ ومغفرتہ انّ امتی لاتطیق ذالک ثم رجع الیہ الثانیہ، فقال لہ جبرئیل مثل ذالک وساق الحدیث الی قولہ ان اللہ یامرک وامّتک ان تقرأ القراٰن علی سبعۃ احرفٍ۔ چنانچہ دور عثمانی تک انہی سات لغات کے مطابق قرآن پاک پڑھا جاتا تھا۔ (مرقاۃ ص ۴۹۶۔۴۹۷ ج/۱ (التعلیق الصبیح۔ اشعۃ اللمعات)

(ج) **ظھر و بطن حد و مطلع کا مفہوم**:۔ ظھر۔ (۱) ظھر سے وہ معنی مراد ہے جسکو تمام اہل لسان سمجھتے ہیں (۲) ظھر سے وہ معنی مراد ہے جسکو اہل تفسیر بیان کرتے ہیں۔

بطن:۔ (۱) بطن سے وہ معنیٰ مراد ہے جسکو خدا تعالیٰ کے خاص خاص بندے سمجھتے ہیں۔

(۲) یا وہ معنیٰ مراد ہے جسکو اہل تاویل منکشف کرتے ہیں۔

حد:۔ حد سے احکام شرع مراد ہیں۔

مطلع :۔ اوپر سے نیچے کی جانب اطلاع پانے کی جگہ یعنی کہ ہر حکم شرعی کیلئے قرآن کے اندر موضعِ اِطلاع ہے اسکے علاوہ بھی معانی و مفاہیم بیان کے گئے ہیں فلتر اجعہ ان شئت (کمافی المرقاۃ ص ۴۹۸ ج/۱ و التعلیق واشعۃ اللمعات)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۵

(۳۷) سوال:۔ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم العِلْمُ

Scanned by CamScanner

ثَلَاثَۃٌ اٰیَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ اَوْسُنَّۃٌ قَائِمَۃٌ اَوْفَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ وَمَا کَانَ سِوٰی ذٰالِکَ فَھُوَ فَضْلٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں۔(ب) آیات محکمہ، سنت قائمہ، فریضۂ عادلہ کے معنی کی وضاحت کریں۔(ج) اس حدیث کا مقصد تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) ترجمہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ علم (دین) تین (چیزیں) ہیں (۱) آیت محکمہ (۲) سنت قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ اور جو کچھ اسکے علاوہ ہے وہ زائد (غیر ضروری) ہے۔

آیت محکمہ، سنت قائمہ، فریضہ عادلہ کے معنیٰ کی وضاحت:۔

آیت محکمہ۔ یعنی کہ (۱) وہ آیات جو منسوخ نہیں ہیں۔

(۲) یا ایسی آیات مراد ہیں جن میں فقط تاویل واحد ہی کا احتمال ہو۔

سنت قائمہ:۔(۱) ایسی سنت جو ثابت شدہ اور صحیح ہو اور آپ سے منقول ہو اور معمول بہا بھی ہو۔

(۲) وہ احکام شرعیہ وسنن وغیرہ جو عبادات میں ثابت شدہ ہیں جن پر پورا علم فقہ مشتمل ہے، وجری علیہ جمھور الصحابۃ والتابعین۔

فریضۂ عادلہ:۔ فریضہ عادلہ سے (۱) ورثاء کے حصے مراد ہیں اور اسی کے ساتھ ابواب القضاء بھی لاحق ہے جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں منقول ہے۔

(۲) یا ایسا حکم مراد ہے جو کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور قیاس سے ثابت و مستنبط ہو

(۳) یا ما اتفق علیہ المسلمون مراد ہے یعنی اجماع امت۔(مرقاۃ ص ۵۰۱ ج ۱/ التعلیق الصبیح)

حدیث کا مقصد کیا ہے:۔ اس حدیث پاک سے شارع علیہ السلام کا مقصد علوم شرعیہ کا انحصار ہے یعنی کہ امت کو بتلانا ہے کہ شرعی علوم فقط تین ہیں اسکے علاوہ جمیع علوم فضولی ہیں۔ تاکہ امت علوم شرعیہ کی جانب متوجہ ہو اور غیر شرعی

علوم سے اعراض کرنے لگے اور یہ مقصد علوم شرعیہ کے علاوہ کی نفی اور انکی مذمت بیان کرنے سے حاصل ہوگا اسی لئے فرمایا کہ انکی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ زائد اور مخل در مقصود ہیں۔ وایضا ان الظاھر ان مراد الشارع ان یبیّن حصر العلوم الشرعیہ لتعرض الأمة عن غیر ھا....وھو لا یحصل الا بنفی ماعداھا...الخ (مرقاۃ ص ۵۰۱ ج ۱/)

مشکوٰۃ شریف ۳۶

(۳۸) سوال:۔لیَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَأْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے، تحریف وتاویل اور انتحال کا معنی بیان کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: آئندہ آنے والے گروہ میں سے اچھے اور نیک لوگ اس (کتاب وسنت کے) علم کو حاصل کریں گے (پھر) اس (علم) کے ذریعے سے تمام غلو کرنے والوں کی تحریف اور غلط کاروں کی غلطیوں اور جاہلوں کی تاویلات کو رد اور دفع کریں گے۔

مطلب:۔(ب) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ، اگر کوئی غلط کار شخص ہماری اس کتاب وسنت کے علم کو لیکر باطل وحرام چیزوں پر استدلال کرنا چاہے گا یا ایسی بات لا کر پیش کرے گا جو دین وسنت سے نہیں ہے تو اللہ کے اچھے نیک ومعتمد بندے اسکا قلع قمع کر دیں گے (مرقاۃ ص ۵۰۸ ج ۱/)

تحریف، تاویل، انتحال کے معنیٰ:۔ **تحریف**: تحریف کے معنیٰ ہیں کلام کو اپنی اصل جگہ سے پھیر دینا۔

تاویل:۔ یہاں پر تاویل کے معنی ہیں قرآن وحدیث کے غلط ونادرست معانی بیان کرنا۔

انتحال:۔ کسی کے قول یا شعر کو اپنی طرف منسوب کرنا جبکہ قائل کوئی اور ہی

Scanned by CamScanner

متحص ہو (مرقاۃ ص۵۰۸ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۴۰

(۳۹) سوال:۔ عَنْ ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طَھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ تحریر کریں۔ (ب) قبولیت کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ یہاں عدم قبولیت سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور نہ وہ خیرات قبول ہوتی ہے جو حرام مال میں سے کی جائے۔

قبول کے معنیٰ اور اس جگہ قبولیت سے کیا مراد ہے:۔ اور اس حدیث شریف کے اندر عدم قبولیت سے عدم صحت مراد ہے (مرقاۃ ص۳۲ ج۲))

مشکوٰۃ شریف ص۴۰

(۴۰) سوال:۔ عن ابی ھریرۃؓ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول تَوَضَّؤُا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔

(الف) مما مست النار سے وضو کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کا مسلک مدلل تحریر کریں۔

(ب) اگر یہ حدیث ائمہ اربعہ کے خلاف ہے تو جواب تحریر کریں۔

جواب:۔ (الف) ائمہ اربعہ کا مسلک مدلل:۔ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مما مست النار (آگ پر پکی ہوئی چیز) سے وضو واجب نہیں ہے (بذل المجہود) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

والعمل علی ھذا عنداکثر اھل العلم (ترمذی ص۲۴ ج۱)

دلیل:۔ عن ابن عباسؓ قال ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ

وسلّم اکل کتف شاۃ ثم صلّیٰ ولم یتوضأ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰) (بخاری شریف)

(ب) حدیث باب کا جواب:۔ (۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن الصلاحؒ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے نسخ کی صراحت کی ہے اور ناسخ قول صحابیؓ "کان آخر الامرین من رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ترک الوضوء مما مست النار" کو قرار دیا ہے یہی بات علامہ طیبی بھی فرماتے ہیں۔

(۲) توضؤا مما مست النار سے وضوء لغوی (کلی کرنا ہاتھ دھونا وغیرہ) مراد ہے۔

(۳) اس سے وضوء شرعی ہی مراد ہے لیکن یہ حکم استحبابی ہے (مرقاۃ ص۳۳ ج۲)

نوٹ:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے لیکن خواص کیلئے ہے نہ کہ عوام کیلئے (کذافی حاشیۃ الترمذی ص۲۴ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۴۱

(۴۱) سوال:۔ عن بُسرۃَ قالت قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اِذَا مسَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَہٗ فَلْیَتَوَضَّأْ۔

(الف) مس ذکر سے نقض وضو یا عدم نقض وضو کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب مدلل لکھیں۔

(ب) محی السنہ رحمۃ اللہ نے حضرت طلقؓ کی روایت کو جو منسوخ کہا ہے حنفیہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔ (الف) مس ذکر کے بارےمیں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل:۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا (حاشیہ ترمذی شریف ص۲۶ ج۱)

Scanned by CamScanner

دلیل ائمہ ثلاثہ :۔اذا مسّ احدکم ذکرہ فلیتوضأ(ابوداؤد۔ترمذی)

دلیل احناف :۔سُئل رسو الله صلّی الله علیه وسلّم عن مسّ الرجل ذکرہٗ بعد مایتوضأ قال وهل هو الا بضعة منه (ابوداؤد وترمذی)

(ب) محی السنہ کے دعویٰ نسخ کا جواب:۔علامہ تورپشتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔دعویٰ نسخ حدِ احتیاط سے خارج ہے۔کیونکہ مدّعی نسخ کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ابوہریرہؓ طلق کی وفات کے بعد یا انکے اپنے ملک میں چلے جانے کے بعد اسلام لائے ہوں اور طلق دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے ہوں۔

لہٰذا محی السنہ رحمۃ اللہ کا قول مبنی بر احتمال ہے انکے پاس کوئی قطعی ثبوت ودلیل نہیں ہے (حاشیہ المشکوٰۃ ٦ص ۴۱)(مرقاۃ ص۴۴ ج ۲/)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۱

(۴۲) **سوال**:۔عن عائشة قالت کان النبی صلّی الله علیه وسلّم یُقَبّلُ بَعْضَ ازْوَاجِهٖ ثُمّ یُصَلِّیْ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔

(الف) مس مراۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلّل تحریر کریں

(ب) احناف کی طرف سے ائمہ ثلثہ کی دلیل کا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) مسّ مرأۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ کے نزدیک مس مرأۃ ناقض وضو ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مس مرأۃ ناقض وضو نہیں ہے۔

جیسا کہ امامِ ترمذی فرماتے ہیں وهو قول اهل الکوفة قالوا لیس فی القبلة وضوء وقال مالک بن انس ، الشافعی واحمد فی القبلة وضوء (ترمذی ص ۲۵ ج ۱/)

دلیل ائمہ ثلثہ :۔اذا جاء احدمنکم من الغائط

اولامستم النساء(القرآن)

کہ اس آیت کے اندر لمس سے لمس بالید مراد لیتے ہیں یعنی کہ لامستم النساء سے عورت کو ہاتھ سے چھونا مراد ہے۔

دلیل احناف :۔عن عائشة اَنَّ النبی صلّی الله علیه سلم قَبّل بَعَضَ نِسَائِهٖ ثم خرج الی الصلوة ولم یتوضّأ (ترمذی شریف ص۲۵ ج ۱/))

احناف کی طرف سے ائمہ ثلثہ کی دلیل کا جواب:۔اس آیت کریمہ کا جواب احناف نے دیا ہے کہ لامستم سے جماع مراد ہے جیسا کہ یہی رئیس المفسرین ابن عباسؓ سے منقول ہے اور حضرت علیؓ ابوموسی اشعریؓ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان اللمس والملامسة کنایة عن الجماع وهوالذی صحّ عن عمر بن الخطابؓ ایضاً علی مانقله ابوبکر ابن العربی وابن الجزری فقوله تعالیٰ اولا مستم دلیل الغُسل لا دلیل الوضوء (عینی ص۷۹۱ ج ۱/) بلکہ امام بخاری نے بھی لمس بمعنیٰ جماع ہی مراد لیا ہے۔

واختارهُ البخاری وصرّح بِهٖ فی التفسیر ولذا لم یوجب من مسّ المرأة والذکر وضوءً ا (فیض الباری)

مشکوٰۃ شریف ۴۲

(۴۳) **سوال**:۔عن عبد الله بن عمرَ قال اِرْتَقَیْتُ فَوْقَ بَیْتِ حَفْصَةَؓ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَأَیْتُ رَسُوْلَ الله صَلَّی الله علیه وسلّم یَقْضِیْ حَاجَتَه مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُستَقْبِل الشَّام۔

(الف) استقبال واستدبار قبلہ کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کا مسلک مدلل واضح کریں۔

(ب) حدیث ابن عمر احناف کے خلاف ہو تو اس کا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) استقبال واستدبار کے متعلق ائمہ اربعہ کا مسلک مدلل:۔

Scanned by CamScanner

امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صحراء کے اندر استقبال واستدبار دونوں مکروہ تحریمی ہیں اور بنیان (آبادی) کے اندر دونوں جائز ہیں۔

دلیل (۱) حدیث باب ہے کہ اس سے استدبار فی البنیان کا جواز ثابت ہو رہا ہے

دلیل (۲) انما نهى عن ذلك فى الفضاء فاذا كان بينك وبين القبلة شئ يسترك فلا باس (حاشیہ ترمذی ص۸ ج۱)

اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استقبال واستدبار مطلقاً (صحراء وبنیان دونوں میں) مکروہ تحریمی ہے۔ دلیل۔ لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها (بخاری ومسلم) (فیض الباری ص۲۴۵ ج۱)

جواب حدیث ابن عمرؓ:۔ حدیث ابن عمرؓ کے مختلف جوابات منقول ہیں۔

(۱) حدیث ابن عمر فعلی ہے، اور ہماری دلیل قولی ہے، اور فعلی قولی کے معارض نہیں ہو سکتی لیکن علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس جواب کو پسند نہیں فرمایا ہے (فلتنظر فی فیض الباری ص۲۴۵ ج۱)

(۲) حدیث ابن عمر کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے کہ یہ نہی (استقبال واستدبار) کی نسخ کیلئے ہے یا حکم کو بنیان کے ساتھ خاص کرنے کیلئے ہے (۳) یا اسطرح کرنا مکان کی تنگی کے باعث تھا۔ ان تمام احتمالات ووجوہات کی بنا پر یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

(۴) ممکن ہے ابن عمر کی نگاہ اچانک پڑی ہو اور فوراً اعتنائی ہو صحیح صورت حال معلوم نہ کر سکے ہوں۔

(۵) ممکن ہے کہ آپؐ فقط سینے اور چہرے سے استقبال کئے ہوئے ہوں اور شرمگاہ سے استقبال نہ کئے ہوں (فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال) (فیض الباری ص۲۴۶ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۴۴

(۴۴) سوال:۔ عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلّى الله

عليه وسلّم عشرٌ مِنَ الفِطْرَةِ قَصُّ الشَارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاِسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الاَبطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِىْ الِاسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِىْ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلّا ان تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) فطرت کے معنی لکھئے (ج) مذکورہ دس احکام کے بارےمیں تحریر کیجئے کہ کون کون سی چیزیں مستحب اور کونسی سنت اور کونسی واجب ہیں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دس باتیں فطرت میں سے ہیں (۱) مونچھ کترنا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخون تراشنا (۶) جوڑوں کی جگہ دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) موئے زیر ناف صاف کرنا (۹) پانی کا کم کرنا یعنی کہ پانی سے استنجاء کرنا راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز کو بھول گیا البتہ میرا گمان ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

(ب) فطرت کے معنیٰ:۔ فطرت کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) انبیاء کرام کی سنت مراد ہے اکثر لوگوں سے یہی منقول ہے۔

(۲) سنت ابراھیمی مراد ہے اور یہی اظہر الاقوال ہے (مرقاۃ ۹۰ ج۲)

(ج) امور عشرہ کے احکام:۔ **قص شارب**:۔ قص شارب سنت ہے، **اعفاء اللحیة**، اعفاء اللحیہ سنت مؤکدہ اشد تاکید ہے کما فی حجة الله البالغه اللحية هى الفارقة بين الصّغير والكبير وهى جمال الفحول وتمام هيئتهم فلا بدّ من اعفاءها وقصها سنة المجوس (حجة الله البالغه بحواله حاشيه ابوداؤد ص۸)

مسواک:۔ مسواک کرنا بالاتفاق سنت ہے البتہ داؤد ظاہری، غیرہ نے واجب کہا ہے۔

استنشاق ماء:۔ استنشاق ماء وضوء کے اندر سنت اور غسل کے اندر

Scanned by CamScanner

فرض ہے۔

قص الاظفار:۔ اور قص الاظفار (یعنی ناخنوں کا کاٹنا) بھی سنت ہے۔

غسل البراجم:۔ غسل البراجم (یعنی جوڑوں کا دھونا) مستحب ہے

نتف الابط:۔ نتف الابط (یعنی بغل کا بال اکھاڑنا) سنت ہے لیکن حلق کرنا سنت نہیں بلکہ جائز ہے۔

حلق العانه:۔ حلق العانہ (یعنی موئے زیرناف کا مونڈنا) مرد کیلئے سنت ہے اور عورتوں کیلئے حلق کے علاوہ نُورہ (جس سے بال زائل کیا جاسکے) وغیرہ کا استعمال سنت ہے۔

انتقاص الماء:۔ انتقاص الماء اگر اس سے مراد استنجاء کرنا ہے کما قالہ الرّاوی تو یہ واجب ہے۔

اور اگر نضح الماء بعد الوضو (وضو کرنے کے بعد چھینٹیں مار لینا شرمگاہ پر وساوس کو دور کرنے کے لئے) مراد ہے تو مستحب ہے کمافی حاشیہ الترمذی ص ۱۷ ج ۱/

مضمضه:۔ مضمضہ یعنی کلی کرنا وضو کے اندر سنت اور غسل میں فرض ہے۔ (مرقاۃ ص ۹۰/۹۱ ج ۲/ وغیر ذالک)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۱

(۴۵) **سوال**:۔ عن عبد الله بن مسعودؓ ان النبی صلّی الله علیه وسلّم قال له لَیْلَةَ الْجِنّ مَا فِی اِدَا وَتِکَ قَالَ قُلْتُ نَبِیْذٌ قَالَ تَمَرَةٌ طَیِّبَةٌ وَّمَاءٌ طَهُوْرٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نبیذ کی تعریف اور اسکی قسمیں لکھئے (ج) نبیذ سے وضوء کے جواز وعدم جواز کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب اور امام صاحب کا مرجوع الیہ مذہب بیان کریں۔ (د) ابن مسعود کی ایک اور روایت ہے۔ لم اکن لیلة الجن مع رسول الله صلّی الله علیه وسلّم۔ اس حدیث اور حدیث باب میں تعارض ہو رہا ہے آپ اسکو دور کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمه**: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے لیلۃ الجن کے موقع پر فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا نبیذ ہے (تو) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ تو) پاکیزہ کھجور اور پاک پانی ہے۔

(ب) **نبیذ کی تعریف مع اقسام**:۔ نبیذ وہ پانی ہے جسکے اندر کھجوریں ڈالی جائیں تاکہ میٹھا ہوجائے۔ وهو ماء یلقی فیه تمرات لیحلو (مرقاة ص ۱۸۱ ج/۱)

اور نبیذ کی در حقیقت تین قسمیں ہیں (۱) حلو مسکر (۲) حلو غیر مسکر (۳) حلو محض (حاشیہ الترمذی شریف ص ۲۶ ج ۱/)

(ج) کیا نبیذ سے وضوء جائز ہے ائمہ کرام کا مسلک اور امام صاحب کا مرجوع الیہ قول کیا ہے؟

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک نبیذ سے وضو جائز نہیں ہے۔

اور احناف رحمہم اللہ سے اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں چنانچہ (۱) امام صاحب کا قول بطریق امام محمدؒ یہ ہے کہ وضوء جائز ہے اور ساتھ ساتھ تیمّم بھی کرلے (۲) فقط وضوء کرلے تیمم نہ کرے۔

(۳) فقط تیمم کرلے وضو نہ کرے یہ قول بطریق امام ابو یوسف منقول ہے۔

اور یہی امام صاحب کا قول مرجوع الیہ ہے (مرقاۃ ص ۱۸۳ ج ۲/ و حاشیہ ترمذی شریف ص ۲۶/ ج ۱)

(د) **دفع تعارض**:۔ (۱) لم اکن الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب آپؐ جناتوں سے گفتگو کر رہے تھے اور ان پر دعوت اسلام پیش کر رہے تھے اس وقت میں آپکے ساتھ میں نہیں تھا (جیسا کہ روایات سے ثابت ہے) چنانچہ آپؐ نے کچھ پہلے ہی ایک گول دائرہ بنا کر ان کو وہیں بٹھا دیا تھا۔

(۲) ممکن ہے شروع میں ساتھ نہ گئے ہوا پھر بعد میں پہونچے ہوں **اور نفی** ساتھ میں جانے کی کر رہے ہوں۔ یہ بھی روایت سے ثابت ہے **(ان شئت فلتراجع فی المرقاة ص ۱۸۲ ج/۲ ثمه تجد الرّوایتین)**

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص۵۱

(۴۶)سوال:۔عَنْ یَحْیَ بِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اِنَّ عُمَرؓ خَرَجَ فِیْ رَکْبٍ فِیْھِمْ عَمْرُو بْنُ العاصؓ حَتّٰی وَرَدُوْا حَوْضاً فَقَالَ عمرٌو یَا صَاحِبَ الْحَوْضِ ھَلْ تَرِدُ حَوْضَکَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَاصَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فِاِنَّا نَرِدُ عَلَی السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَیْنَا۔

(الف)حدیث شریف کاترجمہ لکھئے(ب)سور سباع پاک ہے یاناپاک ائمہ کرام کے مذاہب بیان کیجئے(ج)نجاست کے گرنے سے کونساپانی ناپاک ہوتاہے ائمہ کااختلاف دلیل کے ساتھ لکھئے۔

جواب:۔(الف)ترجمہ:۔یحی بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک قافلے کے ساتھ نکلے اس (قافلے میں) حضرت عمرو بن العاصؓ بھی تھے یہاں تک کہ قافلے والے ایک حوض کے پاس پہونچے تو عمرو بن عاصؓ نے پوچھا اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں تو حضرت عمرؓ (فوراً) بول پڑے اے حوض والے تو ہمکو کچھ نہ بتلا پس بلا شبہ ہم درندوں پر اترتے ہیں اور وہ ہم پر اترتے ہیں (جس طرح ہم اپنی ضرورت پوری کرنے آتے ہیں اسیطرح وہ بھی آتے ہوں گے اور حوض کا پانی کثیر ہے فلاحرج)

(ب)**سور سباع پاک ہے، یاناپاک، ائمہ کرام کے مذاہب:**۔امام مالک کے نزدیک سور سباع پاک ہے امام احمدؒ امام شافعیؒ کے نزدیک کلب وخنزیر کے علاوہ دیگر تمام سباع کا جھوٹا پاک ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک سور سباع نجس وناپاک ہے (فیض الباری ص۲۷۲۔۲۷۳ ج/۱)(ھدایہ ص۴۵ جدید ج/۱)

(ج)**وقوع نجاست سے کونساپانی ناپاک ہوتاہے:**۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقوع نجاست سے وہ پانی نجس ہوتاہے جنکا رنگ، مزہ، بو، بدل جائے۔امام شافعی واحمد رحمھما اللہ فرماتے ہیں کہ وقوع نجاست سے وہ پانی ناپاک ہوتاہے جو قلتین سے کم ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہوتاہے

جو قلیل ہو یعنی کہ ایک کنارے پر نجاست گرے تو دوسری طرف اسکا اثر پہونچ جائے (ای خلوص الاثر الیہ۔اوخلوص النجاسۃ الیہ (ھدایہ جدید ص۳۵ ج/۱)(حاشیہ ترمذی شریف ص۲۰ ج/۱)

دلائل ائمہ

امام مالکؒ:۔ الماء طھور لا ینجسہ شئ (ترمذی شریف ص۲۱ ج/۱)

امام شافعیؒ واحمدؒ:۔اِذا کان الماء قلّتین لم یحمل الخبث (ترمذی شریف ص۲۱ ج/۱)

امام ابوحنیفہ:۔ان کی دلیل یہی صاحب حوض والی روایت اور غدیر عظیم والی روایت ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۶۰

(۴۷)سوال:۔عن انس قال کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیَ الْعصرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ حَیَّۃٌ فَیَذْھَبُ الذَّاھِبُ اِلَی العوالی فَیَأْتِیْھِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِیْ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ علی اربعۃِ امیالٍ۔

(الف)حدیث شریف کاترجمہ کیجئے(ب)تعجیل وتاخیر عصر کے بارےمیں ائمہ کے مذاہب لکھئے(ج)روایت کی ایسی توضیح کیجئے کہ حنفیہ کامسلک تاخیر العصر محفوظ رہے۔

جواب:۔(الف)ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عصر کی نماز پڑھتے تھے اس حال میں کہ سورج روشن اور بلند ہوتا تھا پس کوئی جانے والا عوالی مدینہ (مدینہ کا اونچائی والا حصہ) کیطرف جاتا تو وہاں (عوالی میں) پہنچتا جبکہ ابھی سورج بلندی پر ہوتا اور (جبکہ) عوالی مدینہ کا بعض حصہ (مسجد نبوی سے) چار میل (کے فاصلے) پر پڑتا ہے۔

Scanned by CamScanner

(ب) تعجیل وتاخیر عصر کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب:۔ حضرت امام شافعیؒ واحمد ومالک رحمہم اللہ کے نزدیک تعجیل عصر افضل ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تاخیر عصر افضل ہے (نووی ص۲۲۳ اشعۃ اللمعات)

حدیث پاک کی توضیح:۔ (۱) اس حدیث کے اندر ذھاب الی العوالی کا قول سریع السیر، گھوڑے پر سوار لوگوں کے بارے میں ہے جو اتنی تیزی سے جاتے تھے کہ ابھی سورج بلند ہی رہتا تھا اور وہ عوالی سے واپس بھی آجاتے تھے۔

(۲) یا یہ کہ لوگ آپ کے پیچھے فضیلت حاصل کرنیکی غرض سے نماز پڑھنے دور، دور سے آتے تھے تو آپ اسی عارض کیوجہ سے عصر کی نماز جلدی پڑھ لیتے تھے، ورنہ تاخیر ہی افضل ہے چنانچہ طحاوی شریف کے اندر ہے کہ حضورؐ عصر کی نماز مسجد نبوی سے پڑھ کر قبا تشریف لے جاتے پس وہاں لوگوں کو صلوۃ عصر پڑھتے ہوئے پاتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ تعجیل پر اور صحابہ کرامؓ (کسی عارض کے نہ ہونے کی وجہ سے) تاخیر عصر پر عمل کرتے تھے جو کہ حکم اصلی ہے۔ (فتح الملہم۔ بذل المجہود)

مشکوۃ شریف ص۶۱

(۴۸) **سوال:۔** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر۔

(الف) اگر فجر یا عصر کی ایک ہی رکعت ملی اس کے بعد طلوع یا غروب ہوگیا تو کیا حکم ہے اختلاف ائمہ مدلّل بیان کریں۔ (ب) یہ حدیث کس کا مستدل ہے نیز جن کے خلاف ہے وہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں (ج) جو لوگ ایک رکعت فجر یا عصر پالینے سے نماز کے صحیح ہونے کے قائل ہیں وہ اوقات مکروہہ میں ممانعت صلوۃ والی حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔ قبل از طلوع وغروب کی رکعت واحدہ کا کیا حکم ہے اختلاف ائمہ مدلّل۔

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر ایک آدمی نے فجر کی ایک رکعت پالیا پھر طلوع شمس ہوگیا اسی طرح عصر کی ایک ہی رکعت پایا تھا کہ غروب شمس ہوگیا تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

دلیل:۔ من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس الخ (حدیث باب)

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر کی نماز طلوع شمس سے باطل ہوجائیگی۔

دلیل:۔ عن ابن مسعود انہ قال لا تحرّوا صلوتکم عند طلوع الشمس وعند غروبھا۔

البتہ کسی نے اگر عصر کی ایک رکعت پڑھی تھی کہ غروب شمس ہوگیا تو نماز باطل نہ ہوگی

دلیل:۔ ان الجزء المقارن للاداء سبب موجب الصلوۃ وآخر وقت العصر وقت ناقص... فوجب ناقصا فاذا اداہ کما وجب فأدّیٰ و اعتراض الفساد بالغروب لا تفسد (مرقاۃ ص ۳۰۵، ۳۰۶ ج ۲)

یعنی کہ اداء صلوۃ سے متصل جو جزو ہوتا ہے وہی وجوب کا سبب ہوتا ہے لہٰذا غروب سے قبیل نماز پڑھنے سے ناقص واجب ہوئی پس جس طرح نماز واجب ہوئی اسی طرح ادا کردیا لہٰذا یہ نماز باطل نہ ہوگی (مرقاۃ ص ۳۰۵ ج ۲/ فتح الملہم ص۱۸۶ ج ۲)

(ب) حدیث باب کس کا مستدل ہے اور اسکا جواب کیا ہے؟ حدیث باب ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مستدل ہے۔ اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) ادرک کے بعد مضاف محذوف ہے ای ادرک وقت الصبح او وقت العصر۔ یا ادرک فضیلتھا۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی نابالغ بالغ ہوگیا اور حائضہ ونفساء

پاک ہوگئی یا کافر اسلام لے آیا کہ فقط ایک رکعتِ صلوۃ ملنے کا وقت باقی ہے تو اب یہ نماز صلوۃ کا اہل ہوجانے کی وجہ سے لازم ہوگئی لہٰذا اسکی قضاء ضروری ہے (مرقاۃ ص۳۰۵ ج۲ بذل المجہود ص۲۴۰ ج۱ ر فتح الملہم ص۱۸۶ ج۲)

ممانعت صلوۃ در اوقات مکروہہ کی حدیث کا جواب:۔ جو لوگ (ائمہ ثلاثہ) طلوع وغروب ہوجانے کے باوجود صحت صلوۃ کے قائل ہیں وہ اوقات مکروہہ میں ممانعت صلوۃ والی حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حکم غیر معذور لوگوں کا ہے اور اس حدیث باب میں معذورین کا حکم بیان کیا گیا ہے عذر مثلاً نماز سے سوگیا اور پھر طلوع یا غروب کے وقت بیدار ہوا تو اس نائم کیلئے نوم عذر ہے، لہٰذا نماز فجر یا عصر ادا کرسکتا ہے چاہے ایک ہی رکعت کے بقدر وقت ملے۔ (ترمذی ص۴۶ ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۶۳

(۴۹) سوال:۔ عن انسؓ قَالَ ذَکَرُوْا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَکَرُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

(الف) کلمات اذان واقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ذکر کریں (ب) کلماتِ اِقامت کی تعداد پر امام ابوحنیفہؒ کی دلیل لکھیں (ج) یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب تحریر کرتے ہوئے بتلائیں کہ یا بلال قم فناد بالصلوۃ کا صحیح مصداق کیا ہے؟

جواب:۔ **(الف) کلمات اذان واقامت کی تعداد میں فقہا کرام کا اختلاف**

کلماتِ اذان:۔ امام شافعیؒ کے نزدیک انیس کلمات ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک سترہ اور امام ابوحنیفہؒ واحمدؒ کے نزدیک پندرہ کلمات ہیں۔ فالحاصل ان کلمات الاذان عند الشافعیؒ تسعة عشر کلمةً وعند مالکؒ سبعة عشر کلمةً وعند ابی حنیفةَ خمسة عشر کلمةً (العرف الشذی ص ۱۰۷)

کلماتِ اقامت:۔ امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک گیارہ کلمات ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک دس اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سترہ

کلمات ہیں (فتح الملہم ص۲ ج۲)

(ب) کلماتِ اقامت کی تعداد پر امام صاحب کی دلیل؟ کلمات اقامت کی تعداد پر امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ۔ عن ابی محذورة ان النبی صلّی الله علیه وسلّم علّمه الأذان تسع عشرة کلمة والاقامة سبع عشرة کلمة (مشکوٰۃ شریف ص ۶۳)

(ج) ان یوتو الأقامة کا جواب؟ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ

(۱) ایتار سے مجموعۂ کلماتِ اقامت کا ایتار مراد ہے یعنی کہ اقامت کے تمام کلمات جوڑے جائیں تو اخیر میں وتر عدد (طاق و بے جوڑ) ہی ہوگا مثلاً اقامت کے اندر سترہ کلمات کے مجموعے میں ایتار ہے کیونکہ سترہ وتر اور طاق ہوتا ہے نہ کہ جفت اور جوڑ۔

(۲) ایتار سے ایتار صوتی مراد ہے یعنی کہ ایک سانس میں دونوں کلموں کو ملا کر کہے مثلاً اللہ اکبر اللہ اکبر کو ایک ہی سانس میں کہے (فتح الملہم ص۳ ج۲ بذل المجہود ص۲۸۱ ج۱)

فناد بالصلوۃ کا مصداق:۔ حدیث شریف کے اندر نادِ بالصلوۃ سے الصلوۃ جامعة کہکر نماز کیلئے لوگوں کو بلانا مراد ہے اور یہ حضرت عمرؓ کی رائے سے طے ہوا تھا۔

اذان شرعی مراد نہیں ہے کیونکہ اس مشورے کے بعد خواب دیکھا گیا تھا اور ناد بالصلوۃ آپ نے مشورہ کے بعد مشروعیت اذان سے پہلے فرمایا تھا۔ (مرقاۃ ص۳۴۱ ج۲)

مشکوٰۃ شریف ص۶۶

(۵۰) سوال:۔ عَنْ اِبْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُم مکتوم.

Scanned by CamScanner

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اذان قبل الفجر کے بارےمیں ائمہ کرامؒ کے مذاہب مدلّل ذکر کیجئے (ج) اگر یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہوتو اسکا جواب تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال رات میں (صبح صادق کے طلوع سے قبل) اذان دیتے ہیں لہذا کھاؤ پیو، یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان دیدیں۔

(ب) اذان قبل الفجر کے بارےمیں ائمہ کرام کے مذاہب مدلّل

امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اذان قبل دخول وقتِ فجر بھی جائز ہے۔

دلیل:۔ ان بلالا یؤذن بلیل فکلو واشربوا!۔

امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وقتِ فجر کے دخول سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے اگر دیدی گئی تو اعادہ لازم ہے۔

دلیل:۔ (۱) عن عائشة قالت ماکانوا یؤذّنون حتی یَنفَجر الفجر (مصنف ابن ابی شیبه)۔

(۲) عن بلال انّه علیه السّلام قال لاتُؤذّن حتّی یستبین لك الفجر الخ (ابوداؤد) (عینی ص ۶۵۰ ج/۲)

(ج) حدیث کا جواب:۔ (۱) بخاری شریف میں ایک روایت ہے کہ۔ عن ابن مسعودٍ انه علیه السلام قال لایمنعنّ احد کم اذانُ بلالٍ من سحوره فانهٗ یؤذّن بلیل لِیُنَبّهَ نائمکم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان بلال صلوٰۃِ فجر کیلئے نہیں تھی۔ بلکہ سونے والوں کو بیدار کرنے اور تہجد پڑھنے والوں کو اطلاع دینے کیلئے تھی تاکہ جلد از جلد سحری سے فارغ ہوجائیں (عینیؒ ص۶۵۱ ج/۲)

(۲) اور اذان بلال پر کبھی بھی اکتفاء نہیں کیا گیا، بلکہ وقت ہونے کے بعد پھر ابن ام مکتوم اذان دیتے تھے، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اذان برائے فجر نہ تھی

بلکہ برائے ایقاظِ نائم اور اطلاعِ قائم برائے سحور تھی۔

مشکوٰۃ شریف ص۶۹

(۵۱) سوال:۔ عن عبد الرحمنِ بن عائِشٍ قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم رَاَیۡتُ رَبِّیۡ عَزَّ وَجَلَّ فِیۡ اَحۡسَنِ صُوۡرَۃٍ قَالَ فِیۡمَ یَخۡتَصِمُ الۡمَلَأُ الۡاَعۡلٰی قُلۡتُ اَنۡتَ اَعۡلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّهٗ بَیۡنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدۡتُ بُرۡدَهَا بَیۡنَ ثَدۡیَیَّ فَعَلِمۡتُ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَتَلَا وَکَذَالِکَ نُرِیۡ اِبۡرَاهِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَکُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) آپؐ کو رؤیت باری خواب میں ہوئی تھی یا حالتِ بیداری میں اگر بحالتِ بیداری ہو تو اس پر حدیث لن تروا ربکم حتیٰ تموتوا سے جو اشکال ہوگا اس کا جواب لکھئے (ج) دوسری روایت میں آپؐ نے باری تعالیٰ کے جواب میں نعم فی الکفارات فرمایا ہے جب کہ یہاں انت اعلم فرمارہے ہیں اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے کفارات کی تشریح اور انکا مصداق بیان کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ۔ میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا (میرے پروردگار نے) فرمایا کہ اوپر والے (ملائکہ) کس بات میں جھگڑتے ہیں، (تو) میں نے کہا (اسکو تو) آپ (ہی) خوب جانتے ہیں، حضرتؐ فرماتے ہیں پس (میرے رب نے) اپنا دستِ مبارک میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھدیا، اسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی پھر تو میں نے جان لیا جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اور (میرے رب، یا آنحضرتؐ) نے یہ آیت پڑھی وکذالک نری ابراهیم الخ۔ یعنی کہ ہم نے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے تمام تصرفات و عجائبات دکھلائے تاکہ وہ خوب یقین کرنے

والوں میں شامل ہو جائے۔

(ب) یہ رؤیت کس حال میں ہوئی تھی؟

اس رؤیت کے سلسلے میں دونوں طرح کا قول ہے(۱) کہ حالتِ نوم میں ہوئی تھی۔(۲) یا حالتِ یقظہ میں ہوئی تھی۔

اشکال کا جواب:۔ اگر حالتِ یقظہ مراد ہو تو اس صورت میں حدیث لن تروا ربکم کا جواب یہ ہوگا کہ حالت یقظہ میں دیکھنا آپ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لیلۃ المعراج میں آپؐ نے دیکھا ہے اور حدیث لن تروربکم امت کے حق میں ہے(کذافی حاشیہ المشکوٰۃ ومرقاۃ ص۴۲۷ ج/۲)۔

اور اگر حالت نوم مراد ہو تو اس صورت میں کوئی اشکال نہ ہوگا۔

(ج) اولاً آپ نے انت اعلم فرمایا

پھر ثانیاً نعم فی الکفارات کیونکر کہا؟

آپؐ نے پہلی بار اپنے رب کے سوال کے جواب میں انت اعلم اس لئے فرمایا تھا کہ ابھی فیضان باری نہیں ہوا تھا، لیکن جب رب ذوالجلال نے اپنا دستِ شفقت سینے پر رکھدیا، تو فیضان الٰہی سے سینہ معمور ہو گیا، اور تمام باتیں آپؐ کو معلوم ہو گئیں (کماقال فعلمت مافی السمٰوات والارض) اسی لئے دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا نعم فی الکفارات (کما ھو المفھوم عن المرقاۃ ص۴۲۹ ج/۲)

کفارات اور مصداق کفارات

کفارہ:۔ اس عمل وفعل اور خصلت وعادت کو کہتے ہیں جس سے گناہ مٹا دیئے جائیں اور یہاں پر ا۔ کا مصداق (۱) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا مسجد میں

انتظار کرنا۔

(۲) مسجد کی طرف پیدل جانا (۳) کامل طریقے پر وضو کرنا وغیرہ ہے اور یہ امور چونکہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اسی لئے انہیں کفارات کہا جاتا ہے۔(مرقاۃ ص۴۳۰ ج/۲)

مشکوٰۃ شریف ص۷۱

(۵۲) **سوال**:۔ عن ابنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ان یُصلّی فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِی الْمَزْبَلَةِ وَالْمجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِیْقِ وَفِی الْحَمَّامِ وَفِیْ مَعاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَھْرِ بَیْتِ اللّٰهِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں (ب) مذکورہ مواطن سبعہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے اور ان میں ممانعت صلوۃ کی وجوہات تحریر کریں (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، (۱) کوڑی اور گھورے پر (جہاں کوڑا، کرکٹ نجاست وپلیدی ڈالی جاتی ہے) (۲) کمیلے میں (جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہیں) (۳) مقبرہ (قبرستان) میں (۴) بیچ راستے میں (۵) اور حمام میں (۶) اونٹ کے تھان میں (۷) کعبۃ اللہ کی چھت پر۔

مواطن سبعہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے

ممانعت صلوۃ کی وجوہات کیا ہیں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی نے فرمایا کہ مواطن سبعہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں علماء کا اختلاف ہے۔قال الطیبی

Scanned by CamScanner

اختلف فی ان النهی الوارد عن الصلوٰة فی المواطن السبعة للتحریم او التنزیه (مرقاة ص ۴۴۳ ج ۲)

مزبله:۔ اس میں نماز پڑھنے سے اسلئے منع کیا گیا کہ یہاں نجاست وپلیدی ڈالی جاتی ہے۔ لہٰذ بدنِ مصلّی یا ثوبِ مصلّی پر نجاست کے لگ جانے کا خوف ہے۔

مجزره:۔ چونکہ یہاں پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں لہٰذ خون اور پلیدی ونجاست کا ہونا یقینی ہے اسی لئے نماز پڑھنے سے منع فرمادیا (مرقاة ص ۴۴۲ ج ۲)

مقبره:۔ مقبرہ میں ممانعت صلوۃ کی دو وجہ ہے (۱) یہود کی عادت سے مشابہت ہے (۲) اسمیں ضمناً ایک قسم کے شرک کی بو آتی ہے (فتح الملہم التعلیق الصبیح)

قارعة الطريق:۔ بیچ راستے میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع کر دیا گیا کہ لوگوں کی آمد ورفت کی وجہ سے قلبی سکون اور خشوع وخضوع باقی نہیں رہیگا۔

حمام:۔ اسمیں بھی نماز پڑھنے سے اسی لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ محل نجاست اور شیطانوں کا اڈہ ہے۔

معاطن الابل:۔ اسمیں نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ جگہ بھی موضعِ نجاست ہے اسکے علاوہ اونٹ کے خوف سے خشوع صلوۃ بھی جاتا رہیگا۔

ظهر بيت الله:۔ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اسمیں بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور اسکی تعظیم کے خلاف ہے (مرقاة ص ۲۴۲۔۲۴۳ ج ۲)

(ج) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق

مزبله:۔ مزبلة جمع مزابل باب ضرب، کوڑی۔ گوبر، کھاد پھینکنے کی جگہ

مجزره:۔ مجزرة جمع مجازر باب نصر، جانور ذبح کئے جانے کی جگہ۔ کمیلہ۔

مقبره:۔ مقبرہ جمع مقابر باب نصر، ضرب، یہ اسم ظرف ہے مفعلة بروزن مأسدة کا، وہ جگہ جہاں بکثرت قبریں ہوں۔

قارعه:۔ قارعة جمع قوارع باب فتح، کھٹکھٹانا۔ قارعة الطريق مین روڈ۔ جی ٹی (G.T) روڈ (بقول مفتی سعید صاحب) عام آمد ورفت کا راستہ۔

معاطن:۔ معاطن جمع، واحد معطن، بکسر الطاء اونٹ کا تھان اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ بعض لوگوں (علامہ طیبیؒ) نے کہا ہے کہ عطن کی جمع ہے (کذا فی المرقاة ص ۴۴۳ ج ۲)

مشکوۃ شریف ص ۷۳

(۵۳) سوال:۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صَلَّى الله عليه وسلّم لَا تُقْبَلُ صَلوٰةُ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ.

(الف) لاتقبل۔ حائض۔ اور خمار کے لغوی ومرادی معنی تحریر کیجئے۔ (ب) حدیث میں مذکور لفظ حائض سے مطلقاً بالغہ عورت مراد ہے یا خاص قسم کی عورت، جو بھی شق اختیار کریں اسکی دلیل لکھیں (د) باندی اور حرہ کے ستر کی تفصیل لکھیں۔

جواب: (الف) لاتقبل، حائض، خمار، کے لغوی، مرادی معنی

لاتقبل۔ قبول سمع سے قبل قبولاً۔ قبول کرنا۔ یہاں لاتقبل سے مراد معنیٰ لاتصح ہے، حائض باب ضرب سے حاض، حیضاً، حیض آنا، یہاں پر مراد آزاد بالغہ عورت ہے خمار جمع اَخْمِرَةٌ، خُمُرٌ اوڑھنی دوپٹہ۔ پردہ مراد اس جگہ مایتخمر به من ستر الراس یعنی جس سے سر راس کو چھپایا جائے۔ (مرقاة ص ۴۷۰ ج ۲)

حائض سے مطلقاً بالغہ عورت مراد ہے یا خاص قسم کی عورت مدلل؟

(ب) حائض سے آزاد بالغہ عورت مراد ہے، کما قاله الطیبی (مرقاة ص ۴۷۰ ج ۲)

دليل:۔ حضرت عمر کا قول ہے الق عنکِ الخمار یا دفار اتتشبّهين بالحرائر۔ اس سے معلوم ہوا کہ باندی کیلئے خمار ضروری نہیں ہے، کیونکہ اسکے ستر

میں سر شامل ہی نہیں ہے۔لہٰذ لازمی طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ الاختمار کا حکم آزاد بالغہ کیلئے ہے(ہدایہ ص۹۴ ج۱/)

(ج)حرہ اور باندی کے ستر کی تفصیل

حرہ عورت کا پورا جسم عورت ہے سوائے وجہ اور کفین کے،وبدن الحرۃ کلّھا عورۃ الّا وجھھا وکفیھا(ھدایہ ص ۹۳ ج/۱)

اور باندی کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے البتہ باندی کا پیٹ اور اسکی پیٹھ بھی ستر میں شامل ہے اور بقیہ پورا جسم ستر نہیں ہے۔وما کان عورۃ من الرجل فھو عورۃ من الأمۃ وبطنھا وظھر ھا عورۃ وماسوی ذالک من بدنھا لیس بعورۃ(ھدایہ ص ۹۴ ج/۱)

مشکوٰۃ شریف ص۷۵

(۵۳)سوال:۔عن مَالِکِ بِنِ الحُوَیرِثِ قَال کَانَ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلّم اِذا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا اُذُنَیْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَأسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِکَ۔

(الف)رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کے باریمیں ائمہ کرام کا اختلاف مدلل لکھیں(ب)اور یہ بھی بتلائیں کہ یہ حدیث جن کے خلاف ہے وہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب:۔(الف)رفع یدین کا حکم مع اختلاف ائمہ مدلل

امام شافعیؒ واحمدؒ اور امام مالکؒ کے ایک قول۔کے مطابق رکوع سے سر اٹھانے کے وقت بھی رفع یدین سنت ہے(عینی ص۷ ج/۲)

دلیل:۔رفع یدین،رفع رأس من الرکوع کے وقت سنت ہے،اس پر بہت

سی روایات پیش کی جاتی ہیں،انہی میں سے ایک روایت مالک بن الحویرث کی بھی ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔اذا رفع راسه من الرکوع فقال سمع الله لمن حمده فعل مثل ذالک(مشکوۃ ص۷۵) احناف اور امام مالک کے نزدیک(قول مشہور کے مطابق اور یہی اصحاب مالک کے نزدیک معمول بہ بھی ہے)رفع یدین صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہے(عینی ص۸ ج/۳)

دلیل:۔عن ابن مسعودؓ حدث قالؓ الا اصلّی بکم صلوۃ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم فصلّی فلم یرفع یدیه، الّا فی اوّل مرّۃٍ(ابوداؤد ترمذی)

(ب)جواب حدیث باب

یہ حدیث اور اس کے علاوہ وہ تمام دیگر حدیثیں جن سے رفعِ یدین کا ثبوت ملتا ہے سب کی سب منسوخ ہیں۔نسخ کی دلیل یہ ہے کہ۔انّ ابن الزبیر رأی رجلاً یرفع یدیه من الرکوع فقال مه کان ھٰذ شئٌ فعله النبیؐ ثم ترکه(التعلیق الصبیح ص ۳۴۹ ج/۱)

یعنی کہ ابن زبیر نے ایک شخص کو رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اسکو ڈانٹ کر فرمایا کہ ٹھہر جا،اسطرح حضورؐ پہلے کیا کرتے تھے پھر بعد میں آپؐ نے چھوڑ دیا تھا۔

مشکوہ شریف ص۹۲

(۵۴)سوال:۔عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی الله علیه وسلّم اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمْ یَدْرِکْ صَلّٰی ثَلٰثاً اَوْ اَرْبَعًا فَلْیَطْرَحِ الشَّکَّ وَلْیَبْنِ عَلٰی مَا اسْتَیْقَنَ ثُمَّ یَسْجُدُ سَجْدَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یُسَلِّمَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے(ب)سجدہ سہو قبل السلام ہے یا بعد

السلام ائمہ کرام کے مذاہب مدلل بیان کیجئے (ج) حدیث شریف کس کا مستدل ہے اور اسکا جواب کیا ہے تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص درمیان نماز شک میں مبتلا ہو جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو اسے چاہئے کہ اپنے شک کو دور کرے اور جس عدد پر یقین ہو اسی پر بناء کرلے (کسی ایک عدد رکعت کا تعین کر کے نماز پوری کرلے) پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدہ کرلے۔

(ب) سجدۂ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر قسم کا سجدۂ سہو قبل السلام ہے خواہ نماز میں کمی کے باعث واجب ہو یا زیادتی کے باعث یہی امام احمدؒ کا بھی ایک قول ہے (عینی ص ۱۷۳ ج ۳)

دلیل:۔ انکی دلیل یہی حدیث باب ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سہو نقصان فی الصلوٰۃ کی بناء پر ہو تو سجدۃ السہو قبل السلام ہوگا اور اگر زیادت فی الصلوٰۃ کی بنا پر ہو تو سجدۂ سہو بعد السلام ہوگا جسکو وہ القاف بالقاف والدال بالدال سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی کہ نقص میں بھی قاف ہے لہٰذا قبل السلام سے مناسبت ہے اور زیادت میں دال ہے اسی لئے بعد السلام سے مناسبت ہے (فتح الملہم ص ۱۵۷ ج ۲)

دلیل بصورت نقص:۔انہٗ علیہ السّلام قام من اثنتین من الظہر لم یجلس بینہما فلما قضیٰ صلوتہٗ سَجَدَ سَجْدَتَیْن ثم سلّم بعد ذالک (بخاری شریف)

دلیل بصورت زیادت:۔انّ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّیٰ الظہر خمسًا فسجد سجدتی السہو بعد السلام (عینی ص ۱۷۳ ج ۳ بذل المجہود ص ۱۴۴ ج ۲)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام صورتوں میں سجدہ سہو قبل السلام ہے البتہ صرف دو صورتوں میں وہ بھی بعد السلام سجدہ سہو کے قائل ہیں (۱) نقص فی الصلوٰۃ کی صورت میں (۲) نماز میں شک واقع ہونے کی بنیاد پر تحری (غور و فکر) فی الصواب کے وقت تاخیر کی صورت میں (عینی ص ۱۷۳ ج ۳ فتح الملہم ص ۱۵۷ ج ۲)

بصورت نقص کی دلیل:۔بصورت نقص امام احمدؒ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔جسکا ٹکڑا یہ ہے فصلّی رکعۃ ثم سلّم ثم سجد سجدتین ثم سلّم (الحدیث) (مسلم شریف) (مشکوٰۃ شریف فصل ثالث ص ۹۳)

بصورت تحری فی الصواب کی دلیل:۔انہ علیہ السلام قال اِذا شک احدکم فی صلوتہ فلیتحر الصواب فلیتم علیہ ثم لِیسلم ثم یسجد سجدتین (بخاری شریف)

قبل السلام کی دلیل:۔قبل السلام کی دلیل ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے جسکا ایک ٹکڑا ہے۔فلیسجد سجدتین قبل ان یسلّم ثم یسلّم (الحدیث)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر قسم کا سجدہ سہو (خواہ بصورت زیادت ہو یا بصورت نقص) بعد السلام ہی ہوگا (عینی ص ۱۷۴ ج ۳)

دلیل:۔انہ علیہ السلام قال لکل سہو سجدتان بعد ما یسلّم (ابوداؤد ابن ماجہ)

(ج) حدیث باب کس کا مستدل ہے اور اسکا جواب کیا ہے

حدیث باب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل ہے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ قولی ہے لیکن چونکہ شک کے متعلق جو روایات ہیں ان میں باہم تعارض ہے لہٰذا شک والی تمام روایتوں کو (باہمی تعارض کی بناء پر) ساقط کر دیا جائے گا (فتح الملہم ص ۱۸۸ ج ۳)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص ۹۴

(۵۵)سوال:۔عن ابن عمر قال قال رسول الله ل صلّی الله علیه وسلّم لَایَتَحَرّٰی اَحَدُکُمْ فَیُصَلِّیَ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) طلوع وغروب اور استواء کے وقت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ائمہ کرام کے مذاہب تحریر کیجئے (ج) آگے ایک روایت ہے جس میں قرنی الشیطٰن کا لفظ ہے اسکی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ۔رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

(ب) اوقات ثلثہ مکروھہ میں نماز پڑھنے کے بارےمیں ائمہ کرام کے مذاہب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اوقات مکروھہ میں فقط وہ نماز جائزنہیں ہے جسکے لئے کوئی سبب نہ ہو البتہ جسکے لئے کوئی سبب ہو (مثلاً نذر معیّن کی نماز قضاءِ فوائت وغیرہ) اسکو ان مکروہ اوقات میں بھی پڑھ سکتے ہیں (جائز ہے)

حضرت امام مالک اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان اوقات مکروھہ میں نوافل حرام ہیں نہ کہ فرائض (مرقاۃ ص ۱۳۳ ج ۳ (فتح الملہم ص ۳۶۸ ج ۲)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اوقات مکروھہ میں ہر قسم کی نماز پڑھنا حرام ہے الا عصر یومه واذا حضرت الجنازه اوتلیت اٰیة السجدة حینئذٍ (مرقاة ص ۱۲۶ ج/۳ (مرقاة ص ۱۳۴ ج/۳)

(ج) قرنی الشیطان کی وضاحت

قرنی الشیطان کے معنی ہیں شیطان کے سر کے دونوں کنارے۔ چونکہ شیطان طلوع شمس کے وقت بالکل سورج کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے تا کہ سورج کا نکلنا

اس کے سر کے دونوں کناروں کے بیچ سے وقع ہو اور اپنے پجاریوں کا قبلہ بن سکے، اسی لئے طلوع کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔(مرقاۃ ص ۱۲۵ ج ۳)

مشکوٰۃ شریف ص ۹۵

(۵۶)سوال:۔عَنْ مُعَاوِیَةَؓ قَالَ اِنَّکُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَیْنَاهُ یُصَلِّیْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِیْ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.وعن عائشة قَالَتْ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلّم رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِیْ قَطُّ.

(الف) آپکے سامنے دو روایتیں ہیں حضرت معاویہؓ کی روایت سے بعد عصر رکعتین کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جبکہ حدیث عائشہؓ سے اسکا صرف ثبوت ہی نہیں بلکہ آپؐ کی مواظبت ثابت ہوتی ہے لہذا آپ دونوں روایتوں کا تعارض دفع کریں۔

(ب) عصر وصبح کے بعد سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ائمہ کرام کا مسلک تحریر کریں

(ج) حدیث پاک سے آپکا عصر کے بعد سنتیں پڑھنا ثابت ہے اسکا کیا جواب ہے تحریر کریں۔

جواب (الف) دفع تعارض درمیان

حدیث معاویہؓ وحدیث عائشہؓ۔

ان دونوں روایتوں میں تعارض کو اس طرح دفع کریں گے کہ حدیث معاویہؓ عام احوال اور خارج بیت سے متعلق ہے یعنی کہ آپ علیہ السلام نے عصر کے بعد دو رکعتیں عام صحابہ کے سامنے کبھی بھی نہیں پڑھی تا کہ یہ لوگ بھی نہ پڑھنے لگیں اس لئے کہ وہ دونوں رکعتیں آپ ھی کے ساتھ خاص تھیں۔ لانه کان یصلیهما فی البیت لئلا یقتدی به لاختصاصهما به (مرقاة ص ۱۳۹)

اور حدیث عائشہؓ خانگی احوال کے متعلق ہے اور یہ آپ علیہ السلام کی

خصوصیت ہے۔ کماقال الخطابی کان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مخصوصاً بھذ دون الخلق (عینی ص ۵۹۰ ج ۲)

(ب) بعد صبح و بعد عصر سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صبح اور عصر کے بعد صرف وہی نماز پڑھ سکتے ہیں جسکا کوئی سبب ہو مثلاً نذر کی نماز فائتہ کی قضاء وغیرہ۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بعد صبح و بعد فجر ہر قسم کی نماز حرام ہے سوائے اس دن کی عصر کی نماز اور سجدۂ تلاوت و نماز جنازہ کے اگر موجود ہے یعنی کہ یہ نماز بعد عصر و صبح بھی جائز ہے لیکن اتنی تاخیر کرنا کہ مکروہ وقت نکل جائے افضل ہے، امام مالکؒ امام احمدؒ کے نزدیک صرف فرض نماز پڑھ سکتے ہیں نوافل پڑھنا حرام ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۳۴ ج ۳)

(ج) عصر کے بعد آپؐ کا سنت پڑھنا

(۱) عصر کے بعد آپکا سنت پڑھنا آپکی خصوصیات میں سے ہے۔

(۲) عصر کے بعد آپ نے سنت اس لئے پڑھی تھی کہ قبیلۂ عبدالقیس کے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ انہی میں مشغول تھے کہ ظہر کے بعد کی دو سنتیں فوت ہوگئیں تھیں اس لئے آپؐ نے عصر کے بعد انکی قضاء فرمائی (عینی ص ۳۷۵ ج ۲)

مشکوۃ شریف ص ۱۰۳

(۵۷) سوال:۔ عن یزید بن الاسود قال شھدتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجتہٗ فصلیتُ معہٗ صَلوۃَ الصُبحِ فِی مسجدِ الخیف فلما قضی صلوتہٗ وانحرف فإذا ھُو برجلینِ فِی اٰخِرِ القَوْمِ لم یصلیا معہٗ قال علَیَّ بِھما فجیٔ بھما ترعَدُ فرائِصُھما فقال ما منعکما ان تصلیا معنا فقالا یا رسول اللہ انا قد صلّینا فِی رِحالِنا

قَالَ فَلَا تَفْعَلَا اِذَا صَلَّیْتُمَا فِیْ رِحَالِکُمَا ثُمَّ اَتَیْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّیَا مَعَھُمْ فَاِنَّھَا لَکُمَا نَافِلَةٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہونے کا حکم بیان کیجئے (ج) یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہو تو جواب تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت یزید بن اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں شریک تھا چنانچہ (اس موقع پر ایکدن) میں نے آپؐ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے اور پیچھے مڑکر دیکھا تو اچانک دو شخص جماعت کے آخر میں بیٹھے تھے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، آنحضرتؐ نے (انہیں دیکھکر) ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ وہ دونوں آنحضرتؐ کی خدمت میں اس حال میں حاضر کئے گئے کہ (آپؐ کی ہیبت کیوجہ سے) انکے مونڈھوں کا گوشت تھرتھرا رہا تھا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک دیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم اپنے مکان میں نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا اگر تم اپنے مکان میں نماز پڑھ چکو پھر ایسی مسجد میں پہونچو جہاں جماعت ہورہی ہو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لو یہ نماز تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔

(ب) فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جماعت میں شامل ہونیکا کیا حکم ہے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد بھی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے کیونکہ انکے نزدیک ایکبار نماز پڑھ لینے کے بعد مطلقاً (خواہ تنہا پڑھا ہو یا با جماعت) دوبارہ جماعت کے ساتھ اعادہ کرسکتا ہے۔ حضرت

Scanned by CamScanner

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر باجماعت پڑھ چکا ہے تو نہیں لوٹائے گا اور اگر تنہا پڑھا ہے تو جماعت کے ساتھ لوٹا سکتا ہے۔ انکے نزدیک تمام نمازوں کا یہی حکم ہے سوائے مغرب کے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد دوبارہ اعادہ نہیں کرسکتا اور یہی حکم عصر ومغرب کا بھی ہے البتہ ظہر وعشاء کا اعادہ جماعت کے ساتھ کرسکتا ہے۔ (مرقاۃ ص۲۳۱ ج۳/ بذل المجہود ص۳۳۴ ج۱/ فتح الملہم ص۲۱۶ ج۲/)

(ج) حدیث باب کا جواب

اس حدیث کے مختلف جوابات منقول ہیں۔

(۱) یہ حدیث اور احادیث نہی دونوں باہم متعارض ہیں (یعنی کہ وہ احادیث جن میں صبح اور عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے) اور یہ حدیث مبیح اور نہی کی حدیث محرّم ہے اور مبیح پر محرم کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا نہی کی حدیثیں راجح ہوں گی۔

(۲) یہ حدیث، احادیث نہی سے منسوخ ہے، اور یہ حدیث اگرچہ حجۃ الوداع کی ہے لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ تمام احادیث سے مؤخر ہو کیونکہ احادیث نہی (صلوۃ بعد الصبح والعصر) پر حضورؐ کے بعد بھی صحابہ کرام نے عمل کیا ہے، لہٰذا نسخ کے قول پر اشکال وارد نہیں ہوسکتا ہے۔ (مرقاۃ ص۲۳۴ ج۳) (البذل ص۳۳۴ ج۱، فتح الملہم ص۲۱۶ ج۲/، اشعۃ اللمعات ج۱)

مشکوٰۃ شریف ص۱۱۲

(۵۸) سوال:۔ عن علیؓ قال قال رسو الله صلى الله عليه سلم ان الله وتر يحب الوتر فاوتروا يااهل القرآن.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ (ب) اہل قرآن سے کون لوگ مراد ہیں اور نماز وتر کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف کیا ہے مدلل تحریر کریں (ج) وتر کی نماز پنجگانہ نمازوں کے ساتھ مشروع ہوئی یا بعد میں اور کن الفاظ کے ساتھ۔

جواب:۔ (الف) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ وتر (بے جوڑ) ہیں اور وتر کو پسند فرماتے ہیں پس اے اہل قرآن وتر کو پڑھا کرو۔

(ب) اہل قرآن سے کون لوگ مراد ہیں

اہل قرآن سے مؤمنین مصدّقین بالقرآن یا حافظِ قرآن مراد ہیں (مرقاۃ ص۳۳۹ ج۳/ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص۱۱۲)

نماز وتر کی تعداد رکعات مع اختلاف ائمہ مدلل

امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمدؒ رحمہم اللہ کے نزدیک دو رکعت اور رکعت ثالثہ کے درمیان سلام کے ذریعے فصل کرکے ایک رکعت سے وتر ادا کردے (ترمذی شریف ص۱۰۶ ج۱)

دلیل:۔ عن ابن عمر قال كان النبى صلّى الله عليه وسلّم يصلّى من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعة (ترمذی ص۱۰۶ ج۱/)

علامہ نوویؒ سے منقول ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ایک رکعت سے وتر پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ وتر کی تین رکعات ایک سلام سے واجب ہیں۔

دلیل:۔ عن عائشةؓ قالت كان النبى صلَى الله عليه وسلّم لا يسلَم فى ركعتى الوتر وعنها قالت كان النبىؑ يوتر بثلاث لايسلم الاّ فى اٰخرهن (عینی ص۴۰۴ ج۳/)

وتر کی نماز کا حکم آیا پنجگانہ کے ساتھ نازل ہوا یا بعد میں اور کن الفاظ کیساتھ

وتر کی نماز کا حکم پنجگانہ نمازوں کے بعد نازل ہوا ان الفاظ کیساتھ باختلا

فی روایت (۱) ان رسول اللہؐ قال اِن الله عز وجلَ زادكم صلوةً فصلّو ها فيما بين العشاء والصّبح الوتر الوتر (رواہ احمد والطبرانی)

(۲) خرج علينا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقال ان الله امدكم بصلاةٍ هي خير لكم من حمر النعم الوتر (ترمذی ص ۱۰۳ ج ۱/۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱

(۵۹) سوال:۔ عن ابى هريرة عن النبى صلّى الله عليه وسلّم قَالَ الجُمُعَةُ على مَنْ اٰواهُ الَّيلُ الى اهلِه۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) على من اٰواه الليل کی نحوی وصرفی تحقیق لکھئے (ج) جمعہ کے شرائط وجوب وصحت کیا کیا ہیں اور اس حدیث میں کونسی شرط بیان کی گئی ہے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جس کو رات اپنے اہل کی طرف ٹھکانہ دے۔

(ب) **على من آواه الليل کی تحقیق**:۔ اس جملہ کی نحوی تحقیق یہ ہے کہ على من اواه الليل خبر ہے اور الجمعة اس کا مبتدا ہے۔

مکمل ترکیب:۔ الجمعة مبتدا، علی حرف جر، من اسم موصول، اوی فعل و مفعول بہ، اللیل فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر صلہ، موصول صلہ سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا واجبة شبہ فعل کے، شبہ فعل اپنے متعلق سے ملکر خبر، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

صرفی تحقیق آواہ کے اندر اوی فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور یہ فعل مہموز فاء ولفیف مقرون دونوں سے مرکب ہے اللیل جمع لیالی، رات۔

(ج) جمعہ کے شرائط وجوب وصحت کیا کیا ہیں

جمعہ کی صحت ووجوب کیلئے کل بارہ شرطیں ہیں چھ نفس مصلّی کے اندر اور چھ ہی مصلّی کے علاوہ میں ہوتی ہیں۔

نفس مصلی کے اندر:۔ (۱) حریت (آزادی) (۲) ذکورت (مرد ہونا) (۳) اقامت (۴) صحت (۵) سلامت رجلین (۶) سلامت بصر۔

فی غیر المصلی:۔ (۱) مصر جامع (۲) سلطان یا نائب سلطان (۳) جماعت (۴) وقت (۵) خطبہ (۶) اذن عام (حاشۃ الھدایہ ص ۱۶۸ ج ۱/۱)

علی من اواہ اللیل کے اندر کونسی شرط بیان کی گئی ہے

حدیث شریف کے اس ٹکڑے کے اندر شرط اقامت کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ معناه ان الجمعة على المقيم لا المسافر ولاتجب الجمعة على المسافر (حاشية الترمذى ص ۱۱۵ ج ۱/۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳

(۶۰) سوال:۔ عَنِ البَرَاءِ قَالَ قَالَ رسول الله صلّى الله عليه وسلَم حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلْيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِيْبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهٗ طِيْبٌ۔

(الف) حدیث شریف کا واضح ترجمہ کیجئے (ب) جمہور جب غسل جمعہ کو سنت کہتے ہیں تو حقًا سے سمجھے جانے والے وجوب کا کیا جواب ہے (ج) غسل جمعہ کو سنت کہنے کی دلیل کیا ہے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مسلمانوں پر لازم (افضل والیق) ہے کہ غسل کرلیا کریں، اور چاہئے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے گھر سے خوشبو لیکر لگالیا کرے پس اگر

Scanned by CamScanner

(خوشبو) نہ پائے تو اسکے لئے پانی ہی خوشبو ہے (غسل کرلینا ہی کافی ہے)۔

(ب) حقاً سے مفہوم، وجوب کا کیا جواب ہے

حدیث شریف کے اندر لفظ حقاً سے سمجھے جانے والے وجوب کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر حقاً بمعنیٰ لازم وواجب نہیں ہے بلکہ حق بمعنی جدیر۔ لائق اور افضل ہے۔

(ج) غسل جمعہ کے سنت ہونیکی دلیل

مَن تَوضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل (الحديث)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۹

(۶۱) سوال:۔ عن عائشةَ قالت اِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عهدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلى الله عليه وسلّم فَبَعَثَ مُنَادِيًا اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِىْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَتْ عَائِشَةُ مَارَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَا سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اور بتلائے کہ صلوۃ الکسوف (سورج گہن) میں رکوع کی تعداد میں ائمہ کرام کے مذاہب کیا ہیں اور یہ حدیث کس امام کا مستدل ہے اور حنفیہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں (ج) یہ سورج گہن عہد رسالت میں کب واقع ہوا تھا اور آپ نے اس موقع پر کیا تقریر فرمائی تھی نیز کیا صلوۃ الکسوف میں خطبہ مشروع ہے اور حنفیہ کا کیا مسلک ہے تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (ایک مرتبہ ہجرت کے بعد) سورج گہن واقع ہوا چنانچہ آپ نے ایک منادی (خبر دینے اور بلانے والے) کو (لوگوں) کے درمیان بھیجا (کہ وہ یہ منادی کردے کہ) الصلوۃ جامعۃ (نماز جمع کرنے والی ہے) چنانچہ (جب لوگ جمع ہوگئے) تو آپ آگے بڑھے، اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں چار رکوع اور چار سجدے کئے (پہلی رکعت میں دو رکوع دو سجدہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (جتنے طویل رکوع وسجدے میں نے اس دن کئے) اس سے زیادہ طویل میں نے کبھی نہ رکوع کیا اور نہ کبھی سجدہ کیا۔

(ب) صلوۃ الکسوف کے اندر رکوع کی تعداد میں ائمہ کے مذاہب

حضرت امام شافعی واحمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک ہر رکعت میں دو، دو رکوع ہے تو دو رکعتوں میں مجموعی طور پر چار رکوع ہوگئے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے (مرقاۃ ص ۵۸۴ ج ۳)

یہ حدیث کس امام کا مستدل ہے اور اسکا جواب کیا ہے

یہ حدیث شریف ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مستدل ہے (مرقاۃ بحوالہ بالا) اور اس حدیث شریف کا جواب یہ ہے کہ (۱) صلوۃ الکسوف کے اندر تعداد رکوع کے بارےمیں روایات متعارض ومضطرب ہیں لہٰذا تعارض واضطراب کی بنیاد پر روایات قولیہ سالم عن الاضطراب والتعارض کو ترجیح دی جائیگی اور احناف کی دلیلیں اسی نوع کی ہیں۔

(۲) صاحب ہدایہ نے حدیث عائشہ کا جواب دیا ہے کہ والحال اکشف علی الرجال لقربهم فكان الترجيح الخ (ہدایہ ص ۱۷۵ ج ۱) یعنی کہ مرد بمقابل عورتوں (حضرت عائشہ وغیرہ) کے زیادہ مطلع ہوسکتے ہیں کیونکہ قریب الی الامام تھے اور ابن عباس کی جو ایک روایت ہے اسی طرح کی تو وہ بھی بچوں کی صفوں میں تھے لہٰذا ان سے مقدم لوگوں کے اقوال زیادہ معتبر ہوں گے

(۳) خود راوی حدیث حضرت عائشہ کا مذہب اسکے خلاف ہے اور جب راوی کا مذہب اپنی روایت کے خلاف ہو تو روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔ (فتح القدیر ص ۴۴۳ ج ۱ / فتح الملہم ص ۴۵۲ ج ۲)

Scanned by CamScanner

(ج) سورج گہن عہد رسالت میں کب واقع ہوا

اس سلسلے میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جسکی تصحیح ابن حبان نے کی ہے اسمیں منقول ہے کہ کسوف شمس جمادی الآخر ۵ھ میں واقع ہوا (مرقاۃ ص ۵۸۳ ج ۳) دوسری روایت حضرت جابرؓ کی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سورج گہن حضرت ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ۱۰ھ مہینے کی دسویں تاریخ کو پیش آیا (مرقاۃ ص ۵۹۱ ج ۳)

آپ نے اسوقت کیا تقریر فرمائی

حضرت ابوموسیٰؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے کسوف شمس کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ شمس وقمر، یہ دونوں نشانیاں ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں اور کسوف شمس نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتا اور نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے بلکہ اللہ تعالیٰ اس طرح کی نشانیوں سے اپنے بندوں کو ڈراتے رہتے ہیں پس اگر تم اسطرح کی نشانیوں کو دیکھو تو اللہ کے عذاب سے بچنے کیلئے اسکی یاد اور دعاء و استغفار میں مشغول ہو جاؤ (مرقاۃ ص ۵۹۰۔۵۹۱ ج ۳)

کیا صلوۃ الکسوف میں خطبہ مشروع ہے احناف کا کیا مسلک ہے

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صلوۃ کسوف میں خطبہ دینا مستحب ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ واحمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک صلوۃ الکسوف میں خطبہ مشروع نہیں ہے۔ (فتح الملہم ص ۴۵۳ ج ۲ (اوجز المسالک ص ۲۷۵ ج ۲)

مشکوٰۃ ص ۱۴۶

(۶۲) سوال:۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رسول الله صلَى الله علی وسلم كَانَ يَجمَعُ بَينَ الرَّجُلَينِ مِنْ قَتلى اُحُدٍفِی ثَوْبٍ وَاحِدٍثُمَّ يَقُولُ اَيُّهم

اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلىٰ اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِی اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلىٰ هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) شہید پر نماز جنازہ کے باریمیں ائمہ کرام کا مذھب مدلل لکھئے (ج) حدیث باب اگر احناف کے خلاف ہو تو اس کا جواب بھی تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحُد میں سے دو شخصوں کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے تھے پھر دریافت فرماتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے پس جب آپؐ کی طرف اس (احفظ للقرآن) کیلئے اشارہ کیا جاتا، تو اسکو قبر میں آگے کر دیتے اور فرماتے کہ میں گواہی دوں گا ان پر قیامت کے دن، اور انکو خون کے ساتھ دفن کرنیکا حکم فرمایا، اور ان پر نہ نماز جنازہ پڑھی گئی او نہ انکو غسل دیا گیا۔

(ب) شہید پر نماز جنازہ کے باریمیں ائمہ کرام کا مذہب اور انکی دلیل

حضرت امام شافعی اور احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شہید پر صلوۃ الجنازہ نہیں ہے۔

دلیل:۔ امر بدفن قتلیٰ احد بدمائهم ولم يصل عليهم (عینی ص ۱۷۱ ج ۴ (بذل السجهود ص ۱۹۰ ج ۴)(جواهر النقی ص ۱۳ ج ۴).

اور حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک شہید پر نماز جنازہ واجب ہے۔

دلیل:۔ عن ابن عباس قال اتی بقتلیٰ احد النبی صلّی الله عليه وسلّم يوم احد فجعل يصلّی علی عشرة عشرة وحمزة الخ (حاشيه ترمذی شريف ص ۱۹۷ ج ۱)(بحواله **مذكوره بالا**)

(ج) حدیث باب کا جواب

(۱) لم يصل عليهم کا مطلب ہے کہ لم يصل عليهم كصلوته على

حمزۃ حیث صلی علیه مرارًا یعنی کہ جسطرح آپ نے حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی اس طرح کسی اور شہید صحابی کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ ان پر کئی بار نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔

(٢) اس وقت تو نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی لیکن وفات سے ایک سال پہلے پڑھی ہے کما فی الحدیث .خرج فصلی علیهم صلوته علی الجنازۃ.

(٣) تیسرا جواب یہ ہے کہ روای حدیث حضرت جابرؓ کے باپ اور چچا اس جنگ میں شہید ہوئے تھے لہذ وہ انکی تجہیز وتکفین کے انتظام کیلئے مدینہ تشریف لے گئے ادہر آپ نے نماز جنازہ ادا کرنیکا حکم فرما دیا اور وہ بوقت صلوۃ حاضر نہ ہو سکے تھے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق روایت کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف ١٥١

(٦٣) سوال ۔ عنِ المُغیرۃ بنِ شُعبۃؓ قالَ سمعتُ رَسولَ الله صلی الله علیه وسلم یقولُ منْ نِیحَ علیهِ فاِنّهٗ یُعذَّبُ بِمَا نِیحَ عَلَیْهِ یَوْمَ القیامۃِ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نوحہ کی کیا حقیقت ہے اور نوحہ جائز ہے یا نہیں تحریر کیجئے۔

(ج) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے حالانکہ یہ چیز لا تزر وازرۃ وزر اخری کے معارض ہے آپ تعارض کو دفع کیجئے۔

جواب ۔ (الف) **ترجمہ**: ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص پر نوحہ خوانی کی گئی اسکو قیامت کے دن نوحہ خوانی کی وجہ سے عذاب دیا جائیگا۔

(ب) نوحہ کی حقیقت اور جواز یا عدم جواز: ۔

نوحہ کی حقیقت آواز کے ساتھ رونا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت میت پر یا

ایسی چیز پر روئے جو اس (عورت) سے متاع دنیا میں سے فوت ہو جائے۔ اور حدیث میں نوحہ علی المیت کی ممانعت وارد ہوئی ہے لہذ نوحہ خوانی ناجائز ہے البتہ اگر عورت اپنے معاصی اور گناہ کے کاموں پر نوحہ خوانی کرے اور روئے تو یہ ایک قسم کی عبادت ہے اور جائز ہے۔ (مرقاۃ ص١٢٦ ج٤)

(ج) دفع تعارض

حدیث شریف میں فانه یعذب بما نیح علیه کا مطلب یہ ہے کہ اگر میت نے بوقت موت بکاء ونوحہ وغیرہ کی وصیت کی تھی تو اسکو اپنی اس وصیت کیوجہ سے عذاب دیا جائیگا لہذ اب اس آیت لاتزر وازرہ الخ اور روایت کے مابین تعارض نہیں رہ گیا کیونکہ اس کو عذاب نوحہ کی وصیت کرنے (اپنے ہی عمل) کیوجہ سے دیا جائیگا نہ کہ نوحہ کرنے کی وجہ سے۔ یہی سب سے راجح قول ہے۔ (عینی ص٨٨ ج٤) (فتح الملہم ص٤٧٤ ج٢) (التعلیق الصبیح ص٢٥٩ ج٢)

کتابُ الزّکوۃ

مشکوٰۃ شریف ص١٥٥

(٦٤) سوال: ۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغنِیَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلیٰ فُقَرَائِهِمْ.

(الف) نقل زکوۃ من بلد الی بلد آخر کے بارے میں ائمہ کرام کا مذہب مدلل بیان کریں (ب) حدیث باب کا جواب تحریر کریں (ج) اغنیاء هم فقرائهم کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

جواب (الف) نقل زکوۃ کے بارے میں ائمہ کرام کا مذہب اور انکی دلیل

حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایک شہر کی زکوۃ

Scanned by CamScanner

دوسرے شہر کیطرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

دلیل:۔ان اللہ قد فرض علیهم صدقة تو خذ من اغنیأهم فترد علی فقرائهم (الحدیث) انکے علاوہ حضرت امام ابوحنیفہ واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک نقل زکوۃ جائز ہے لیکن مع الکراہۃ۔

دلیل:۔ان النبیؐ کان یستدعی الصد قات من الأعراب الی المدینة ویصرفها فی فقراء المهاجرین والانصا (الحدیث)

(ب) **حدیث پاک کا جواب**:۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ فقرائهم سے فقراء مسلمین مراد ہیں اور یہ عام ہے خواہ کسی بھی شہر کے باشندے ہوں اور اگر اپنے شہر سے زیادہ دوسرے شہر کے لوگ حاجت مند ہیں تو مکروہ بھی نہیں ہے۔

(ج) **اغنیاء هم فقراهم** کی ضمیر کا مرجع:۔اغنیاءهم اور فقرائهم دونوں کی ضمیریں المسلین کی طرف راجع ہیں نہ کہ ساکنین بلاد کیطرف کما زعمہ الشافعیؒ والمالکؒ۔(هذا کله فی العینی ص ۲۶۱ ر۱ البذل ص ۳۹ ج ر۳ حاشیہ نسائی ص ۲۷۰ ج ر۱)

مشکوۃ شریف ص ۱۵۶

(۶۵) سوال:۔عنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی الله علیه وسلّم عُمَرؓ عَلَی الصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُبْنُ الْوَلِیْدِ وَالْعَبَّاسُ فَقَالَ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّا اَنَّه کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاهُ اللهُ وَرَسُوْلُه وَاَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدْ اِحْتَبَسَ اَدْرَاعَه وَاَعْتُدَه فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَاَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِیَ عَلَیَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثم قَالَ یَا عُمَرُ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث کی تشریح کے دوران بتائیے کہ فهی علی ومثلها معها آپ نے کیوں فرمایا (ج) خالد بن الولید پر ظلم کی کیا توجیہ ہوگی۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوۃ (وصول کرنے) کیلئے عامل بنا کر بھیجا، پس کسی نے آکر خبر دی کہ ابن جمیل اور خالد بن الولیدؓ اور عباسؓ نے زکوۃ ادا نہیں کی (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابن جمیل نے زکوۃ دینے سے تو اسلئے انکار کیا کہ وہ (پہلے) مفلس وقلاش تھا پس اللہ ورسول نے اسکو دولت مند بنا دیا ہے، اور رہی خالد بن الولید کی بات تو تم لوگ ان پر ظلم کر رہے ہو (ان پر درحقیقت زکوۃ واجب ہی نہیں ہے) تحقیق کہ انہوں نے اپنی زرہیں اور دیگر آلات حرب کو اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) وقف کر رکھا ہے اور رہا مسئلہ (حضرت) عباسؓ کا تو انکی زکوۃ میرے ذمے میں ہے اور (صرف اسی سال کی نہیں بلکہ) اس کے مثل بھی (آئندہ کی) اسی (سال رواں کی زکوۃ) کے ساتھ پھر ارشاد فرمایا کہ اے عمر کیا تمکو معلوم نہیں کہ کسی شخص کا چچا اسکے باپ کے مانند ہوتا ہے (لہٰذا تم لوگ عباس کو میرے باپ کی جگہ سمجھو اور انکی تعظیم وتوقیر کرو)

(ب) تشریح حدیث:۔لا ینقم ابن جمیل الخ کا مطلب یہ ہے کہ ابن جمیل جو زکوۃ دینے کو ناپسند کرتا ہے اور طالب صدقہ پر غصہ دکھلاتا ہے اس کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے کہ پہلے وہ نادار ومفلس اور فقیر وقلاش تھا لیکن وہ بظاہر اسلام میں داخل ہوگیا جسکی وجہ سے اللہ نے اسکو مال دولت سے بہرہ ور کر دیا اور رسول اللہؐ نے اسکو مال غنیمت سے حصہ عطا فرمادیا پس وہ کافی مالدار ہوگیا، اب وہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کر رہا ہے۔اما خالد الخ اور جو تم لوگوں نے خالد ابن الولید کے زکوۃ نہ دینے کی اطلاع دی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر زکوۃ فرض ہی نہیں ہے کیونکہ انہوں نے تمام ساز وسامان (زرہیں اور دیگر آلات حرب) اللہ کی راہ میں، جہاد کیلئے وقف کر دیا ہے اب اگر ان اموال کو سامان تجارت کے قبیل سے سمجھکر تم ان سے زکوۃ کا مطالبہ کرو گے یا کرتے ہو تو یہ سراسر تعدی اور ظلم ہے۔

واما العباس الخ اور جہاں تک کہ حضرت عباسؓ کی زکوۃ کا مسئلہ ہے تو ا۔کا

کفیل وذمہ دار میں ہوں(۱) کیونکہ وہ دوسال کی زکوۃ پیشگی ادا کرچکے ہیں(۲) کیونکہ اس وقت وہ سخت ضرورتمند ہیں لہٰذ سال رواں اور آئندہ دونوں کی زکوتیں میرے ذمے ہیں میں اسکا ضامن وکفیل ہوں۔

اما شعرت الخ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم کچھ جانتے بھی ہو کہ حضرت عباس میرے باپ اور چچا دونوں ہیں لہٰذ تم ان پر ایک محال بات (عدم ادئیگی زکوۃ) کی تہمت کیسے لگا رہے ہو ممکن ہے ان کے پاس کوئی عذر ہو، اور تم ان پر ملامت کر رہے ہو پس انکی تعظیم وتوقیر کرو یا یہ کہ اے عمر وہ میرے چچا ہیں میری وجہ سے ان کا خیال رکھو، اور انکو کوئی رنج نہ پہونچنے پائے۔

علیَّ و مثلها معها آپ نے کیوں ارشاد فرمایا

اس کا دو جواب منقول ہے:۔(۱) الحاجة با لعباس ۔کہ حضرت عباس کواسوقت کسی چیز کی وجہ سے کوئی حاجت لاحق ہوگئی تھی اسی لئے آپ نے فرمایا فھی علی ومثلها معها (۲) ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے دوسال کی زکوۃ پیشگی وصول فرمائی تھی اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ انکی زکوۃ کی وصولیابی ہوچکی ہے البتہ اب میرے ذمہ میں ہے۔(ہذا کلہ فی المرقاۃ ص۲۷۳،۲۷۲ ج۴)

(ج) خالد بن ولید پر ظلم کی توجیہہ:۔حضرت خالد پر ظلم کی متعدد توجیہات منقول ہیں (۱) حضرت خالد پر زیادتی اس معنی کر ہے کہ انہوں نے اپنے تمام الات حرب وغیرہ کو اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے وقف کر دیا تھا پھر بھی ان کے اموال کو مال تجارت سمجھ کر ان سے زکوۃ کا مطالبہ کرنا یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ (۲) تم ان پر زکوۃ نہ دینے کا الزام لگاتے ہو حالانکہ انہوں نے اپنے تمام اسلحوں وغیرہ کو اپنے پاس اس لئے روک رکھا ہے تا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں تو پھر ان پر زکوۃ کیسی؟ لہٰذا ان سے زکوۃ کا طلب کرنا ظلم ہے (۳) تم ان کو مالدار سمجھتے ہو جبکہ انہوں نے سارا اثاثہ اللہ کی راہ میں دیدیا ہے تو پھر مالدار کیسے؟ (مرقاۃ ص۲۷۲ ج۴)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۷

(٦٦) سوال:۔ عَنْ عَمْرِ وبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وسلّم قَالَ لَاجَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ۔

(الف) ترجمہ کیجئے (ب) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ میں بتلائے کہ یہ سند مرسل ہے یا متصل اور اسکی دلیل کیا ہے۔(ج) جلب اور جنب کا کیا مطلب ہے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ عامل (زکوۃ وصول کرنے کیلئے) مویشیوں کو نہ کھنچوائے اور نہ مالک مویشیوں کو لیکر دور چلا جائے اور (بلکہ) مویشیوں کی زکوۃ انکے مکان پر لیجائے۔

(ب) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند مرسل ہے یا متصل اور اسکی دلیل کیا ہے

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ یہ سند اصح ومحقق قول کے مطابق متصل ہے البتہ ایک مرجوح قول مرسل کا بھی ہے۔

دلیل:۔دلیل سے پہلے جاننا چاہئے کہ (۱) قاعدہ ہے کہ سند کی ضمیر اول اسم کیطرف راجع ہوتی ہے لیکن خلاف قیاس اس سند میں تمام ضمیروں کو اول اسم کی طرف نہیں لوٹایا گیا ہے (تقریر مفتی سعید احمد صاحب) (اور بذل المجھود)

(۲) دوسری بات انکا سلسلۂ نسب یاد رکھنا ضروری ہے جو دلیل کے سمجھنے میں معین مددگار ہے نسب نامہ یوں ہے، عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وعنھم۔

(۳) تیسرے نمبر پر یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اس سلسلۂ نسب میں عبد اللہ اور عمرو بن العاص دونوں ھی صحابی ہیں اور محمد تابعی ہیں۔

دلیل ملاحظہ ہو

اس سند کے متصل ہونیکی دلیل یہ ہے کہ ابیـــہ کی ضمیر کا مرجع اگرچہ لفظ عمرو ہے لیکن جـــدہ کی ضمیر کا مرجع لفظ شعیب ہے اور جد شعیب سے عبداللہ مراد ہیں اور عبداللہ صحابی ہیں نیز شعیب کی ملاقات اپنے دادا عبداللہ سے ثابت ہے لہٰذ سند متصل ہوگی (حاشیہ نسائی شریف ص ۳۴ باب الاعتداء فی الوضوء) کے تحت یہ عبارت مرقوم ہے۔ الا صح المعتمد المعتبر المحقق ان مرجع ضمیر ابیه عمرو فالمعنی یروی عمر وعن شعیب.....ویروی شعیب عن جده ای جد نفسه یعنی مرجع ضمیرجده هو شعیب لا عمرو (حاشیه نسائی شریف ص ۳۴)

(ج) جلب وجنب کا مطلب

جلب :۔ جلب کا مطلب یہ ہے کہ ساعی مویشیوں سے دور کہیں خیمہ زن ہو جائے یعنی کہ آفس بنا کر بیٹھ جائے پھر لوگوں سے اپنی آفس تک مویشیوں کے لانے کا مطالبہ کرے۔

جنب :۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مالک، اموال زکوۃ (مثلاً بکریوں وغیرہ) کو لیکر آبادی سے دور نکل جائے تا کہ عامل کو مشقت ہو (مرقاۃ ص ۲۸۲ ج ۴)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۷

(۶۷) سوال:۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكوٰةَ فِيهِ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔
(الف) مال مستفاد کی تعریف اور اسکی قسمیں بیان کیجئے (ب) مال مستفاد کی قسموں میں سے کونسی قسم میں علماء کرام کا اختلاف ہے اور کون کون سی میں اتفاق ہے۔ اختلاف والی صورت کو مدلل واضح کیجئے (ج) حدیث شریف احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی تحریر کیجئے۔

جواب (الف) مال مستفاد کی تعریف مع اقسام

المستفاد المال الذی حصل للرّجل (ابتداءً او) فی اثناء الحول من هبة او میراث اومثله (حاشیہ ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج ۱)
یعنی مال مستفاد وہ مال ہے جو کسی شخص کو ابتداء یا درمیان سال میں ھبہ یا میراث کے ذریعہ یا اور کسی طریقے پر حاصل ہو۔

مال مستفاد کے اقسام

مال مستفاد کی تین قسمیں ہیں۔
پہلی قسم :۔ اس مال مستفاد کی ہے جو ابتداء حاصل ہو درانحالیکہ اس سے قبل آدمی کے پاس بالکل مال نہ تھا۔
دوسری قسم :۔ اس مال مستفاد کی ہے جس سے پہلے آدمی کے پاس مال موجود ہو اور یہ حاصل شدہ مال سابقہ مال کی جنس سے ہو اور اسکا نتیجہ بھی ہو۔
تیسری قسم :۔ اس مال مستفاد کی ہے جس سے پہلے مال تو ہو اور یہ حاصل شدہ مال سابقہ مال کے جنس سے بھی ہو پر اسکے نتیجے میں سے نہ ہو۔

(ب) کون کون سی قسم میں علماء کا اتفاق یا اختلاف ہے

پہلی قسم کے بارےمیں علماء کا اتفاق ہے کہ اس صورت میں حولان حول شرط ہے اور دوسری قسم کے بارےمیں اتفاق ہے کہ حولان حول شرط نہیں ہے دراصل مختلف فیہ تیسری قسم ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی حولان حول (سال کا گزرنا) شرط نہیں ہے۔ امام صاحب کے علاوہ شوافع وغیرہ اس صورت میں بھی حولان حول کی شرط لگاتے ہیں۔ (حاشیہ ترمذی ص ۱۴۰ ج ۱) (التقریر للترمذی لشیخ الہند ص ۲۱)

امام صاحب کی دلیل :۔ انه علیه السلام قال ان من

السَّنَةَ شهرًا تؤدون فيه زكوة اموالكم فَمَا حَدَثَ بعد ذالك فلا زكوة فيه حتى يجئ رأس الشهر.

اس دلیل میں غور کرنیکی بات یہ ہے کہ جس مہینے میں زکوۃ ادا کی جاتی ہے مال حادث یعنی مستفاد کی زکوۃ بھی اسی مہینے میں دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل:۔من استفاد مالا فلا زكوة فيه حتى يحول عليه الحول (الحديث).

(ج) **حدیث شریف کا جواب**:۔اس **حدیث کے دو جوابات** ہیں (۱) یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند میں **ایک راوی عبدالرحمان** بن زید بن **اسلم ضعیف** ہے قال ابوعیسیٰ..... **عبد الرحمان** بن زيد بن اسلم ضعيف في الحديث ضعّفه احمد بن حنبل وعلى بن المدينى وغيرهما من اهل الحديث وهو كثير الغلط (ترمذی شریف ص ۱۳۸ ج/۱)

(۲) **حدیث شریف** کے اندر من استفاده مالا الخ سے مستفاد لغوی مراد ہے یعنی مستفاد ابتداء اور فقہاء والی اختلافی صورت مراد نہیں ہے۔ ای وجده وحصله واكتسبه ابتداءً (مرقاه ص ۲۸۳ ج/۴) اور مستفاد لغوی کے اندر بالاتفاق حولان حول شرط ہے فلا يخالفنا.

مشکوۃ شریف ص ۱۵۷

(۶۸) **سوال**:۔ عن عمرو بن شعيبٍ عن ابيه عن جده اَنَّ النَّبى صلّى الله عليه وسلّم خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وُلّىَ يَتِيمًا لَهٗ مالٌ فليتَّجِرْ فِيهِ وَلا يَتْرُكُهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ.

(الف) **حدیث شریف** کا ترجمہ کیجئے (ب) یتیم کے مال میں زکوۃ ہے یا نہیں علماء کرام کا مسلک **مدلل** بیان کیجئے (ج) اگر یہ حدیث احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی تحریر کیجئے نیز یتیم سے یہاں کیا مراد ہے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ** (ایک دن) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خبردار جو شخص کسی یتیم (نابالغ) کا نگہبان ہو کہ جسکے پاس مال (بھی) ہو تو اس کو چاہئے کہ اس میں تجارت کیا کرے اور اس (مال) کو (بغیر تجارت کے) نہ چھوڑے رکھے یہاں تک کہ صدقہ (نفقہ) اسکو کھا جائے (نفقے میں خرچ ہو جائے)

(ب) یتیم کے مال میں زکوۃ ہے یا نہیں اختلاف ائمہ کرام مدلل

حضرت امام شافعی واحمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوۃ ہے۔

دلیل:۔ان حضرات کی دلیل یہی حدیث باب ہے کیونکہ اسمیں ترک تجارت کی وجہ سے زکوۃ ادا کرتے کرتے مال یتیم کے ختم ہو جانے کے اندیشے کو ظاہر کیا گیا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کے مال میں بھی زکوۃ ہے ورنہ مال کے (بذریعۂ اداء زکوۃ) ختم ہونے کا اندیشہ ظاہر نہ کیا جاتا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک مال یتیم میں زکوۃ نہیں ہے (ترمذی شریف ص ۱۳۹ ج/۱)

دلیل:۔قوله عليه السلام رُفع القلم عن ثلاثةٍ عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل.

(ج) **حدیث شریف کا جواب**:۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسکے اندر ایک راوی مثنّٰی بن الصّباح ہے جو تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے قال ابوعیسیٰ وفى اسناده مقال لان المثنّٰى بن الصباح يضعّف فى الحديث (ترمذی شریف ص ۱۳۹ ج/۱)

(۲) شمس الائمہؒ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صدقه سے نفقه مراد ہے اس لئے کہ حتى تأكله الصدقة میں اکل کی نسبت جمیع (پورے) مال کی طرف ہے اور جمیع مال کی طرف نفقہ کی نسبت کی جاتی ہے (النفقة هى التى تأكل جميع المال) نہ کہ صدقہ کی۔ کیونکہ صدقہ مال کے کچھ حصے میں ہوتا ہے نہ کہ جمیع مال میں (التقریر للترمذی لشیخ الہند ص ۲۱) (فتح الملہم ص ۱۸۸ ج/۱)

یتیم سے کیا مراد ہے:۔حدیث شریف کے اندر یتیم سے نابالغ بچہ مراد ہے خواہ اسکے والدین زندہ ہوں یا زندہ نہ ہوں۔المراد من الیتیم الصبی غیر الحالم (البالغ) مات والداہ ام لا (حاشیہ الترمذی ص ۱۴۰۔۱۴۱ ج ۱) (عرف الشذی ص ۲۷۳)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۷

(۶۹) سوال:۔عن عائشۃؓ قالتْ سَمِعْتُ رسولَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یَقُوْلُ ماخَالَطَتِ الزَّکوٰۃُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَھْلَکَتْہُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) زکوۃ کا تعلق عین مال سے ہے یا ذمہ سے ائمہ کرام کے مذاہب مدلل تحریر کیجئے (ج) یہ حدیث احناف کے خلاف ہوتو اسکا جواب بھی تحریر فرمایئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زکوۃ جس مال کے ساتھ مل جاتی ہے اسکو ھلاک (ضائع) کردیتی ہے۔

(ب) زکوۃ کا تعلق عین سے ہے یا ذمّہ سے مع دلیل

حضرت امام شافعی واحمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک زکوۃ کا تعلق عین مال سے ہے لہٰذ ان حضرات کے نزدیک قیمت کے ذریعہ زکوۃ ادانہیں ہوگی (حاشیہ المشکوٰۃ ص ۱۵۷)

دلیل:۔ان حضرات کی دلیل حدیث باب ہے کہ اس میں مال زکوۃ کی مخالطت کیوجہ سے مابقیہ اموال کی ہلاکت کا حکم لگایا گیا ہے لہٰذ زکوۃ کا تعلق عین مال سے ہوگا۔نہ کہ ذمۂ مالک سے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوۃ کا تعلق ذمّے سے ہے عینِ مال سے نہیں ہے۔لہٰذا انکے نزدیک بذریعہ قیمت زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

دلیل:۔وما من دابۃ فی الارض اِلّا علی اللہ رزقھا۔(القرآن)

طریقۂ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرجاندار کی رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے (جس میں مستحقین زکوۃ بھی شامل ہیں) اور رزق سے مراد ایسی چیز ہے جو حوائج کے اندر کفایت کرسکے، اور حوائج مختلف ہوسکتی ہیں کبھی تو عینِ مال کی ضرورت ہوگی اور کبھی قیمت کی ضرورت ہوگی، لہٰذ وہ رزق جسکو اللہ تعالیٰ فقراء ومساکین تک (بذریعۂ زکوۃ) پہونچاتے ہیں اسمیں بھی تعیم ہوگی تخصیص کی قطعاً ضرورت نہیں ہے (التعلیق الصبیح ص ۲۹۲ ج ۲، اشعۃ اللمعات ۱۴ ج ۲)

(ج) حدیث شریف کا جواب:۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ماخالطت الزکوۃ الخ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ صاحب نصاب ہونے کے باوجود، زکوۃ کا مال لیوے یا اپنے مال سے باوجود وجوب کے زکوۃ ادانہ کرے، تو گویا کہ اس نے پاک صاف مال کو مال زکوۃ (جسکو اوساخ الناس کہا گیا ہے) کے ساتھ ملا کر خود ہی ہلاک وضائع کردیا۔اور دیگر ائمہ کرام نے جو مطلب سمجھا ہے وہ ظاہر کے بالکل خلاف ہے (بحوالہ مذکورہ بالا)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۸

(۷۰) سوال:۔عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ سلّم لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمَرِ صَدَقَۃٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) وجوب عُشر کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف مدلل واضح کیجئے (ج) یہ حدیث احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی تحریر فرمایئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوۃ (واجب نہیں ہے۔

(ب) وجوب عشر کے بارےمیں علماء کرام کا اختلاف مع دلیل

Scanned by CamScanner

حضرت امام مالکؒ واحمدؒ وشافعیؒ رحمہم اللہ اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک زمین کی پیداوار کے اندر پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں ہے البتہ پانچ وسق کو پہونچ جائے تو عشر واجب ہے۔

دلیل:۔ان حضرات کی دلیل یہی حدیث باب ہے۔جس میں پانچ وسق سے کم میں وجوب صدقہ (عشر) کی نفی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کی قلیل وکثیر تمام پیداوار میں صدقہ (عشر) واجب ہے۔

دلیل:۔باری تعالیٰ کا قول ہے(۱) یا ایھا الذین اٰمنو انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (۲) واٰتوا حقہٗ یوم حصادہ۔کہ ان آیات میں تعمیم ہے خارج کے مقدار کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

(ج) **حدیث شریف کا جواب**:۔علامہ عینی اور صاحب ھدایہ نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ۔لیس فیما دون خمسة اوسق صدقه میں صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے عشر نہیں مراد ہے اور اس حدیث میں مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان ہے اور اس زمانے میں پانچ وسق دوسو درھم کے بقدر ہوتا تھا۔تو حدیث شریف کا مطلب ہوا کہ دوسو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اسکے ہم بھی قائل ہیں۔فلا وجہ لھم للاستدلال بھذا الحدیث (حاشیہ الترمذی ص۱۳۹ ج۱) (ھدایہ ص ۲۰۱ ج۱) (مرقاۃ ص۲۹۳ ج۴) حاشیہ المشکوٰۃ ص۱۵۸۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۵۸

(۷۱) **سوال**:۔عن ابی ھریرة قال قال رسولُ الله صلّى الله علیه وسلّم لَیسَ عَلَى المُسلِمِ صَدَقَةٌ فِیْ عَبدِہٖ وَلَا فِیْ فَرَسِہٖ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ ہے یا نہیں ائمہ کرام کا مذہب مدلل لکھیں (ج) یہ حدیث احناف کے خلاف ہو تو اسکا جواب تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے اوپر اسکے (خدمتگار) غلام اور (جہاد کے) گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(ب) غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مدلل

حضرت امام شافعی واحمد ومالک رحمہم اللہ اور حضرات صاحبین کے نزدیک اس گھوڑے،گھوڑی میں زکوٰۃ نہیں ہے جو توالد وتناسل یا دودھ کیلئے ہو۔

دلیل:۔یہی حدیث باب ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گھوڑے میں بھی زکوٰۃ ہے۔

دلیل:۔حضرت امام صاحب کی دلیل مشکوٰۃ شریف ص۱۵۵،سطر۱۹ پر ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے ثم لم ینس حق الله فی ظھورھا ولا رقابھا اور مسلم شریف کے اندر دوسرے الفاظ میں ہے ولا ینسی حق ظھورھا وبطونھا فی عُسرھا ویُسرھا۔چنانچہ اس حدیث میں حق سے زکوٰۃ مراد ہے پس معلوم ہوا کہ گھوڑے میں بھی زکوٰۃ ہے۔

نوٹ:۔ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر فرس اور عبد (غلام) تجارت کیلئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر فرس غازی ہے یا عبد خدمت ہے تو اسمیں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔یہی حکم سواری کے گھوڑے اور سامان لادنے والے گھوڑے کا بھی ہے (عینی ص۳۸۵ ج۴ فتح الملہم ص۹ ج۳)

(ج) **حدیث شریف کا جواب**:۔تمام ائمہ کرام یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث باب میں عبد سے عبد خدمت مراد ہے تو اسی طرح فرس سے بھی فرس خدمت یعنی فرس رکوب وحمل مراد ہوگا یا فرس غازی مراد ہوگا تمام فرس (گھوڑے) مراد نہیں ہیں (حاشیۃ الترمذی ص۱۳۶ ج۱ (عرف الشذی ص۲۷۱)

مشکوٰۃ شریف ص۱۵۸

(۷۲) **سوال**:۔وَلَا تُخرَجُ فِیْ الصَّدَقَةِ ھَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عُوَارٍ وَلَا

تَيْسٌ اِلَّا مَاشَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَاكَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بِالسَّوِيَّةِ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے جمع بین متفرق اور فرق بین مجتمع کو مثال سے واضح کیجئے (ج) وماکان من خلیطین الخ کی تشریح کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ زکوۃ میں (خواہ اونٹ ہو یا بکری وغیرہ) بوڑھیا و عیب دار، کو نہ نکالے اور نہ ہی بکرے کو، ہاں اگر زکوۃ وصول کرنے والا لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے اور نہ زکوۃ کے (کم ہو جانے کے) خوف سے جانوروں کو علاحدہ کیا جائے اور جب نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو دونوں کو چاہئے کہ آپس میں برابر برابر رجوع کرلیں۔

(ب) **حدیث شریف کا مطلب**:۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ ادا کرنے والا ناقص وعیب دار جانوروں کو نہ دے بلکہ عامل کو اختیار ہے کہ صحیح وسالم اور کامل الاعضاء جانوروں کو لے لے۔ جس سے مستحقین زکوۃ کو زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدہ پہونچ سکے اور عامل یا مالک کو چاہئے کہ زکوۃ کی کمی یا زیادتی کے خوف سے دو متفرق نصابوں کو جمع نہ کرے اور نہ ہی دو مجتمع نصابوں کو الگ الگ کرے۔

اور اگر دو شریکوں میں سے کسی کے مال سے عامل نے زکوۃ وصول کرلیا ہے اور دونوں کے درمیان علی التفاوت شرکت ہے (مثلاً ایک شخص دو ثلث جانوروں کا مالک ہے اور دوسرا ایک ہی ثلث کا تو دونوں پر زکوۃ انکے حصے کے بقدر ہے) تو یہ شخص جسکے مال سے اسکے حصے سے زائد زکوۃ لی گئی ہے اپنے دوسرے شریک سے (کہ جسکا حصہ دو ثلث (زائد) ہے اور اس پر اسی کے بقدر زکوۃ بھی ہے) اس زائد مقدار کو وصول کرلے یہی مطلب ہے فانهما يتراجعان بالسويۃ کا۔

جمع بین متفرق کی مثال:۔ اسکو یوں سمجھئے کہ دو آدمی ملکر چالیس بکریوں کے (بیس بیس کرکے) مالک ہیں تو ان دونوں پر (مقدار نصاب مکمل نہ ہونیکی وجہ

سے) (علاحدہ علاحدہ) زکوۃ واجب نہیں ہے ہاں اگر دونوں مقداروں (بیس بیس) کو ملا دیا جائے (ملا کر چالیس کر دیا جائے) تو اب ایک بکری لازم ہوگئی۔ پس اسی سے حدیث میں منع کیا گیا ہے کہ عامل کو زکوۃ لینے کے واسطے دو الگ الگ مقداروں کو ملاکر زکوۃ واجب کرنیکا بالکل حق نہیں ہے۔

فرق بین مجتمع کی مثال:۔ اسکی مثال یوں ہے کہ ایک شخص ایک سو بیس بکریوں کا مالک ہے اس صورت میں اس پر فقط ایک بکری واجب ہے۔ اور اگر اسی (ایک سو بیس) کو چالیس چالیس کر کے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو اس صورت میں تین بکریاں واجب ہوگئیں۔

پس حدیث شریف کے اندر اسی قسم کی تفریق سے منع کیا گیا ہے یعنی کہ عامل کو حق نہیں ہے کہ زیادہ زکوۃ لینے کے واسطے مجتمع نصابوں (جن میں بحالت اجتماع کم زکوۃ ہے) کو متفرق (الگ الگ نصاب قرار دے) کرے تاکہ علیحدہ علیحدہ مقدار نصاب ہو جائے اور ہر نصاب سے الگ الگ بکری ملے اور مقدار زکوۃ بڑھ جائے۔

(ج) **وما کان من خلیطین کی تشریح**:۔ اسکی تشریح اس طرح ہے کہ مال کی کوئی مقدار دو شخصوں کے درمیان علی التفاوت (ایک کا حصہ کم دوسرے کا زیادہ ہو) مشترک ہو اور عامل نے دونوں کے حصّوں کو الگ کئے بغیر ایک ساتھ ملاکر زکوۃ وصول کرلیا تو کم حصے والے کے مال سے جو زائد مقدار (ایک ساتھ ملاکر زکوۃ وصول کرنیکی وجہ سے) لی گئی ہے اسی کے بقدر زیادہ حصّے والے سے رجوع کریگا کیونکہ حصّوں کی کمی و زیادتی کی وجہ سے ایک کے مال میں زیادہ اور دوسرے شریک کے مال میں کم زکوۃ واجب ہوئی ہے۔ مثلاً ایک سو بیس بکریوں میں دو آدمی اسطرح شریک ہوں کہ ایک اسی (۸۰) (دو ثلث ایک سو بیس میں سے) بکریوں کا تو دوسرا چالیس (ایک ثلث ایک سو بیس میں سے) بکریوں کا مالک ہے اور چونکہ مصدق کو حق ہے کہ بکریوں کی تقسیم (ہر ایک کا حصہ الگ الگ) کئے بغیر زکوۃ وصول کرلے لہٰذا اس نے دو بکری لے لی (کیونکہ مالک دو ہیں) اب دونوں شریک آپسمیں برابر برابر رجوع کرلیں گے۔ اس طرح کہ دونوں بکریوں (جنکو عامل نے لیا ہے) کو تین تین حصوں

میں تقسیم کردیں گے (کیونکہ ایک سو بیس میں بھی دونوں شریک تھے تین ثلث کرکے، ایک دو ثلث کا اور دوسرا ایک ثلث کا مالک تھا) اب دونوں بکریوں کے چھ حصے ہو گئے اور چھ کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے تو ایک حصہ (ایک ثلث) دو، دو کا ہوگا لہذا جسکی دو ثلث بکریاں تھیں (اسی) اس پر دو ثلث (چھ میں سے چار حصے) کی زکوۃ اور جسکی ایک ہی ثلث بکری تھی (۴۰) اس پر ایک ثلث (چھ میں سے دو حصے) کی زکوۃ واجب ہوگی تو دو ثلث والے کے حق میں ایک کامل بکری اور دوسری بکری کا ایک حصہ (چار حصہ۔ کہ کامل بکری کے تین حصے ہو گئے اور دوسری بکری کے تین حصوں میں سے ایک حصہ) اور ایک ثلث والے کے حق میں دوسری بکری کے مابقیہ دو حصے کی زکوۃ واجب ہوئی لیکن عامل نے چونکہ دونوں شریکوں سے ایک ایک بکری لے لی ہے (حالانکہ ایک ثلث والے پر کامل بکری نہیں تھی) لہذا ایک ثلث والا دو ثلث والے سے ایک بکری تین حصوں میں سے ایک حصے کی قیمت لے لیگا، اب دونوں کے درمیان تراجع بالسویہ (برابر برابر) کی صورت ہوگئی حدیث شریف میں اسی دقیق و پر پیچ مسئلے کی طرف فانهما يتراجعان بالسوية سے اشارہ کیا گیا (المستفاد من العینی ص۳۵۶ ج۴ والبذل ص۱۳ ج۳ و عرف الشذی ص۲۶۷)

مشکوۃ شریف ص۱۵۹

(۷۳) سوال:۔ عن اَبِیْ هريرة قال قال رسو ل الله صلَى الله عليه وسلّم اَلْعَجْمَاءُ جَرْ حُهَاجُبَارٌ والْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِی الرِّکَازِ اَلْخُمُسُ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) ابتداء کے تین مسئلوں کی وضاحت کیجئے اور بتلائیے کہ یہ کس صورت میں جبار (معاف) ہوتے ہیں تفصیل سے لکھئے۔

(ج) رکاز کے معنی میں احناف و شوافع کا اختلاف مدلل لکھئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ (اگر) جانور زخمی کردے (تو) معاف ہے اور (اگر) کنواں کھودنے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور (اگر) کان کھودوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں (حصہ) ہے۔

(ب) تین مسئلوں کی وضاحت اور جبار کی صورتیں

(۱) العجماء جرحها جبار۔

پہلی صورت:۔ جانور کے ساتھ مالک یا راعی نہیں ہے اور دن کا واقعہ ہے تو اس صورت میں جبار (معاف) ہے اب اگر جانور کچھ نقصان کردے تو اس کے مالک پر ضمان نہیں ہے۔

دوسری صورت:۔ جانوروں کے ساتھ مالک یا راعی تو نہیں ہے لیکن رات کا واقعہ ہے اس صورت میں جانور کے کچھ نقصان کردینے، یا کسی کو ہلاک کردینے کی وجہ سے مالک پر تاوان لازم ہے کیونکہ اسمیں مالک یا راعی کی کوتاہی ہے کہ اس نے جانور کو مضبوطی کے ساتھ کیوں نہیں باندھا۔ یا اسکی نگہبانی کیوں نہیں کی۔

تیسری صورت:۔ جانور کے ساتھ مالک یا راعی ہے تو اب چاہے دن کا واقعہ ہو یا رات کا تاوان لازم ہے کیونکہ اس صورت میں بھی مالک یا راعی ہی کی جانب سے کوتاہی ہے۔

(۲) البئر جبارٌ:۔ حفر بئر کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:۔ اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودوائے اور اس میں کوئی شخص یا خود کھودنے والا گر کر مرجائے تو حافر (کھودوانے والے) پر کوئی ضمان نہیں ہے بلکہ معاف ہے۔

دوسری صورت:۔ اور اگر غیر کی مملوکہ زمین میں کھودوائے، مالک کی اجازت کے بغیر تو کھودوانے والے کے عاقلہ پر ضمان واجب ہے۔

عاقلہ:۔ وہ لوگ جو اس حافر کے ہم پیشہ ہوں۔

تیسری صورت:۔ ایسی زمین میں کھودوائے جو اگرچہ کسی کی ملکیت میں نہ ہو

Scanned by CamScanner

لیکن وہ لوگوں کے آمد ورفت کا راستہ ہو، پس اس صورت میں بھی اگر کوئی شخص یا جانور گر کر ہلاک ہو جائے یا خود کھودنے والا ہلاک ہو جائے تو حافر کے عاقلہ پر ضمان واجب ہوگا۔

(۳) والمعدن جبار :۔اور کنواں کھودوانے والے ہی کے حکم میں تمام صورتوں کے ساتھ معدن (کان) کھودوانے والا بھی ہے فلتراجع۔

(ج) رکاز کے معنیٰ میں احناف وشوافع کا اختلاف مع دلیل

سب سے پہلے کنز ومعدن اور رکاز کے معنی ومفہوم کو سمجھیں۔

چنانچہ جو مال زمین سے نکلتا ہے اسکی دو شکلیں ہیں۔

(۱) وہ مال مستخرج من الارض مخلوق (بندے) کا دفن کردہ ہے، (۲) یا اس مال کو خالق ہی نے زمین میں پیدا کیا ہے۔اگر شکل اول ہے تو اس کو کنز کہیں گے۔اور اگر شکل ثانی ہے تو اسی کو معدن کہیں گے۔

رکاز :۔اور احناف کے نزدیک کنز ومعدن دونوں کا نام رکاز ہے اور شوافع کے نزدیک رکاز فقط کنز کا نام ہے نہ کہ معدن کا۔

اب اصل اختلاف ملاحظہ ہو

ائمہ حجازیین (امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ) کے نزدیک رکاز کا اطلاق فقط کنز پر ہوگا معدن کو رکاز نہیں کہیں گے۔کما مرّا نفاً۔

دلیل :۔ان حضرات ائمہ ثلثہ کی دلیل خود یہی حدیث باب ہے۔

طریقہ استدلال یہ ہے کہ رکاز کا عطف معدن پر کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ معدن اور چیز ہے اور رکاز دوسری چیز ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رکاز کا اطلاق جسطرح کنز پر ہوتا ہے اسی طرح معدن پر بھی ہوتا ہے۔

دلیل :۔عن ابن عمر انہ قال قال علیہ السلام الرّکاز

مارکزہ اللہ تعالیٰ ای اثبتہٗ فی المعادن۔

پس تو اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ معدن ورکاز دونوں مترادف الفاظ ہیں۔(مرقاۃ ص ۳۰۷ ج ۴؍ وغیر ذالک من الشروح والحواشی)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۹

(۷۴) سوال :۔عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ حَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلّی اللہ علیہ وسلّم كَانَ يَقُوْلُ اِذَا خَرَصْتُمُ النَّخْلَ فَخُذُوْا وَدَعُوْا الثُّلُثَ فَاِنْ لَمْ تَدَعُوْا الثُّلُثَ فَدَعُوْا الرُّبُعَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خرص واندازہ کا اعتبار ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مدلل لکھئے اور حدیث باب اسی طرح عتاب بن اسید کی حدیث۔ان النبیؐ قال فی زکوۃ الکروم انہا تخرص کما تُخرص النخل الخ احناف کے خلاف ہے آپ اسکا جواب تحریر کریں۔(ج) مالِ زکوۃ میں سے عامل کو کچھ معاف کرنے اور چھوڑنے کا حق ہے یا نہیں اختلاف ائمہ لکھیں۔

جواب :۔(الف) **ترجمہ**: سہل بن ابوحثمہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (عاملوں سے) فرمایا کرتے تھے کہ جب تم (پھلوں) کا اندازہ کر چکو پھر زکوۃ (مکمل) لے لو پس (مال زکوۃ سے) ثلث چھوڑ دیا کرو، اور اگر ثلث نہ چھوڑو تو ربع (چوتھائی) چھوڑ دیا کرو۔

(ب) خرص کے بارےمیں اختلاف ائمہ مع دلیل

ائمہ حجازیین کے **نزدیک** جب بدو صلاح ہو جائے تو نخیل واعناب وزیتون کے اندر خرص واندازہ جائز ہے۔

دلیل :۔یہی حدیث باب ہے کیونکہ اگر خرص واندازہ کا جواز نہ ہوتا تو آپ واذا خرصتم کیوں فرماتے۔

ائمہ احناف کے نزدیک خرص باطل ہے (لاعبرۃ بالخرص کما فی المرقاۃ)

Scanned by CamScanner

دلیل:۔عن جابر بن سمرة ان النبیؐ نھی عن بیع کل ثمرة یخرص (مرقاۃ ص ۱۳۷ ج ۴؍ عینی ص ۱۴۷ ج ۴؍ وغیرذالک)

حدیث باب اور عتاب بن اسید کی حدیث کا جواب

حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اہل خیبر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہود کھجوریں پک جانے کے بعد توڑ کر کچھ حصہ چھپا دیا کرتے تھے، اسی لئے آپ نے بطور خاص انکے اموال میں خرص کرنے کی اجازت دی اور ثلث وربع کونخل سے معاف کردینا یہ بھی فقط انہی کے حق میں تھا۔(مرقاۃ ص ۱۳۷ ج ۴؍)

اور عتاب بن اسید کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ۔

(ا) یہ حدیث منقطع ہے اس لئے کہ عتاب بن اسید سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی لقاء ثابت نہیں ہے کیونکہ عتاب بن اسید کی وفات ۱۳ھ میں ہوئی ہے جبکہ سعید ابن المسیب کی ولادت ۱۵ھ یا ۲۰ھ میں ہوئی۔(عینی ص ۱۴۷ ج ۴؍ البذل ص ۳۱ ج ۳؍)

(ج) مال زکوۃ سے کچھ حصہ معاف کرنے کی اجازت ہے یا نہیں

امام اعظمؒ اور امام مالکؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کے مال زکوۃ سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔لا یترک شیئاً من الزکوۃ ،البتہ امام احمدؒ کے نزدیک ثلث یا ربع معاف کرسکتے ہیں۔(عینی ص ۱۴۸ ج ۴؍ التعلیق الصبیح ص ۲۰۶ ج ۲؍)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۹

(۵۷)سوال:۔عن ابن عمر قال قال رسول الله صلّی الله علیه سلّم فِی العَسَلِ فِیْ کُلِّ عَشَرَةِ اَزُقٍّ زِقٌّ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) شہد کے اندر عشر ہے یا نہیں علماء کرام کا مذہب مدلل لکھئے زق کیا چیز ہے (ج) شہد کے عشر میں کیا نصاب ہے ائمہ کرام کا مسلک لکھئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عسل (شہد) کے باریمیں ارشاد فرمایا کہ ہر دس مشک (شہد) میں (بطور زکوۃ) ایک مشک (شہد) ہے۔

(ب) شہد کے اندر عشر ہے یا نہیں اختلاف ائمہ مع دلیل

حضرت امام ابو حنیفہؒ امام احمدؒ اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے قول قدیم کے مطابق شہد میں عشر واجب ہے۔

دلیل:۔قال علیه السّلام فی کل عشرة ازق زق

حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق شہد میں عشر نہیں ہے (مرقاہ ص ۳۱۸ ج ۴)

دلیل:۔انکی دلیل حضرت معاذ بن جبل کا قول ہے۔ عن معاذؓ انه سئل عن العسل فی الیمن فقال لم اومر فیه بشئٍ۔

زِق کیا چیز ہے:۔زق (مشک کی طرح کا) ایک برتن ہے جو چمڑے سے بنایا جاتا ہے اور اسمیں شہد، گھی وغیرہ رکھتے ہیں۔

عُشرِ عسل کا نصاب کیا ہے؟

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک عشرِ عسل میں کوئی نصاب متعین نہیں ہے ثم عند ابی حنیفة یجب فیه العشر قل او کثر (ھدایہ ص ۲۰۲ ج؍۱)

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عُشرِ عسل کا نصاب پانچ وسق ہے عن ابی یوسف انه یعتبر فیه قیمة خمسة اوسا (بحوالہ مذکورہ بالا) اور ایک روایت امام ابو یوسف سے پانچ مَن کی بھی ہے۔اور امام محمدؒ سے عسل کا نصاب پانچ فرق منقول ہے۔(ہدایہ ص ۲۰۲ ؍ج ۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۰

(۷۶) سوال:۔عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَكَنْزٌ هُوَ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدِّىَ زَكٰوتَهٗ فَزُكِّىَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) عورتوں کے استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کے سلسلے میں ائمہ کرام کے مذاہب مدلل لکھئے (ج) یہ حدیث جنکے خلاف ہے وہ اسکی کیا تاویل کرتے ہیں۔

جواب:۔(الف) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں سونے کا وضح (کڑا) پہنتی تھی تو میں نے کہا یارسول اللہ! کیا اسکا شمار بھی کنز (یعنی وہ سونے چاندی جنکے جمع کرنے پر قرآن میں وعید نازل ہوئی ہے) میں ہوتا ہے، چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ انکی زکوٰۃ ادا کی جائے (نصاب تک پہونچ جائیں) پس اسکی زکوٰۃ ادا کردی گئی تو وہ کنز میں شامل نہیں ہوں گی۔

(ب) عورتوں کے زیور کے بارےمیں اختلاف ائمہ مدلل

حضرت امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ کے نزدیک عورتوں کے زیور میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے (ہدایہ ص ۱۹۵ ج ۱/ مرقاۃ ص ۳۱۹ ج ۴/ ترمذی ص ۱۳۸ ج ۱)

دلیل ائمہ ثلاثہ:۔لیس فی الحلی زکوۃ (الحدیث)

دلیل امام ابو حنیفہؒ:۔امام صاحب کی دلیل یہی حدیث باب ہے

(ج) حدیث باب جنکے خلاف ہے وہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں؟

یہ حدیث اور اسکے علاوہ جن احادیث سے زیورات کے اندر زکوٰۃ کے وجوب کا ثبوت ہوتا ہے انکے بارےمیں ائمہ ثلثہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غیر مباح زیورات

ہیں۔اور مباح زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے قال احمد لازکوۃ فی الحلی المباح (مرقاۃ ص ۳۱۹ ج ۴)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۰

(۷۷) سوال:۔عن ربیعة اَنَّ رَسُولَ الله صلّی الله علیه وسلّم اَقْطَعَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا اِلَّا الزَّكٰوةُ اِلَى الْيَوْمِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) معادن (کانوں) میں زکوٰۃ واجب ہے یا خمس، ائمہ کرام کا کیا مسلک ہے مدلل تحریر کیجئے اور یہ بھی بتلائیے کہ اقطاع کسے کہتے ہیں (ج) یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب کیا ہے سوچ کر لکھئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ربیعہ (بن ابوعبدالرحمان) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی کو مقام فرع کے اطراف میں قبل (مشہور گاؤں کا نام ہے) کی کانیں بطور جاگیر عطاء فرمادی تھیں چنانچہ ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ ہی لی جاتی ہے۔

(ب) معادن میں زکوٰۃ واجب ہے یا خمس اختلاف ائمہ مدلل

حضرات ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کانوں میں بھی نقدین کے مثل چالیسواں حصہ واجب ہے خمس نہیں ہے (حضرت امام شافعیؒ سے اسکے علاوہ بھی اقوال منقول ہیں) اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک معدن میں خمس واجب ہے یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے (ھدایہ ص ۱۹۹ ج ۱/ مرقاۃ ص ۳۲۳ ج ۴)

دلیل ائمہ ثلاثہ:۔ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔ لاتؤخذ منها الا الزکوٰة الی الیوم۔

امام صاحب کی دلیل:۔وفی الرکاز

Scanned by CamScanner

الخمس (الحدیث) اور معدن ورکاز دونوں مترادف ہیں (کما مرّ فیما مرّ)

اقطاع :۔ زمین کے ایک حصے کو امام کا کسی فوجی کو تملیکاً یا بغیر تملیک کے عطاء کردینا تاکہ وہ اپنی زندگی کا گزر بسر کر سکے۔ (مرقاۃ ص۳۲۲ ج۴ حاشیۃ المشکوٰۃ ص۱۶۰)

(ج) **حدیث باب کا جواب**:۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس حدیث کے بارےمیں فرمایا ہے کہ یہ منقطع ہے اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اولاً تو یہ حدیث منقطع ہے اور ثانیاً لاتؤخذ منھا یہ ٹکڑا حضور سے ثابت نہیں ہے بلکہ بعض والیوں کا اجتہاد ہے (مرقاۃ ص۳۲۳ ج۴)

مشکوٰۃ ص۱۶۰

(۷۸) سوال:۔ عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَال فَرَضَ رسولُ الله صلَى الله عليه وسلَم زكوٰة الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمَرٍ اَوْصَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

(الف) صدقۂ فطر واجب ہے یا فرض یا سنت، اور اسکا مقدار نصاب کیا ہے، مع اختلاف ائمہ مدلل بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ مقدارِ وجوب کیا ہے (ب) عبد کافر کی جانب سے زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں علماء کے مذاہب بیان کیجئے (ج) صدقۃ الفطر کے وجوب کا سبب کیا ہے اور فرضیت صدقۃ الفطر کے قائلین کی دلیل کا جواب کیا ہے تحریر کیجئے۔

جواب۔ (الف) صدقۃ الفطر فرض ہے یا واجب یا سنت اختلاف ائمہ مدلل لکھئے

حضرت ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے۔

دلیل:۔ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث باب ہے۔ فرض رسول الله صلّى الله على وسلّم زكوة الفطر۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر واجب ہے۔ یعنی کہ عملاً فرض اور اعتقاداً واجب ہے (مرقاہ ص۳۲۵ ج۴)

دلیل :۔ انّ صدقة الفطر حق واجب على كل مسلم (الحديث)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول منقول ہے کہ انکے نزدیک سنت مؤکدہ ہے (اشعۃ اللمعات ص۲۳ ج۲) لیکن اکثر لوگوں نے ان کا مذہب بھی فرض ہی کا قرار دیا ہے۔

مقدار نصاب کیا ہے مع اختلاف ائمہ مدلّل

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر کا نصاب یہ ہے کہ اتنے نفقے پر قدرت رکھتا ہو جو خود اپنے لئے، اور اہل وعیال کے لئے ایک یوم کے بقدر کافی ہو جائے (ہدایہ ص۲۰۸ ج۱/ مرقاۃ ص۳۲۶ ج۴)

دلیل :۔ انکی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جن میں فقط اتنا مذکور ہے کہ صدقۃ الفطر فرض ہے لیکن مقدار نصاب سے بالکل سکوت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر کا نصاب وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے لیکن صدقۃ الفطر میں نہ حولان حول شرط ہے اور نہ نُمُوّ شرط ہے اذا كان مالكاً لمقدار النصاب (الہدایہ ص۲۰۸ ج۱/ مرقاۃ ص۳۲۶ ج۴)

دلیل :۔ قال لا صدقة الا عن ظهر غنى (الحديث) رواه احمد، یہی امام مالک کا بھی مذہب ہے (اشعۃ اللمعات ص۳۳ ج۲)

مقدار وجوب کیا ہے:۔ حضرت امام شافعیؒ واحمدؒ و مالکؒ رحمہم اللہ کے نزدیک گیہوں اور اسکے آٹے اور ستو، اسی طرح کھجور، اور جو، ان تمام کے اندر ایک ایک صاع واجب ہے وقال الشافعى من جميع ذالك صاع (ہدایہ ص۲۱۰ ج۱)

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیہوں اور اسکے آٹے اور ستو

اور کشمش میں نصف صاع اور کھجور و جو کے اندر ایک صاع واجب ہے۔ الفطر نصف صاع من بر او دقیق او سویق او زبیب او صاع من تمر او شعیر (ہدایہ ص۲۱۰ ج۱/)

(ب) عبد کافر کی جانب سے زکوۃ واجب ہے یا نہیں اختلاف علماء؟

حضرت ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عبد کافر کی جانب سے زکوۃ واجب نہیں ہے کما قال صاحب الهدایه وفیه خلاف الشافعی (ہدایہ ص۲۰۹ ج۱/) اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبد کافر کیجانب سے بھی زکوۃ واجب ہے ویؤدی المسلم الفطر عن عبده الکافر (ہدایہ ص۲۰۹ ر ج۱)

(ج) صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب کیا ہے

صدقۃ الفطر کے وجوب کا سبب وہ افراد ہیں جنکی آدمی پرورش کرتا ہے اور انکا ذمہ دار ہے مثلاً نابالغ اولاد، غلام، وغیرہ۔ لان السبب رأس یمونه ویلی علیه (ہدایہ ص۲۰۸ ج۱/) (مرقاۃ ص۳۲۸ ج۴/)

قائلین فرضیت صدقۃ الفطر کی دلیل کا جواب

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ جس حدیث سے صدقۃ الفطر کی فرضیت پر استدلال کرتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ۔ فرضیت کو ثابت کرنے کیلئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے اور اگر دلیل ظنی ہے تو فرضیت کا ثبوت نہیں ہوگا البتہ وجوب ثابت ہو سکتا ہے۔

پس جو حدیث ائمہ کرام نے پیش کی ہے وہ خبر واحد ہے، اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے نہ کہ قطعی لہذا اس حدیث سے۔ زیادہ سے زیادہ وجوب ثابت ہو سکتا ہے فرضیت نہیں ثابت ہو سکتی، انها واجبة اقول لعدم ثبوتها بدلیل قطعی (مرقاۃ ص۳۲۵ ج۴/)

نوٹ:۔ ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے موجودہ اوزان کے مطابق یعنی کہ تین کلو دوسو چھیانسٹھ گرام۔

اور نصف صاع ایک کلو چھ سو تینتیس گرام کا ہوتا ہے۔ (ابو محمود قاسمی)

مشکوٰۃ شریف ص۱۶۸

(۷۹) سوال:۔ عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم نِعْمَ الصَّدَقَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِیُّ مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِیُّ مِنْحَةً تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاٰخَرَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں (ب) لقحہ اور صفی کے لغوی معنی بیان کریں نیز منحہ کے بھی لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں (ج) منحۃً کے منصوب ہونیکی وجہ تحریر کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی (کسی حاجت مند) کو دودھ پینے کیلئے عاریۃً دینا بہترین صدقہ ہے۔ اور بہت زیادہ دودھ دینے والی بکری (بھی) عاریۃً دینا بہترین صدقہ ہے کہ وہ صبح کو برتن بھر کر دودھ دیتی ہے اور شام کو (بھی) برتن بھر کر دودھ دیتی ہے۔

(ب) لقحہ اور صفی کے لغوی معنی:۔ لقحة جمع لِقَحٌ ولقاحٌ بہت دودھ دینے والی اونٹنی (مصباح اللغات ص۷۸۵)

الناقة ذات اللبن القریبة بالنتاج ۔(حاشیہ مشکوۃ ص۱۶۸ مرقاۃ ص۴۰۰ ج۴)

یعنی وہ اونٹنی جو بہت زیادہ دودھ والی اور جلد ہی بچہ دینے والی ہو۔

الصفی جمع صفایا زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی۔ بہت پھلدار کھجور (مصباح اللغات ص۴۷۴) الغزیرة اللبن (مرقاۃ ص۴۰۰ ج۴/) بہت زیادہ دودھ والی اونٹنی۔

Scanned by CamScanner

منحہ کے لغوی واصطلاحی معنی:۔المنحة لغةً جمع مِنَح عطیہ (مصباح اللغات ص۸۳۸) واصطلاحاً المنح اعطاء ذات لبن فقیراً لیشرب لبَنَها مدة (حاشیہ المشکوٰۃ ص۱۶۸ مرقاۃ ص۴۰۰ ج۴)

کسی فقیر کوایک مدت کیلئے دودھ پینے کے واسطے دودھ دینے والا جانور دینا۔

(ج) منحہ منصوب کیوں ہے؟

منحہ منصوب ہے تمیز واقع ہونیکی بنیاد پر یا حال ہونے کی بنیاد پر بالنصب علی التمیز وقیل علی الحال (مرقاۃ ص۴۰۰ ج۴ حاشیہ المشکوٰۃ ص۱۶۸)

مشکوٰۃ شریف ص۱۷۱

(۸۰) سوال:۔عَن ابنِ عَبَّاسٍ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اَلَا اُخبِرُكُم بِخَيرِ النَّاسِ رَجُلٌ مُمسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِیْ سَبِيلِ اللهِ اَلَا اُخبِرُكُم بِالَّذِی يَتلُوهُ رَجُلٌ مُعتَزِلٌ فِیْ غُنَيمَةٍ لَهٗ يُؤَدِّی حَقَّ اللهِ فِيهَا اَلَا اُخبِرُكُم بِشَرِّ النَّاسِ رَجُلٌ يُسأَلُ بِاللهِ وَلَا يُعطِی بِهٖ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے بتلائیے کہ غنیمۃ مکبرّ ہے یا مصغّر پھر یہ کس کی تصغیر ہے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق پیش کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ لوگوں (مومنین) میں بہتر کون شخص ہے وہ شخص جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کا لگام پکڑے (کھڑا) ہے گھوڑے پر میدان جنگ میں سوار ہو کر کفار سے لڑنے کا منتظر ہے کیا میں تمہیں بتلاؤں، کہ وہ کون ہے جو اس (غازی ومجاہد فی سبیل اللہ) کے قریب ہے وہ شخص جو اپنی چند بکریوں کو لیکر دور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہے اور اللہ کا حق (زکوۃ) ان (بکریوں) میں ادا کرتا ہے (بروقت زکوۃ ادا

کر دیتا ہے) کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگوں میں بدترین شخص ہے وہ آدمی جس سے اللہ کا واسطہ دیکر (خدا کے نام پر کچھ دیدے) کچھ مانگا جائے اور وہ مسئول عنہ) اس (سائل) کو عطاء نہ کرے۔

(ب) حدیث شریف کا مطلب:۔حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ عند اللہ مقبول وپسندیدہ غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو کہ اللہ کے راستے میں قتال وجہاد کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتا ہے، اسکے بعد اس شخص کا مرتبہ ہے جو دنیا اور دنیا کے تمام خرافات سے ورے تھوڑی سی پونجی لیکر (جو اللہ نے عطاء فرمائی ہے) الگ گوشہ نشین رہتا ہے، اور بروقت زکوۃ اور دیگر حقوق اللہ کو ادا کر دیتا ہے، اور عند اللہ مبغوض ومردود وہ شخص ہے جس سے کوئی سائل اللہ کے نام پر اسکا واسطہ دیکر کسی چیز کا سوال کرے، لیکن یہ نابکار اللہ کے نام اور اسکے واسطے کا لحاظ کئے بغیر سائل کو کچھ نہ دے بلکہ صاف انکار کر دے۔

غنیمة کیا چیز ہے:۔غنیمہ غَنَم کی تصغیر ہے بکریوں کا چھوٹا سا گلہ (مرقاۃ ص۴۲۹ ج۴)

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے

مـمسک:۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اسکا باب افعال ہے أمسک یُمسک امساکاً روکنا پکڑنا۔

یتـلـو:۔ فعل مضارع ناقص واوی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اسکا باب نصر ہے تلیٰ یتلو تِلواً کسی کے پیچھے نقش قدم پر رہنا قریب ہونا اسی سے مقامات حریری کے مقدمے میں اتلوفیها تِلو البدیع آیا ہے۔

معتزل:۔اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے باب افتعال سے آتا ہے اعتزل اعتزالاً فهو معتزل الگ ہو جانا۔ جدا ہو جانا دور جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لینا۔ حضرت ابو الحسن اشعریؒ کا مقولہ قد اعتزل عنا اسی سے آیا ہے۔

غنیمة:۔یہ غَنَم کی تصغیر ہے معنیٰ بکری اس جگہ بکریوں کا چھوٹا سا ریوڑ اور گلہ

Scanned by CamScanner

مراد ہے۔

یؤدّی:۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور مہموز الفاء والملام ہے باب تفعیل سے آتا ہے معنی۔ ادا کرنا دینا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴

(۸۱) **سوال:**۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) امّۃ امّیۃ کا مطلب بیان فرمایئے (ج) اگر کوئی قوم حساب فلکیات میں ماہر ہو تو کیا اسکے لئے حساب کو معتبر ماننے کی گنجائش ہے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہم (اہل عرب) امّی قوم ہیں کہ حساب و کتاب نہیں جانتے۔

(ب) **امۃ امیۃ کا مطلب:**۔ اسکے مختلف مطالب بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) امۃ امیۃ سے امت عرب مراد ہے جسکی اکثریت پڑھنا لکھنا نہیں جانتی تھی (۲) یا پھر امیہ امّ کی طرف منسوب ہے مطلب یہ ہے کہ ایسی امّت جو اسی حالت پر ہو جس پر اسکی پیدائش ہوئی ہے اور اس نے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو (۳) امیہ ام القریٰ (مکہ) کی طرف منسوب ہے یعنی کہ وہ لوگ جو مکے کے باشندے ہوں۔ (مرقاۃ ص ۴۶۴ ج ۴)

(ج) کیا ثبوت ہلال کیلئے حساب فلکیات کا اعتبار ہے؟

حساب فلکیات سے جیسا کہ کانڈروں اور جنتریوں میں ہوتا ہے کسی مہینے اور ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ رؤیت ہلال (چاند دیکھنا) ضروری ہے یا پھر شرعی قواعد وضوابط کے تحت رؤیت ہلال ثابت ہو جائے تو یہ بھی معتبر ہے۔ ان معرفۃِ الشھر لیست اِلی

الکتاب والحساب، وللا جماع علی عدم الاعتداد بقول المنجّمین (مرقاۃ ص ۴۶۲ ج ۴)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴

(۸۲) **سوال:**۔ عن عَمَّار بْنِ یَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْیَوْمَ الَّذِیْ یُشَکُّ فِیْهِ فَقَدْ عَصٰی اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) یوم الشک کے روزے کے بارےمیں علما کے مذاہب مدلّل لکھئے (ج) شک کی تعریف کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یوم الشک کو روزہ رکھا تو اس نے ابو القاسم (نبی کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نافرمانی کی۔

(ب) یوم الشک کا روزہ اور اختلاف ائمہ مدلل

(۱) حضرت امام ابو حنیفہ و مالک رحمہما اللہ کے نزدیک یوم الشک میں نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں البتہ فرض کی نیت سے رکھنا جائز نہیں ہے اور واجب آخر کی نیت سے رکھنا جائز مع الکراہۃ ہے یہی ایک قول امام احمد کا بھی ہے۔

(۲) اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر یوم الشک ایسی تاریخ کو ہے جس میں اسکے روزہ رکھنے کی عادت تھی تو روزہ رکھ لے ورنہ تو انکے یہاں یوم الشک میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

(۳) اور امام احمد کی سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ یوم الشک میں رمضان کے روزے کی نیت سے روزہ رکھنا ضروری ہے (مرقاۃ ص ۴۷۱ ج ۴)

(۱) **امام اعظمؒ کی دلیل** :۔ لا یصام الیوم الذی یشک فیه انّه من رمضان اِلّا تطوّعًا۔

(۳)(۱) **امام احمدؒ کی دلیل** :۔ انکی دلیل ابن عمرؓ کا عمل

ہے جو حضرت نافع سے منقول ہے اسی کا ایک ٹکڑا ہے وان حال اصبح صائما یعنی کے اگر دیکھنے میں بدلی حائل ہوگئی اور صحیح اطلاع نہ مل سکی تو پھر روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

(۲)(۱)**امام اشافعیؒ کی دلیل**:۔انہ علیہ السلام قال لا تتقدموا رمضان بصوم یوم ولا بصوم یومین۔

(ج)**شک کی تعریف**:۔کسی چیز کے ادراک کے باریمیں نفی واثبات دونوں پہلے برابر ہوں اور کسی ایک کو بھی ترجیح حاصل نہ ہو۔ھو استواء طرفی الادراک من النفی والاثبات۔(مرقاص ۱۷۴ ج ۴)۔

مشکوٰۃ ص ۱۷۵

(۸۳)سوال:۔عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ۔

(الف)ترجمہ کیجئے (ب)بتلائیے کہ روزہ میں نیت طلوع فجر سے پہلے ضروری ہے یانہیں اگر فرض ونفل میں فرق ہے تو مذکورہ بالا روایت میں تخصیص کی کیا دلیل ہے (ج)اگر نیت صوم کے باریمیں دیگر ائمہ کرام کا بھی اختلاف ہو تو واضح کریں۔

جواب (الف)**ترجمہ**:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فجر سے پہلے نیت نہ کرے تو اس کا روزہ (کامل) نہیں ہوتا۔

(ب)نیت صوم فجر سے پہلے ضروری ہے یانہیں؟

صوم واجب (فرض) اگر معین زمانے سے متعلق ہے جیسے رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ (مثلاً یوں نذر مانے کہ دوشنبہ کے دن ۲۲ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ کو روزہ رکھوں گا) تو اسمیں زوال سے پہلے پہلے تک نیت کرسکتا ہے۔اور یہی حکم ہر طرح کے نفلی روزہ کا بھی ہے۔

ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز بنية من الليل وان لم ينوِ حتىٰ أصبح اجزأته النيه ما بينه وبين الزوال (هدايه ص ۲۱۱ ج/۱)والنفل كله يجوز بنية قبل الزّوال (ہدایہ ص ۲۱۳ ج/۱)

اور اگر صوم واجب غیر معین بالزمان ہے (مثلاً رمضان کے مہینے کے قضاء کے روزے، اور کفارے کے روزے اسی طرح نذر مطلق (جس میں وقت کی تعیین نہ ہو) کے روزے، تو اسمیں طلوع فجر سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔ماثبت (ای لزِم ووجب)فی الذمه كقضاء شهر رمضان وصوم الكفّارة فلا يجوز اِلّا بنية من اللّيل (ہدیہ ص ۲۱۳ ج/۱)۔

مذکورہ بالا روایت میں تخصیص کی دلیل:۔اس رویت میں تخصیص کی دلیل یہ ہے کہ ایک بار آپ علیہ السلام نے غیر صوم کی حالت میں صبح فرمائی اسکے بعد روزہ کی نیت کرلی،عن عائشة قالت دخل النبیؐ ذاتَ یومٍ فقال هل عندكنّ شيءٌ فقُلت لا فقال انی اِذًا صائمٌ۔وفی روایة اعندكِ غَداءٌ وخصّصوا هٰذَ الحديث بماروى عن عائشه انها قالت الخ (مرقاة ص ۴۸۱ ج/۴)۔

(ج)نیت صوم کے باریمیں ائمہ کرام کا اختلاف

نیت صوم کے باریمیں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کا مذہب سابق میں بالتفصیل گزر چکا ہے اب ائمہ ثلاثہ کا مذہب ملاحظہ کیجئے۔

حضرت امام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک صوم واجب کی نیت (بلا کسی تفصیل کے) طلوع فجر سے پہلے ضروری ہے البتہ نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے پہلے بھی کرسکتے ہیں۔حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ہر قسم کے روزوں کی نیت (خواہ فرض ہوں یا نفل) طلوع فجر سے پہلے پہلے تک ضروری ہے۔(ہدایہ ص ۲۱۱-۲۱۳ ج/۱)۔

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۶

(۸۴)سوال:۔وَعَنۡهُ (ابی هریرة) قَالَ بَيۡنَمَا نَحۡنُ جُلُوۡسٌ عِنۡدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذۡ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ هَلَكۡتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعۡتُ عَلٰى اِمۡرَأَتِيۡ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ هَلۡ تَجِدُ رَقَبَةً تُعۡتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلۡ تَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ تَصُوۡمَ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ قَالَ لَا قَالَ هَلۡ تَجِدُ اِطۡعَامَ سِتِّيۡنَ مِسۡكِيۡنًا قَالَ لَا قَالَ اِجۡلِسۡ وَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عليه وسلّم فَبَيۡنَا نَحۡنُ عَلٰى ذَالِكَ اُتِيَ النَّبِيَّ بِعَرَقٍ فِيۡهِ تَمۡرٌ قَالَ اَيۡنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا قَالَ خُذۡ هٰذَا فَتَصَدَّقۡ بِهٖ فقال الرّجلُ اَعَلٰى اَفۡقَرَ مِنِّيۡ يَا رَسُوۡلَ الله فَوَاللّٰهِ مَا بَيۡنَ لَابَتَيۡهَا اَهۡلُ بَيۡتٍ اَفۡقَرَ مِنۡ اَهۡلِ بَيۡتِيۡ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلى الله عليه وسلّم حَتّٰى بَدَتۡ اَنۡيَابُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطۡعِمۡهُ اَهۡلَكَ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) کیا کفارہ جماع ہی کے ساتھ خاص ہے یا اسکے علاوہ میں بھی کفارہ لازم ہے مع اختلاف ائمہ مدلل تحریر کیجئے۔ (ج) مقدار کفارہ مع اختلاف ائمہ بیان کیجئے اور رجل کا مصداق بھی لکھئے۔

جواب (الف) **ترجمہ**۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں موجود تھے اچانک ایک شخص آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ (ایک گناہ سرزد ہو جانیکی وجہ سے) میں ہلاک ہو گیا آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ (تو) اس نے جواب دیا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کیا تیرے پاس غلام ہے جسے تو (بطور کفارہ کے) آزاد کر سکے تو اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ دو مہینے پے در پے روزے رکھ سکے، اس نے کہا نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت

رکھتا ہے (تو پھر) اس نے کہا کہ نہیں (تو) آپ نے فرمایا (اچھا) بیٹھ جا، اور آپؐ (اس) انتظار میں رہے (کہ کہیں سے کچھ آجائے تو میں اسکو دیدوں تاکہ بطور کفارہ کے صدقہ ادا کر دے) چنانچہ ہم اسی طرح (بیٹھے) تھے کہ (اسی وقت) آپکی خدمت میں ایک عَرَق (بڑا تھیلہ) آیا جس میں کھجوریں تھیں آپؐ نے (اس عرق کو دیکھ کر) فرمایا کہ سائل کہاں ہے (تو) اس (سائل) نے کہا میں (یہیں حاضر) ہوں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ لے، یہ (کھجوریں) پکڑ، اور انہیں (خدا کی راہ میں محتاجوں پر) صدقہ کر دے، تو اس آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں اس شخص کو دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو (یعنی میں خود سب سے زیادہ محتاج ہوں تو دوسروں کو کیسے دوں؟) پس خدا کی قسم مدینے کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو میرے گھرانے سے (بھی) زیادہ محتاج ہو تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم (اسکی بات سن کر) ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے انیاب (کچلیاں) ظاہر ہو گئے پھر آپؐ نے فرمایا کہ (اچھا) یہ کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلا دے۔

(ب) کیا کفارہ جماع ہی کے ساتھ خاص ہے

اختلاف ائمہ مدلل

حضرت امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک کفارہ فقط جماع کے ساتھ خاص ہے اسکے علاوہ کسی اور وجہ سے افطار صوم واقع ہو جائے تو کفارہ لازم نہیں ہے۔

دلیل:۔ ان دونوں حضرات کی دلیل (حدیث باب میں مذکور) یہی واقعہ ہے کہ اعرابی تائب و نادم ہو کر آیا لہٰذا توبہ کی وجہ سے اسکا گناہ ختم ہو گیا (التائب من الذنب کمن لا ذنب له) اسکے باجود آپ علیہ السلام نے کفارہ کا حکم (خلاف قیاس) دیا اور جو چیز خود خلاف قیاس ہو اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جائیگا۔ لانها شرعت فی الوقاع بخلاف القیاس لأرتفاع الذّنب بالتوبة فلا یقاس علیه غیره (ہدایہ والحاشیہ ص ۲۱۹ ج ۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اکل وشرب عمداً پر بھی کفارہ واجب ہے ولو اکل اوشرب مایتغذیٰ بہ اویداوی بہ فعلیہ القضاء والکفّارة (ہدایہ ص۲۱۹ ج/۱)

دلیل:۔عن ابی ہریرةؓ قال انہ علیہ السلام امر رجلاً افطر فی رمضان ان یعتق رقبة اویصوم شہرین متتابعین اویطعم ستّین مسکیناً متفق علیہ (حاشیہ ۸ ہدایہ ص۲۱۹ ج۱)۔

(ج) مقدار کفّارہ کیا ہے مع اختلاف ائمہؒ

حضرت امام مالک اور امام شافعی اور انکے اصحاب کے نزدیک کفّارے کی مقدار ہر مسکین کیلئے ایک مد یعنی چوتھائی صاع ہے (جو آجکل کے وزن کے اعتبار سے آٹھ سو ساڑھے سولہ گرام ہوتا ہے) تو ساٹھ مسکینوں کیلئے پندرہ صاع ہوگا (جو تقریباً ۴۹ کلو ۹۰ گرام ہوتا ہے) اور احناف کے نزدیک ہر مسکین کیلئے نصف صاع ہے (ا رکلو ۶۳۳ گرام) (عینی ص۲۴۷ بذل المجہود ص۱۵۵۔۱۵۶) (ابومحمود غفرلہٗ)

رجل کا مصداق:۔علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ رجل کا مصداق سلمہ بن صحر الانصاری البیاضی ہے اور ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو اصح قرار دیا ہے اگرچہ بعض حضرات نے سلمان کہا ہے (مرقاة ص۴۹۶ ج/۴)

مشکوٰة شریف ص۱۷۶

(۸۵) سوال:۔وعنہ (ابی ہریرة) قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیُّ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ قَالَ الْبُخَارِیُ لَا أُرَاهُ مَحْفُوْظًا۔

(الف) ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) استقاء عمداً میں اگر تفصیل ہو تو اس کو تحریر کریں نیز بتلائیں کہ اس روایت سے کن فقہاء نے استدلال کیا ہے (ج) محفوظ کی اصطلاح تعریف کیا ہے اور یہاں پر کیا مراد ہے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو (خود بخود) قے پیش آجائے درانحالیکہ وہ روزے سے ہو تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جس شخص نے جان بوجھ کر قے کیا تو (اسکو) چاہئے کہ (روزے کی) قضاء کرے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس (حدیث) کو محفوظ نہیں سمجھتا ہوں۔

مطلب:۔اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر قے کا غلبہ ہو جائے یعنی کہ منہ سے سبقت کر جائے اور خود بخود نکل جائے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹتا لہٰذا اس پر قضاء بھی واجب نہیں ہے۔اسی طرح اگر کسی شخص نے قے لانے کیلئے حیلہ اور سبب اختیار کیا خواہ عمداً ہو یا خطأً یا حالت اکراہ میں بہرصورت روزہ ٹوٹ جائیگا اب اس آدمی پر دوبارہ قضاء کرنا ضروری ہے (البتہ اگر ناسیاً قے لایا ہے تو پھر قضاء لازم نہیں ہے)۔

نوٹ:۔خطاء اور نسیان میں فرق:۔نسیان کے اندر آدمی جو عمل کرتا ہے اسکا ارادہ تو ہوتا ہے لیکن حالت عبادت وغیرہ کو بھول جاتا ہے۔

اور خطاء کے اندر آدمی سے جو فعل وعمل سرزد ہو جائے اسکا ارادہ تو نہیں ہوتا ہے البتہ حالت عبادت وغیرہ کا خیال ذہن میں رہتا ہے۔الفرق بین النسیان والخطاء ان الناسی قاصد للفعل ناسٍ للصوم والمخطئ ذاکر للصوم غیر قاصد للفعل (حاشیہ ۵ الہدایہ ص۲۱۷ ج/۱)

(ب) استقاء عمداً میں تفصیل

استقاء عمداً میں تفصیل یہ ہے کہ اگر منہ بھر کے ہو تو بالاتفاق روزہ فاسد اور قضاء ضروری ہے، اور اگر منہ بھر کے نہ ہو تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا۔پھر اگر قے دوبارہ لوٹ آئی جب بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے۔اور اگر قے کو دوبارہ لوٹایا ہے تو پھر امام ابو یوسفؒ سے دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں (۱) روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲) فاسد ہو جائیگا۔فان استقاء عمدًا ملأ

Scanned by CamScanner

فیہ فعلیہ القضاء وان کان اقل من ملٔ الفم فکذالک عند محمدؒ وعند ابی یوسفؒ لایفسد،ثم ان عاد لم یفسد عندہ وان اعادہ فعنہ انہ لا یفسد وعنہ انہ یفسد۔ (ھدایہ ص ۲۱۹ ج/۱)

اس روایت سے کن فقہاء نے استدلال کیا ہے

اس روایت سے جمہور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے استدلال کیا ہے وفی شرح السنہ عمل بظاھر ھذا الحدیث اھل العلم فقالوا من استقاء فعلیہ القضاء ومن ذرعہ فلا قضاء علیہ لم یختلفوا فیہ۔ (مرقاۃ ص ۵۰۱ ج/۴)

(ج) محفوظ کی اصطلاحی تعریف اور یہاں کیا مراد ہے؟

محفوظ کی اصطلاحی تعریف:۔محفوظ اس ثقہ راوی کی روایت کو کہتے ہیں جسکی مخالفت دوسرا ثقہ راوی کرے جبکہ مخالف کی روایت پہلے شخص کی روایت کے مقابل مرجوح ہو۔

وفی الاصطلاح ماروی مخالفا لما رواہ الثقات فان کان (رواتہ) ثقۃ فالراجح یُسمّیٰ محفوظاً والمرجوح شاذاً (مقدمہ شیخ عبد الحق ص ۴)

اور یہاں لااراہ محفوظا سے منکر ہونا مراد ہے کما قال الطیبی الضمیر راجع الی الحدیث وھو عبارۃ عن کونہ منکراً (مرقاۃ ص ۵۰۱ ج ۴)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۷

(۸۶)سوال:۔عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اَتیٰ رَجُلاً بِالْبَقِیْعِ وھُوَ یَحْتَجِمُ وھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِیْ لِثَمَانِیْ

عَشْرَۃَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) کیا حالتِ صوم میں حجامت (پچھنا لگوانے) سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اختلاف ائمہ مدلل تحریر کیجئے (ج) یہ روایت جنکے خلاف ہے وہ اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**۔حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بقیع (مدینہ کے قبرستان) میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو پچھنا لگوا رہا تھا اس وقت آپؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے (تو) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پچھنا لگانے والے اور پچھنا لگوانے والے (دونوں) نے روزہ توڑ دیا۔

(ب) کیا حجامت مفسد صوم ہے مع اختلاف ائمہ مدلل

حضرت امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حجامت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، قال الطیبی عمل بظاھر الحدیث احمد واسحاق۔

دلیل:۔انہٗ قال افطر الحاجم والمحجوم۔

اور جمہور فقہاء امام مالک امام ابوحنیفہ امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک حالت صوم میں حجامت یعنی پچھنا لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔وقال الاکثرون لاباس بھا والیہ ذھب مالکؒ والشافعیؒ واصحابؒ ابی حنیفۃؒ۔

دلیل:۔عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم احتجم وھو صائم (الحدیث) (ھٰذٰ کلہ فی المرقاۃ ص ۵۰۷۔۵۰۸ ج/۴)۔

(ج) **حدیث باب کا جواب**:۔اس حدیث کے مختلف جوابات منقول ہیں۔(۱) خود علامہ محی السنۃ صاحب مصابیح نے جواب دیتے ہوئے مشکوٰۃ شریف ۱۷۷ پر لکھا ہے کہ افطر الحاجم والمحجوم کا مطلب ہے کہ دونوں کے روزہ توڑنے کے قریب ہو گئے حاجم تو اس لئے پیٹ میں خون وغیرہ کے جانے کا

قوی امکان ہے اور محجوم اسلئے کہ وہ کمزور ہو گیا ہے ممکن ہے کہ تاب نہ لا کر روزہ توڑ دے (۲) یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ یہ واقعہ مدینے کا ہے اور ابن عباس نے فتح مکہ کے موقعے پر صحیح سند کے ساتھ آپکے پچھنا لگوانے کو (حالت صوم میں) ثابت کیا ہے (بحوالۂ مذکورہ بالا وغیر ذالک)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸

(۸۷) سوال:۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ۔

(الف) ترجمہ کیجئے (ب) ولی کے میت کی جانب سے روزہ رکھنے میں فقہاء کے مذاہب بیان کیجئے (ج) یہ روایت کن فقہاء کے خلاف ہے اور انکی جانب سے اسکی کیا تاویل کی گئی ہے اور ان کے مسلک کا مستدل کیا ہے تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مر گیا اس حال میں کہ اس پر روزے (واجب) تھے (تو) اسکی طرف سے اسکا ولی روزہ (اطعام عن الصیام) رکھ لے۔

(ب) ولی کے میّت کی جانب سے روزہ رکھنے میں فقہاء کے مذاہب؟

حضرت امام ابوحنیفہ امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک میت کی جانب سے روزہ نہیں رکھا جائیگا اور یہی امام شافعی کا اصح اور جدید قول ہے۔

اور امام احمد و امام شافعی باعتبار قولِ قدیم فرماتے ہیں کہ ولی میت کی جانب سے نذر کا روزہ رکھ سکتا ہے (ترمذی شریف ص ۱۵۲ ج ۱/ مرقاۃ ص ۵۲۸ ج ۴)۔

(ج) یہ روایت کن فقہاء کے خلاف ہے

یہ روایت حضرت امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کے خلاف ہے۔

تاؤیل حدیث:۔ اس حدیث کی تاویل اس طرح کی گئی ہے کہ یہاں

صام عنہ سے اطعم عنہ ولیہ مراد ہے یعنی کہ ولی میت کے روزوں کے عوض بطور فدیہ کے کھانا کھلا دے (مرقاۃ ص ۵۲۸ ج ۴)

عدم صوم عن المیت کے قائلین کا مستدل

قالؐ من مات وعلیہ صیام شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۱

(۸۸) سوال:۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ نَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَا هُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعُرِضَ لَنَا طَعَامٌ اِشْتَهَيْنَاهُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ اِقْضِيَا يَوْمًا اٰخَرَ مَكَانَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ رَوَوْا عَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهٰذَا اَصَحُّ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء کے لازم ہونے نہ ہونے میں اختلاف ائمہ لکھئے اقضیا یوماً اٰخر مکانہ کس امام کی دلیل ہے (ج) امام ترمذی کے کلام کا مقصد اور ھٰذا کا مشارٌ الیہ تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں اور حفصہ (دونوں) روزے سے تھیں کہ ہمارے سامنے کھانا لایا گیا (پس) ہمیں اس کے کھانے کی خواہش ہوئی تو اس (میں) سے ہم نے کھالیا پھر حضرت حفصہؓ نے کہا یارسول اللہ۔ ہم دونوں روزے سے تھیں پس ہمارے پاس کھانا لاگیا ہمیں اس کے کھانے کی خواہش ہوئی تو اس میں سے ہم نے کھالیا (لہٰذ ہمارے بارے میں حکم بتلائیں) آپؐ نے فرمایا کہ اسکے بدلے دوسرے دن بطور قضاء کے روزہ رکھو۔ اس (حدیث) کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اور حفاظ حدیث کی ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے جنہوں نے امام زہریؒ سے (اور زہریؒ نے عائشہؓ سے) بطریق ارسال نقل کیا

Scanned by CamScanner

ہے اور اسمیں عروہ کا واسطہ مذکور نہیں ہے اور یہی (بطریق ارسال) زیادہ صحیح ہے۔

(ب) نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

حضرت امام شافعی واحمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک صوم نفل کے توڑ دینے سے قضاء لازم نہیں ہوتی۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک صوم نفل کے توڑ دینے سے قضاء لازم ہو جاتی ہے یہی قول امام مالکؒ کا بھی ہے لیکن انکے نزدیک اگر کسی عذر کیوجہ سے صوم نفل کو توڑا ہے تو پھر قضاء لازم نہیں ہے۔ومن دخل فی صلوۃ التطوع اوفی صوم التّطوع ثم افسد قضاہ خلافاً للشافعیؒ (ھدایہ ص ۲۲۳ ج/۱ حاشیہ المشکوۃ ۱۸۱)

یہ حدیث کس امام کی دلیل ہے

حدیث باب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ھذ دلیل الحنفیۃ علی وجوب قضاء التطوع (حاشیہ المشکوۃ ۱۸۱)

(ج) امام ترمذی کے کلام کا مقصد اور ھٰذ کا مشارٌ الیہ

اس کلام سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد انقطاع سند کو ثابت کرنا ہے فقول الترمذی مرسلاً ای منقطعاً اور ھٰذ کا مشارٌ الیہ مرسل ہونا ہے ای کونہ مرسلاً (مرقاۃ ص ۵۷۶ ج/۴ و بین سطور المشکوٰۃ ص ۱۸۱)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۳

(۸۹) سوال:۔عَنِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِّیَّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِیْ الْجَاھِلِیَّۃِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَۃً فِیْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَاَوْفِ بِنَذْرِکَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔(ب) اعتکاف کے لغوی وشرعی معنیٰ

اور اقسام بیان کیجئے اور کیا اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے اختلاف ائمہ لکھئے (ج) جاہلیت کے اعتکاف کی نذر پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ احناف کا مسلک کیا ہے اور اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر بن الخطابؓ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا (تو کیا مجھ پر اسکو پورا کرنا ضروری ہے) (تو) آپؐ نے فرمایا پھر اپنی نذر پوری کرلو۔

(ب) اعتکاف کے لغوی وشرعی معنیٰ مع اقسام

الاعتکاف لغۃً الا قامۃ علی الشئ وحبس النفس علیہ۔یعنی کسی جگہ جم کر بیٹھنا۔

اصطلاح شرع میں:۔مخصوص آدمی کا مخصوص صفت کے ساتھ مسجد (خواہ اصطلاحی ہو یا مسجد بیت) میں ٹھہرنا۔فی الشرع المکث فی المسجد من شخصٍ مخصوص بصفۃ مخصوص (مرقاۃ ص ۵۹۸ ج/۴)

اور اعتکاف کی تین قسمیں ہیں

(۱) واجب جیسے اعتکاف منذور (۲) سنت مؤکدہ جیسے رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف (۳) مستحب۔ان دونوں کے علاوہ دیگر تمام اعتکاف (مرقاۃ بحوالۂ مذکورہ بالا، حاشیہ ۲ المشکوٰۃ ص ۱۸۳)

کیا اعتکاف کیلئے صوم شرط ہے

امام شافعی امام احمد کے نزدیک اعتکاف کیلئے صوم شرط نہیں ہے اور احناف وامام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اعتکاف کیلئے صوم شرط ہے یہی امام شافعی کا قول

قدیم ہے (عینی ص۲۷۳ ج۵)

(ج) اعتکاف جاہلیت کی نذر

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر جاہلیت اگر حکم اسلام کے موافق ہے تو اسکو پورا کرنا ضروری ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جاہلیت کی نذر صحیح ہی نہیں ہے۔ (مرقاۃ ص۶۰۳) ج۴)

حدیث باب کا جواب:۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) فاوف یہ امر استحبابی ہے برائے وجوب نہیں ہے کما قالہ ابن حجر۔ (۲) حدیث ابن عمر میں جاہلیت سے ابتدائے اسلام مراد ہے۔ پس عمرؓ نے اسلام لانے کے بعد نذر مانی تھی لیکن قریش کے ظلم وستم اور انکی رکاوٹ کی وجہ سے اس وقت ادانہیں کر سکے تھے (مرقاۃ ص۶۰۳۔۶۰۴ ج۴) تو یہ جاہلیت کی نذر کہاں ہوئی کہ اس سے استدلال کیا جا سکے،

مشکوٰۃ شریف ص۲۱۳

(۹۰) سوال:۔ عَن عبدِ اللہِ بْنِ سرجِسٍ قَالَ کَانَ رَسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّمْ اِذَا سَافَرَ یَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَر وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَۃِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِیْ الْاَھْلِ وَالْمَالِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مطلب تحریر کیجئے (ج) تمام الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تو پناہ مانگتے تھے سفر کی محنتوں اور مشقتوں سے اور واپسی (سفر سے واپسی) کی برائی سے (گھر میں آکر ایسی بات پیش آجائے جس سے غم ہو) اور (اعمال صالحہ واہل وعیال میں) زیادتی کے بعد نقصان ہونے سے اور مظلوم کی بددعاء سے (اور واپس آکر) اہل ومال کو بری حالت میں دیکھنے سے۔

(ب) حدیث شریف کا مطلب:۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی

گھر سے باہر کہیں سفر میں جائے تو سفر کی شدّت ومشقّت سے جو ذکر وفکر سے غافل کرنے والی اور حضوریٔ قلب مع اللہ سے مانع ہوتی ہے ہر وقت اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنا چاہئے، اور ایسی باتوں سے بھی پناہ مانگتے رہنا چاہئے جو سفر سے وطن کو واپسی پر رنج وغم اور مصائب کے قبیل سے پیش آتی رہتی ہیں اور اچھے حالات کے بعد برے حالات یعنی اعمال صالحہ وطاعات میں زیادتی واضافے کے بعد کمی آنے سے بھی اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی پناہ ورحمت کا طلب گار رہنا چاہئے اور بے قصور ومظلوم کی بددعا سے بھی بچنا چاہئے کہ جسکے اور خدا کے درمیان قبولیت کے اعتبار سے کوئی حجاب نہیں ہوتا، اور اہل وعیال اور اموال میں کسی ظالم وجابر کے ظلم وتعدی اور بری نظر ڈالنے سے بھی اللہ کا امان اور اسکی پناہ طلب کرتے رہنا چاہئے۔

(ج) حدیث شریف کے الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ سافر۔ سافر یسافر مسافرۃً بمعنیٰ سَفَرَ مسافت طے کرنا باب مفاعلت سے آتا ہے اسمیں موافقت مجرد کی خاصیت ہے (سافر بمعنیٰ سفر) یتعوذ۔ تعوَّذ یتعوّذ تعوّذًا، باب تفعل، پناہ مانگنا، وعثاء۔ مشقت تھکن۔ ہر بری خصلت وعِث وعثاً دشوار گزرا ہونا باب سمع کرم۔ السفر ج اسفار مسافت طے کرنا کابۃ۔ کئب کابًا کأبۃ باب سمع سے۔ غمگین ہونا شکستہ دل ہونا المنقلب۔ اسم ظرف کا صیغہ ہے انقلب انقلاب باب انفعال۔ پلٹنے کی جگہ۔ واپس آنے کی جگہ، وطن، اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ الحور جمع احوار۔ حار حورًا باب نصر۔ کمی ہونا نقصان ہونا الکور جمع اکوار عمامہ کا پیچ۔ بڑی جماعت، زیادتی، کار کورًا باب نصر۔ سر پر پگڑی باندھنا دعوۃ۔ دعا دعوۃ پکارنا دعوۃ پکار، قسم باب نصر۔ المظلوم۔ اسم مفعول ظلم ظلما باب ضرب۔ زیادتی کرنا۔ کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا سوء۔ جمع اسواء ساء کا اسم ہے آفت وشر وروفسادا المنظر مصدر میمی کسی چیز کو دیکھنا چاہے خوشنما ہو یا بدنما۔ اھل۔ کنبہ رشتے دار جمع اھلون اھال آھال، المال جمع اموال نقدی روپیہ پیسہ وغیرہ وہ چیز جسکی طرف قلبی میلان ہو۔ (مصباح اللغات) مرقاۃ ص۲۷۴۔۲۷۳ ج۵)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص۲۲۲

(۹۱)سوال:۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلّیَ اللهُ علیہ وسلّم سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَبَّيْکَ عَنْ شُبْرُ مَةَ قَالَ مَنْ شُبْرُ مَةُ قَالَ اَخٌ لِیْ اَوْ قَرِيْبٌ لِّیْ قَالَ اَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِکَ قَالَ لَا قَالَ حُجَّ عَنْ نَفْسِکَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) اس حدیث سے کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اسکوذکر کرتے ہو اختلاف ائمہ بھی تحریر کریں (ج) اگر یہ حدیث احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (حج کے دوران) ایک آدمی کو سنا کہ شبرمہ کیجانب سے لبیک کہہ رہا ہے (تو) آپؐ نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا (کہا کہ) میرا قرابتی ہے (پھر) آپؐ نے پوچھا کہ تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں (تو) آپؐ نے فرمایا پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔

مطلب:۔حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی غیر کیطرف سے حج کر کے اپنے عمل کا ثواب پہونچانا چاہتا ہے تو پہونچا سکتا ہے اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اسی طرح نماز اور روزہ وغیرہ کا ثواب اور صدقہ وتلاوت قرآن اور ذکر واذکار کا ثواب بھی دوسروں تک پہونچایا جاسکتا ہے۔

(ب) اس حدیث سے کون سا مسئلہ ثابت ہورہا ہے

مع اختلاف ائمہ کرام

اس حدیث سے صرورہ (جس نے اپنی طرف سے حج نہ کیا ہو) کے غیر کیطرف سے حج کے عدم جواز کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرورہ غیر کیجانب سے حج نہیں کرسکتا ہے پہلے اپنی طرف سے حج کرے پھر غیر کی طرف سے۔ اور امام ابوحنیفہ وامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرورہ غیر کی طرف سے بھی حج کرسکتا ہے مگر یہ کہ مکروہ ہے البتہ افضل یہی ہے کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرے پھر غیر کی طرف سے (مرقاۃ ص۴۰۱ ج۵)

(ج) حدیث کا جواب:۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) حُجَّ یہ امر استحبابی ہے یعنی کہ پہلے اپنی طرف سے حج کرنا مستحب ہے۔ (۲) اس حدیث میں اضطراب ہے بعض نے اسکو موقوف علی ابن عباس کہا ہے اور بعض دوسرے حضرات نے اسکو مرفوع قرار دیا ہے (۳) اس حدیث کو قتادہ نے عنعنہ کے طور پر بیان کیا ہے جبکہ انکی طرف تدلیس کی نسبت کی جاتی ہے لہٰذا انکا عنعنہ مقبول نہیں ہوگا (مرقاۃ ص۴۰۱۔۴۰۲ ج۵)

مشکوٰۃ شریف ص۲۲۳

(۹۲)سوال:۔عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلّی اللهُ عليه وسلّم لِاَحْرَامِهٖ قَبْلَ اَنْ يُحَرِّمَ وَلِحِلِّهٖ قبل انْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْکٌ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلیٰ وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وسلّم وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) کیا احرام باندھنے کے وقت ایسی خوشبو لگانا جائز ہے جسکا اثر احرام کی حالت میں بھی باقی رہے۔ اختلاف ائمہ مدلل لکھئے (ج) حدیث شریف میں کون سا طواف مراد ہے اور یہ حدیث کس کے موافق ہے۔

جواب: (الف) **ترجمہ**: حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام باندھنے کے وقت احرام باندھنے سے پہلے اور آپ کے احرام سے نکلنے کے وقت طوافِ کعبہ کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا گویا کہ میں (اب بھی) آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

(ب) ایسی خوشبو جس کا اثر بحالت احرام بھی باقی رہے مع اختلاف ائمہ مدلل؟

حضرت امام مالک وامام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایسی خوشبو لگانا جسکا اثر احرام کے بعد تک باقی رہے مکروہ ہے یہی قول بعض لوگوں نے امام شافعی سے بھی نقل کیا ہے۔ وعن محمد انه يكره اِذا تطيب بما يبقى عينه بعد الأحرام وهو قول مالك والشافعي (هدايه ص ۲۳۶ ج/ ۱)

لیکن علامہ عینیؒ نے امام اعظم امام احمد وامام شافعی رحمہم اللہ کا مسلک یہ ذکر کیا ہے کہ ایسی خوشبو لگانا جسکا اثر بعد الاحرام بھی باقی رہے جائز ہے۔ (عینی ص ۵۱۱ ج/۴)

دلیل امام مالکؒ ومحمدؒ :- عن يعلىٰ بن اميّة قال اتى النبىَّ رجل متضمخ بطيب فقالَ اما الطّيب الذى بك فاغسله ثلاث مرّاتٍ۔

دلیل امام اعظم وجمہور :- عن عائشة قالت كنت اطيب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لا حرامه قبل ان يُحْرِّم .....كانى انظر الىٰ وبيص الطّيب۔

(ج) حدیث شریف میں کون سا طواف مراد ہے اور حدیث کس کے موافق ہے؟

حدیث شریف میں طواف سے طواف افاضہ مراد ہے اور یہ حدیث امام اعظم وامام احمد وشافعی جمہور علماء کرام کے موافق ہے (مرقاۃ ص ۴۰۹ ج/ ۵)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱

(۹۳) سوال :- قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم ثَمَنُ

الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں (ب) ثمن کلب کے بارےمیں ائمہ کرام کا مذہب بیان کریں اور یہ حدیث احناف کے خلاف ہو تو اسکا جواب بھی تحریر کریں (ج) اسی طرح کسب حجام کے بارےمیں احناف کا مذہب اور انکی دلیل اور حدیث کا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب :- (الف) عبارت بااعراب سوال کے اندر ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ : رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کتے کی قیمت ناپاک (مال) ہے اور زنا کار عورت کی اجرت حرام (مال) ہے اور سینگی کھینچنے والے کی کمائی ناپسندیدہ (مال) ہے۔

(ب) ائمہ کرام کے مذاہب ثمن کلب کے بارےمیں

حضرت امام شافعی امام احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک کتے کی بیع مطلقًا ناجائز ہے خواہ کلب منتفع بہ (جس سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے مثلاً کلب صید وغیرہ) ہو یا غیر منتفع بہ۔ اور یہی ایک قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

البتہ امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ اور ایک قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منتفع بہ کتے کی بیع جائز اور اسکی قیمت مباح ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۶ ج/ ۶)

حدیث باب کا جواب :- اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) ثمن الكلب خبيث کے اندر خبیث بمعنی حرمت نہیں ہے بلکہ کراہت کے معنی میں ہے جسطرح کسب الحجام خبيث میں خبیث بمعنی مکروہ ہے بالاتفاق لہٰذا ثمن الكلب خبيث کا مطلب ہے ای ليس بطيب فهو مكروه لا حرام (مرقاۃ ص ۱۶ ج/ ۶)۔

(۲) یہ حکم ابتداء پر محمول ہے اور جواز بیع پر دلالت کرنیوالی احادیث شریفہ اس حکم کیلئے ناسخ ہیں کما قال صاحب الهدايه واحاديثهم محمولة على

الابتداء قلعًالهم عن الا قتناء (ہدایہ)

(ج) کسب حجام کے بارےمیں احناف کا مذہب ومستدل

کسب حجام کے بارےمیں احناف کیا جمہورائمہ کا قول بھی جواز کا ہے۔ ویجوز اخذ اجرۃ الحمّام والحجام (ہدایہ قدیم ص ۲۸۷ ج ۳/)

دلیل:۔ عن ابن عباسؓ انه علیه السلام احتجم واعطی الحجام الا جرۃ (بخاری ومسلم)

پس اگر کسب حجام حرام ہوتا تو آپؐ ہرگز حجام کو اجرت نہ دیتے کیونکہ جسطرح حرام مال کو خود کھانا حلال نہیں ہے اسی طرح دوسرے کو دینا بھی حلال نہیں ہے۔

حدیث شریف کا جواب:۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ کسب الحجام خبیث بمعنیٰ مکروہ لا حرام ہے جیسا کہ ثمن کلب کی اباحت پر استدلال کرتے ہوئے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ واجاب عن الحدیث بان لفظ الخبیث لایدل علی الحرمة لما فی الخبر۔ وکسب الحجام خبیث مع انه لیس بحرام اتفاقاً فقوله خبیث ای لیس بطیب فهو مکروہ لا حرام (مرقاۃ ص ۱۶ ج ۶/)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱

(۹۴) سوال:۔ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الکَلْبِ وَکَسْبِ الْبَغِیِّ وَلَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَه وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَالْمُصَوِّرَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) البغی کی اصل کیا ہے اور بغی کس طرح بنا تحریر کرتے ہوئے کسب بغی کا حکم بھی لکھئے (ج) واشمہ۔ مستوشمہ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے ثمن الدم اور المصور کے مرادی معنیٰ بیان کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**۔ بےشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

خون کی قیمت اور کتے اور زانیہ عورت کی اجرت (جو فعل شنیع کے عوض حاصل ہوتی ہے) (کے استعمال) سے منع فرمایا ہے، اور سود لینے والے اور دینے والے اور (گودنا) گودنے والی اور گودوانے والی عورت (یا مرد) اور مصوّر پر لعنت فرمائی ہے۔

(ب) البغی کی تحقیق وتعلیل مع حکم:۔ البغی۔ اسکی اصل بغوی بروزن فعول بمعنیٰ فاعلۃ ہے اور اسی سے۔ باری تعالیٰ کا قول ولا تکرهوا فتیاتکم علی البغاء بھی قرآن پاک کے اندر مذکور ہے۔ (کما قال فی المرقاۃ ص ۱۶ ج ۶/) اسکی تعلیل بقاعدہ سیّد (قاعدہ ۱۴ جسکا بیان معتل کے چھبیس قواعد کے تحت علم الصیغہ ص ۳۹ پر مذکور ہے) کی جائیگی۔

قاعدہ:۔ ۱۴۔ جب واؤ اور یاء غیر مبدّل غیر ملحق کلمے میں جمع ہو جائیں اور انمیں کا پہلا ساکن ہو تو واؤ کو یا بنا کر یاء ثانی (دوسری یاء) (جو پہلے سے موجود ہے) میں ادغام کریں گے اور ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیں گے۔ لہٰذ بغوی کے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء ثانی میں ادغام کرتے ہوئے عین کے ضمّے کو کسرے سے بدل دیجئے بَغِیٌّ ہوگیا۔

کسب بغی کا حکم:۔ زانیہ کی اجرت وکمائی بالاجماع حرام ہے کیونکہ یہ فعل حرام (زنا) کی اجرت ہے اور حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے۔

ای حرام اجماعاً لانها تاخذہ عوضاً عن الزناء المحرم ووسیلة الحرام حرام (مرقاۃ ص ۱۶ ج ۶/)

(ج) **واشمہ، مستو شمہ کی لغوی تحقیق؟** واشمة یہ لفظ وشم سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے باب ضرب سے آتا ہے اور وشم کہتے ہیں کھال میں سوئی چبھو کر اس زخم میں سرمہ یا نیل بھرنے کو۔ الوشم ان یغرز الجلد بأبرۃ ثم یحشیٰ بکحل اونیل فیزرق او یخضر (مرقاۃ ص ۱۷ ج ۶/)

المستوشمة:۔ اسکا ماخذ بھی وشم ہی ہے اور اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے البتہ یہ لفظ باب استفعال سے آتا ہے اسکے معنیٰ ہیں فعل وشم (گودنا) کو طلب کرنا۔ گودوانا۔

Scanned by CamScanner

ثمن الدم اور المصور کا مرادی معنیٰ

ثمن الدم:۔ملا علی قاریؒ نے اسکے مرادی معنیٰ میں دو احتمال ذکر کیے ہیں۔
(۱) شرح السنۃ میں ہے کہ ثمن الدم سے بیع الدّم مراد ہے۔
(۲) بعض دوسرے حضرات نے ثمن الدم کو کسب الحجام کے معنیٰ پر محمول کیا ہے۔یعنی کہ حجام کی کمائی مراد لی ہے فی شرح السنۃ بیع الدم لا یجوز وحمل بعضهم نهیه عن ثمن الدم علی اجر الحجام (مرقاۃ ص۱۷ ج/٦)

المصور ۔اس سے ذی روح کی تصویر کشی کرنے والا مراد ہے اور غیر ذی روح مثلاً اشجار و نباتات کی تصویر کشی کرنے والا اس وعید میں شامل نہیں ہے۔ کمافی المرقاه ،اراد به الذی یصوّر صُور الحیوان دون من یصوّر صور الاشجار والنباتات (مرقاه ص۱۷ ج/٦)

مشکوٰۃ شریف ص۲۴۲

(۹۵) سوال:۔عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلّم قَالَ يَاوَابِصَةُ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔
(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اسکے بعد تشریح کرتے ہوئے بتلائیں کہ کسی چیز کی حلت وحرمت کے باریمیں مفتی کے فتوے کے باوجود کیا قلبی رجحان پر عمل کرنا جائز ہے،اگر جواب نفی میں ہے تو حدیث شریف کی توجیہ کیا ہوگی (ج) استفت کا مخاطب کیا ہر قسم کا مسلمان ہے؟

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت وابصہ بن معبد سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے وابصہ کیا تم (یہی) پوچھنے آئے ہو کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ (تو) میں نے عرض کیا جی ہاں، حضرت وابصہ فرماتے ہیں کہ پھر آپؐ نے اپنی انگلیوں کو جمع (اکٹھا) کیا اور میرے سینے پر مارا، اور فرمایا کہ اپنے آپ سے دریافت کر و اپنے قلب سے دریافت کرو یہ بات آپؐ نے تین بار فرمایا، (اور پھر فرمایا کہ) نیکی وہ ہے جس سے انسان خود مطمئن ہو اور جس سے اسکے قلب کو سکون حاصل ہو جائے اگرچہ لوگ فتوی دیں (یعنی اسکو صحیح یا غلط کہیں)۔

(ب) تشریح حدیث شریف:۔ایک مرتبہ حضرت وابصہ بن معبد آپ علیہ السلام کی خدمت میں برّ واثم (نیکی وبدی) کی حقیقت دریافت کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے چنانچہ آپؐ کو بطور معجزے کے منجانب اللہ اطلاع کردی گئی فوراً حضرت وابصہؓ سے حضور ﷺ پوچھ بیٹھے کہ تم نیکی وبدی کے باریمیں جاننا چاہتے ہو تو انہوں نے بھی آنے کا مقصد بیان کر دیا پھر آپؐ نے براور اثم کی حقیقت کو ان کے سامنے بلیغ انداز میں منکشف فرمایا۔

فجمع اصابعه الخ ۔چنانچہ سب سے پہلے آپؐ نے اپنا دست مبارک انکے سینے پر رکھا اسکا مقصد یہ اشارہ کرنا تھا کہ اصل چیز جو انسان کے اندر ہے اور نیکی وبدی کے پرکھنے کا معیار ہے وہ مزکیٰ ومجلیٰ نفوس کا قلب ہے، اور دست اقدس کو اسلئے بھی رکھا تا کہ اسکی برکت سے عقلِ تام اور فہم کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

استفت نفسک الخ ۔پھر آپ نے تین بار ان سے فرمایا کہ جب تمہارے قلب ودماغ میں کوئی بات آئے تو پہلے اپنے نفس وقلب کی رہنمائی حاصل کرو اگر اس بات پر تمہارا دل جم جائے اور کوئی خلش وخلجان نہ پیدا ہو تو سمجھ لو یہ بھلی بات اور نیکی ہے اور اگر ذرا بھی قلبی تردد پیدا ہو جائے اور نفس زکیہ کے اندر شک و بے اطمنانی کا شائبہ محسوس ہونے لگے تو یہ سمجھ لو کہ یہ کام برا اور گناہ کا ہے۔اگرچہ مفتیانِ کرام جواز کا فتویٰ دیں لیکن اگر مفتی اعظم قلب مطمئن نہ ہو تو اس امر کے ارتکاب سے بچنا چاہئے کیونکہ فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ کچھ دوسری ہی چیز ہے۔(المفهوم من عبارات المرقاة

ص۲۵ ج/۶)

کیا مفتی کے فتوے کے باوجود قلبی رجحان پر عمل کیا جائے گا؟

کسی چیز کی حلّت وحرمت کے اندر اصل معیار قرآن واحادیث شریفہ اور علماء شرع کے اقوال ہیں انکے مطابق ہر چیز کو حلال یا حرام شمار کیا جائے گا اور اسی پر عمل کیا جائے گا اسکی خلاف ورزی ناجائز ہے لیکن اگر بظاہر دو آیات یا دو احادیث میں تعارض ہو جائے پھر علماء کے اقوال میں بھی تعارض ہو جائے تو اہل بصیرت اور صائب الرائے حضرات کیلئے اجازت ہے کہ تحرّی کریں پس جس پر قلب مطمئن ہو جائے اسی پر عمل کرلیں البتہ احتیاط کا پہلو ملحوظ رہے، الغرض، حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جب دلائل شرعیہ اور اقوال علماء بظاہر متعارض نظر آئیں تو درست نظر وفکر رکھنے والے عقلمند وفہیم حضرات مسئلے کو قلب کے مقیاس پر جانچ کر عمل کر سکتے ہیں اور مفتی کے حکم پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہے جب باہمی تعارض نہ ہو۔ مما ینبغی ان یعلم ان استفتاء القلب انما یکون بعد مالم یوجد دلیل شرعی مثلاً اذا تعارضت الا یتان عدل الی الحدیث واذا تعارض الحدیثان نقل الی اقوال العلماء فان تعارضت عدل الی التحرّی عن القلب ویؤخذ ما افتی القلب تو رعا واحتیاطاً (حاشیہ ۴ المشکوٰۃ ص ۲۴۲)۔

(ج) استفت کے مخاطب کون حضرات ہیں:۔ استفت کے مخاطب درست نظر وفکر رکھنے والے ارباب بصیرت اور قلب سلیم و پاکیزہ نفس رکھنے والے، اصحاب فراست حضرات ہیں۔ المعنیٰ بهذ الأمر ارباب البصائر من اهل النظر المستقيمة واصحاب الفراسات من ذوی النفوس المرتاضة والقلوب السّليمه (مرقاۃ ص۲۶ ج/۶)

مشکوٰہ شریف ص۲۴۴

(۹۶) سوال:۔ عَنْ ابن عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلّم اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخَيَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خیار قبول خیار رجوع خیار مجلس کی تشریح کیجئے (ج) پھر متعین طور سے بتلایئے کہ احناف المتبائعان اور مالم یتفرقا کا کیا مطلب لیتے ہیں اور شوافع اس کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں میں سے ہر ایک اپنے دوسرے صاحب پر (اس بات کا) اختیار رکھتا ہے (کہ اگر چاہے تو بیع وشراء کے معاملے کو باقی رکھے یا ختم کردے) جب تک کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (جب تک تجارتی معاملے کی گفتگو منقطع نہ ہو جائے) ہاں خیار بیع اس سے مستثنیٰ ہے (یعنی کہ اس میں تفریق کے بعد بھی ایک معین مدت تک اختیار باقی رہتا ہے)

(ب) خیار قبول، خیار رجوع، خیار مجلس کی تشریح:۔

خیار قبول۔ متعاقدین میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو قبول کرنے نہ کرنے کا جو اختیار رہتا ہے اسی کو خیار قبول کہتے ہیں۔ واذا اوجب احد المتعاقدين البيع فالاخر بالخيار ان شاء قبل فی المجلس وان شاء رده وهذ خيار القبول (هدايه قديم نسخه ص۲ ج/۳)

خیار رجوع:۔ ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے پہلے تک اپنے قول سے رجوع کا جو حق ہوتا ہے اسی کو خیار رجوع کہتے ہیں۔ فللموجب ان يرجع (هدايه نسخه قديم ص ۲ ج/۳)

خیار مجلس:۔ تمامیت عقد کے بعد تفرق ابدان سے پہلے اسی مجلس میں رہتے ہوئے متعاقدین کو جو اپنے صاحب (مقابل) کی رضامندی کے بغیر عقد کو رد کر دینے کا اختیار ہوتا ہے یہی خیار مجلس ہے۔ ان لكل من العاقدين بعد تمام العقدان يردّ العقد بدون رضی صاحبه مالم يتفرقا بالأبدان (حاشيه ن ۵ هدايه نسخه قديم ص۴ ج/۳)

Scanned by CamScanner

المتبائعان ـ مالم یتفرقا کا مطلب احناف وشوافع کے مطابق

المتبائعان ـ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے تمامیت عقد کے بعد کی کیفیت مراد ہے۔ یعنی کہ عقد کے مکمل ہونے کے بعد بائع ومشتری کا جو اطلاق ہوتا ہے، المتبائعان، سے وہی مراد ہے، کما هو يفهم بما قاله الامام التور بشتی "وقالو اسمّاهما المتعاقدين لان البيع من الاسماء المشتقة من افعال الفاعلين وهى لا تقع الّا بعد حصول الفعل منهم (مرقاة ص ۴۴ ج/۶)

مالم يتفرقا:۔ اس سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں، وذهب جمع الى ان معناه التَفرّق با لأبدان (مرقاة ص ۴۴ ج/۶)

المتبائعان :۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس سے بیع وشراء کرنے کی حالت مراد ہے بیع کے وقوع کے بعد کی حالت مراد نہیں ہے یعنی کہ، تسمية الشئ باسم مايؤل اليه اويقرب منه، کے قبیل سے ہے کہ کسی چیز کے انجام کے اعتبار سے یا دوسری چیز سے قربت کی وجہ سے اس کا نام اسی کے ساتھ رکھ دیتے ہیں ۔ فانهما متبائعان حالة المباشرة لا بعد ها (هدايه قديم نسخه ص ۴ ج/۳) واما تسميتهما بالمتبائعين.... وهو من باب تسمية الشئ باسم ما يوؤل اليه او يقرب منه (مرقاة ص ۴۴ ج/۶)

مالم يتفرقا:۔ اور مالم یتفرقا سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔ والتفرق فيه التفرق بالاقوال (هدايه قديم نسخه ص ۴ ج/۳) وقالو ا المراد من التفرق هو التفرق بالاقوال (مرقاة ص ۴۴ ج/۶)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۵

(۹۷) سوال:۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلّى الله عليه

وسلّم نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بَالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ لکھئے (ب) ربوٰ کی علت کیا ہے مع اختلاف ائمہ تحریر کیجئے (ج) حیوان کو حیوان کے عوض بیچنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ حیوان کیلی چیز ہے نہ وزنی اسکا جواب لکھئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ:۔** رسول اللہ صلّی اللہ علیہ سلّم نے جانور کا جانور کے عوض ادھار لین دین کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(ب) ربوٰ کی علت مع اختلاف ائمہ

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ذهب وفضہ کے اندر ثمنیت علت ہے اور بقیہ اشیاء اربعہ (گیہوں، جو، کھجور، نمک) کے اندر علت ربوٰ اقتیات وادّخار ہے یعنی وہ چیز جو خوراک بننے کے کام آتی ہو اور اسکو ذخیرے کے طور پر جمع کر کے رکھا بھی جاتا ہو۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم یہ ہے کہ علت ربوٰ طُعم مع الکیل یا طُعم مع الوزن ہے البتہ قول جدید یہ ہے کہ ذهب وفضہ کے اندر علت ربوٰ ثمنیت ہے اور اشیاء اربعہ کے اندر مطعوم ہونا علت ربوٰ ہے لیکن بشرطیکہ عوضین ایک جنس سے ہوں اور علامہ عینیؒ نے یہی قول امام احمد کا بھی نقل کیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک علت ربوٰ قدر مع الجنس ہے یعنی کہ عوضین مکیلات یا موزونات کے قبیل سے ہوں اور دونوں کی جنس بھی ایک ہی ہو۔ (ہدایہ قدیم نسخہ ص ۶۱ ج ۳/ التعلیق ص ۳۰۵ ج ۳)۔

(ج) حیوان کو حیوان کے عوض بیچنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ نہ کیلی ہے نہ وزنی

حدیث شریف کے اندر حیوان کے عوض حیوان کی بیع کرنے سے مطلقًا منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ نسیۂ اور ادھار کے طور پر حیوان کی بیع حیوان کے عوض ممنوع ہے کیونکہ علت ربوٰ کے دونوں اجزاء اگرچہ موجود نہیں ہیں لیکن کم از کم ایک جزو یعنی

Scanned by CamScanner

جنسیت تو موجود ہے اور اگر ایک جز وموجود ہوتو تفاضل جائز ہو جاتا ہے لیکن نسأ (ادھار بیع کرنا) پھر بھی حرام رہتا ہے۔ واِذا وجد احدھما وعدم الاٰخر حل التّفاضل وحرم النّسَاء (ھدایه قدیم نسخه ص ۶۳ ج/۳) والمراد بالنھی فی الحدیثِ ما اِذا کان احد ھما نسئیةً (مرقاۃ ص ۶۲ ج ٦)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۹

(۹۸) سوال: ۔عَن جَابِرٍؓ اَنَّه كَانَ يَسِيرُ عَلٰى جَمَلٍ لَه قَدْ اَعْيىٰ فَمَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَضَرَبَه فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهٗ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَه اِلٰى اَهْلِیْ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهٗ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِیْ ثَمَنَه۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں (ب) دابہّ کی بیع کے وقت اگر بائع اس پرسواری کی شرط لگائے تو اس سلسلے میں علماء کرام کا کیا مذہب ہے تحریر کریں (ج) اس حدیث سے دابہّ کی بیع کے وقت سواری کی شرط کا جواز معلوم ہوتا ہے آپ اسکی معقول ومدلل توجیہ کریں۔

جواب: ۔(الف) **ترجمہ**: حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ (ایک سفر کے دوران جبکہ وہ مدینہ آرہے تھے) وہ اپنے اونٹ پر چل رہے تھے جو کہ (چلتے چلتے اتنا) تھک چکا تھا (کہ آگے چلنے سے معذور تھا) چنانچہ حضرت جابرؓ کے قریب سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم گزرے تو (یہ صورت حال دیکھکر) آپؐ نے ان کے اونٹ کو (اس لکڑی یا چابک سے جو کہ آپکے دست اقدس میں تھا) مارا، پس (آپ کے ہاتھوں کی برکت کیوجہ سے) اتنی تیزی سے چلنے لگا کہ پہلے اتنی تیز رفتاری سے نہیں چلا تھا پھر آپؐ نے (حضرت جابرؓ سے) فرمایا کہ تم اس کو مجھ سے ایک اوقیہ کے عوض بیچ دو (اوقیہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ (۱۲۲٫۴۷ گرام چاندی کے بقدر ہوتا ہے)۔ تو حضرت جابرؓ نے کہا پس میں نے بیچ دیا (لیکن) میں اپنے گھر تک پہونچنے

کیلئے اسکی سواری کا استثناء کرتا ہوں پھر جب میں مدینہ آیا تو آپؐ کے پاس اونٹ لے کر آیا، اور آپؐ نے مجھے قیمت ادا فرمادی۔

(ب) بیع دابہّ کے وقت حُملان کی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں اختلاف ائمہ کرام؟

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ تنہا یہ فرماتے ہیں کہ بیع دلبہّ کے وقت سواری کا استثناء جائز ہے خواہ گھر کی مسافت طویل ہو یا قریب ہو۔

اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر گھر کی مسافت قریب ہے تو استثناء کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وامام شافعی رحمھما اللہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً یہ شرط لگانا جائز ہی نہیں ہے (مرقاہ ص ۹۶ ج/٦)

(ج) حدیث شریف سے حملان کی استثناء کا جواز معلوم ہوتا ہے معقول ومدلل توجیہ

حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی توجیہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام حضرت جابرؓ کی مدد کرنا چاہتے تھے جسکے لئے بیع جمل کے طریقے کو اختیار فرمایا ورنہ مقصود اصلی بیع کرنا نہیں تھا۔ انما اراد ان ینفعه بشیئ فاتخذ بیعه الجمل ذریعة الی ذالک۔

دلیل: ۔اس توجیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے اوقیہ دیتے ہوئے فرمایا تھا ۔ماکنت لاٰخُذَ جملک فخذ جملک (مرقاۃ ص ۹۵ ج/٦)

اسکی دوسری توجیہات بھی منقول ہیں (۱) یہ حکم خاص طور پر حضرت جابرؓ کیلئے تھا (۲) یہ شرط وجود بیع کے بعد لگائی گئی تھی اور حدیث کے اندر اس شرط سے ممانعت آئی ہے جو صلب عقد (نفس عقد) میں ہو (مرقاۃ ص ۹۶/۹۵ ج/٦)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص۲۶۲

(۹۹)سوال:۔عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلیٰ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عليه وسلّم فَسَأَلَهٗ عَنْ اللُّقْطَةِ فَقَالَ اَعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَ هَا ثُمَّ عَرِّ فْهَا سَنَةً فَأَنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمَ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْلِأَخِيْكَ اَوْلِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَائُهَا وَحِذَاءُ هَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَا هَا رَبُّهَا۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب)حدیث کا مطلب لکھتے ہوئے لقطہ کا حکم اور مدت تعریف میں ائمہ کرام کا اختلاف واضح کیجئے اور بتلائے کہ ضالۃ الابل کا اب بھی یہی حکم ہے (ج) عفاص،وکاء،سقاء،اور حذاء کے معنی بتایئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت زید بن خالد کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا،پس اس نے آپؐ سے لقطے کے (حکم کے)بارےمیں سوال کیا (پوچھا)تو آپؐ نے فرمایا کہ (پہلے تو)اسکا ظرف پہچان لو(یعنی کہ اگر کسی کپڑے یا چمڑے وغیرہ کے تھلیے میں ہے)اور اسکا سر بند(جس سے ظرف کا منہ بندھا ہو)بھی پہچان لو پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرو پس اگر اسکا مالک آجائے (تو وہ چیز اسکے حوالے کردو)ورنہ پھر اسکو اپنے استعمال میں لے آؤ اس شخص نے کہا پھر گمشدہ بکری (کو کیا کرے اگر پائے) آپؐ نے فرمایا وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی، یا بھیڑیئے کیلئے ہے (پھر)اس نے پوچھا کہ گمشدہ اونٹ (کے بارےمیں کیا حکم ہے)تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب (یعنی اسکو نہ پکڑو،وہ ضائع ہونے والا جانور نہیں ہے) جبکہ اسکی مشک اور موزے اسکے ساتھ ہیں (کہ جب تک اس کا مالک نہ پہو۔نچے) پانی (کے گھاٹ)پرآسکتا ہے اور درخت (کے پتے) کھا سکتا ہے۔

(ب)حدیث شریف کا مطلب:۔اس حدیث کے اندر ایک شخص کے

آپؐ سے لقطہ کے اہم اہم مسائل دریافت کرنے کا تذکرہ ہے۔چنانچہ آپ علیہ السلام نے پہلا طریقہ تو یہ بتلایا کہ پڑی ہوئی چیز ملنے کے بعد اسکے ظرف اور سر بند (بندھن) کو اچھی طرح پہچان لے تاکہ اگر کوئی اسکی ملکیت کا دعویٰ بھی کرے تو اس سے علامت ونشانی طلب کرسکے،پھر عرف وعادت کے مطابق ایک مدت معین تک اس کی تشہیر اور اسکا اعلان کراتا رہے پھر اگر مالِ ملقوطہ کا مالک آجائے تو ثبوت وعلامات فراہم کرکے اسکا مال اسکے حوالے کردے اور اگر مالک کا سُراغ نہ لگ سکے تو ملتقط (پڑی ہوئی چیز کے اٹھانے والے) کو اختیار ہے کہ اگر خود ضرورت مند ہے تو اپنے استعمال میں لے آئے ورنہ پھر کسی محتاج پر صدقہ کردے اور اگر مال ملقوط (گرا،پڑا اٹھایا ہوا مال) جانور کے قبیل سے ہے پس اگر اسکے ضائع ہوجانے وغیرہ کا اندیشہ ہو تو اسکو پکڑ لے تاآنکہ اس کا مالک آجائے کیونکہ اگر خود نہیں پکڑا بلکہ کسی غیر نے پکڑلیا اور اسکو ہضم کرگیا،یا بھیڑیئے نے پکڑ کر اسکو ہلاک کردیا،تو یہ شخص اپنے ایک بھائی کے مال کی ہلاکت کا سبب بن گیا لہٰذا ایسے وقت میں التقاط (لقطہ بنا کر اٹھالینا) ضروری ہے ہاں اگر ایسا جانور ہے کہ جسکے ضائع ہونے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس کو لقطہ بنانے اور چھیڑ چھاڑ کرنیکی ضرورت نہیں ہے (المستفاد من المرقاۃ ص ۲۱۹،۲۲۰ ج/۶)

لقطہ کا حکم ؟:۔لقطہ کے حکم کے بارےمیں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

چنانچہ بعض متقدمین نے کہا ہے کہ مال ملقوط کو اٹھانا تو حلال ہے لیکن ترک (نہ اٹھانا) افضل ہے،تاکہ مالک اسی گری ہوئی جگہ سے آکر اٹھالے۔

لیکن احناف وعام فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اٹھا لینا بمقابل چھوڑ دینے کے افضل ہے۔اور بدائع الصنائع میں اسطرح منقول ہے کہ اگر اس مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اٹھانا افضل ہے،ورنہ پھر مباح ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مالک کیلئے اٹھائے اور اگر مالک کو نہ دینے کا ارادہ ہو تو اٹھانا حرام ہے (بذل المجہود ص۶۶ ج/۳)

مدت تعریف میں اختلاف ائمہ:۔حضرت امام شافعی امام احمد امام مالک

Scanned by CamScanner

رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ تعریف وتشہیر کی مدت فقط ایک سال ہے۔

لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تعریف وتشہیر کیلئے کوئی مدت متعین نہیں ہے بلکہ عرف وعادت اور رائے مبتلی بہ (جس کو مال ملقوط ملا ہے) پر موقوف ہے کہ جتنی مدت تک اسکو گمان ہو کہ مالک مل سکتا ہے اتنی مدت تشہیر کرے۔والصحیح انّ شیئاً من هذه التّقادیر لیس بلازم وان تفویض التقدیر الی رأی الآخذ (مرقاۃ ص ۲۱۹ ج/۶)

کیا ضالۃ الابل کا اب بھی یہی حکم ہے؟

علامہ ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ فی زماننا ھذا اونٹ کو پکڑنے میں ہی اسکی حفاظت اور بچاؤ ہے اور اسی میں اسکی زندگی ہے لہٰذا اونٹ کو اس زمانے میں لقطہ بنانا اولیٰ اور افضل ہے واما فی زماننا فلا امن ففی اخذ ھا احیاء وحفظها علی صاحبها،فهو اولیٰ (مرقاۃ ص ۲۲۱ ج/۶)

(ج) عفاص، وکاء، سقاء اور حذاء کے معنی:۔

العفاص:۔العفاص الوعاء الذی فیه النفقة جلد اکان اوخرقة (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۶۲) یعنی وہ ظرف وتھیلہ جس میں کھانے پینے کی چیز رکھی جائے خواہ وہ ظرف چمڑے کا ہو یا کپڑے کا۔

الوکاء:۔وهو الخیط الذی تشدبه الصّرة والکیس (مرقاۃ ص ۲۱۸ ج/۶) یعنی وہ دھاگا جس سے بٹوے اور تھیلے وغیرہ کا منہ باندھا جاتا ہے۔

السّقاء:۔هی القربة والمراد بها بطنها (مشکوٰۃ شریف بین السطور ص ۲۶۲) یعنی سقاء مشکیزے کو کہتے ہیں لیکن یہاں پر اونٹ کا پیٹ مراد ہے کیونکہ جب پانی پینے کیلئے اونٹ جاتا ہے تو کافی مقدار میں پیٹ کے اندر پانی جمع کرلیتا ہے۔تو گویا کہ اس کا پیٹ مشکیزہ ہے۔

الحذاء:۔ای خفها اوخفافها ای انها تقوی علی المشی وقطع الارض (مرقاۃ ص ۲۲۰ ج/۶) (بین السطور مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۲)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳

(۱۰۰) سوال:۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رسولُ الله صلّی الله علیه وسلّم اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِیَ فَهُوَ لِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے نیز خط کشیدہ عبارت کا مطلب لکھئے (ب) حدیث میں رجل (جس کے معنیٰ ذکر ہی کے ہیں) کے بعد ذکرؔ کے لفظ کی کیا ضرورت تھی اور یہاں اولیٰ کے کیا معنیٰ ہیں بیان کیجئے (ج) عصبہ کی تعریف اور عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ کی تعریف مع مثال لکھئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میراث کے حصے (جو قرآن میں متعین کردیئے گئے ہیں) حصے داروں کو پہونچادو، پھر جو کچھ بچ جائے تو وہ (میت کے) اس مرد وارث (عصبہ) کا حق ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی اور عزیز ہو۔

خط کشیدہ عبارت کا مطلب:۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو حصے کتاب اللہ کے اندر میت کے ترکے میں سے متعین کئے گئے ہیں وہ ذوی الفروض (جنکا حصہ کتاب وسنت میں بیان کیا گیا ہے) کو پورے کے پورے دیئے جائیں اور انکا حق تلف نہ کیا جائے۔(مرقاۃ ص ۲۱۹ ج/۶)

(ب) رجل کے بعد ذکر کیوں؟

حدیث شریف کے اندر لفظ رجل کے بعد لفظ ذکر کو یا تو تاکیداً لائے ہیں (۲) یا رجل کے بعد ذکر لاکر خنثیٰ سے احتراز مقصود ہے یا پھر (۳) رجل کے بعد ذکر کو اس لئے لائے تاکہ سبب عصوبت (عصبہ بننے کے سبب) کی طرف اشارہ ہوجائے ذَکَرٌ تاکید اواحتراز من الخنثیٰ اواشارة الی سبب العصوبة والترجیح (مرقاۃ ص ۲۲۹ ج ۶ حاشیه المشکوۃ ص ۲۶۳)

اولیٰ کے کیا معنیٰ ہیں:۔یہاں پر اولیٰ سے اقرب مراد ہے جو ولیٰ بمعنیٰ

Scanned by CamScanner

قرب سے مشتق ہے۔ المراد بالاولیٰ الاقرب ماخوذ من الولی وھو القرب (مرقاۃ ص ۲۲۹ ج/۶)

(ج) عصبہ کی تعریف، اور عصبہ بنفسہ، وبغیرہ ومع غیرہ کی تعریف مع مثال

عصبہ (۱) عصبہ ہر وہ شخص ہے جو اصحاب الفرائض کے حصہ لینے کے بعد مال متروکہ کا مستحق ہو (۲) یا ہر وہ شخص ہے جو تنہا (اصحاب فرائض کی عدم موجودگی میں) ہونے کی صورت میں پورے مال کا حقدار ہو جائے۔ والعصبۃ کلّ من یأخذ ماابقتہ اصحاب الفرائض وعند الا نفراد یحرز جمیع المال (سراجی ص ۵)

عصبہ بنفسہ مع مثال:۔ عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جسکی میت کیطرف نسبت کرنے میں کسی مؤنث کا واسطہ نہ ہو مثال۔ جیسے میت کا بیٹا۔ میت کا باپ، میت کا بھائی، میت کا چچا، العصبۃ بنفسہ فکل ذکر لا تدخل فی نسبتہٖ الی المیت انثیٰ (مثلا) جزء المیت (ای ابنہ) واصلہٗ (الاب والجد) وجزء ابیہ (ای الاخ) وجزء جدہ (ای العم) (سراجی ص ۲۱/۲۲)

عصبہ بغیرہ مع مثال:۔ عصبہ بغیرہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائیں یصرن عصبۃ باخوتھن (سراجی ص ۲۳)

مثال:۔ جیسے صلبی بیٹی صلبی بیٹے کے ساتھ ملکر عصبہ بن جاتی ہے، فتعصب البنت الصلبیۃ ابن المیت (حاشیہ سراجی ص ۲۳)

عصبہ مع غیرہ مع مثال:۔ عصبہ مع غیرہ ہر وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ ملکر عصبہ بن جائے۔ (مثال) جیسے بہن لڑکیوں اور پوتیوں کے ساتھ ملکر عصبہ بن جاتی ہے۔ العصبۃ مع غیرہ فکل انثیٰ تصیر عصبۃ

مع انثیٰ اخریٰ کالاخت مع البنت (سراجی ص ۲۳)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷

(۱۰۱) سوال:۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رسولُ الله صلّی الله علیه وسلّم اَلشُّوْمُ فِیْ الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اسکے بعد اس طرح تشریح کیجئے کہ اس حدیث پاک کا لاعدوی ولا طیرۃ والی حدیث سے بظاہر جو تعارض سمجھ میں آرہا ہے وہ ختم ہو جائے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "عورت گھر اور گھوڑے میں نحوست ہوتی ہے"۔

(ب) تشریح حدیث شریف:۔ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض والمحال اگر فی نفسہ کسی شئ میں نحوست وبد فالی ہوتی تو ان اشیاء ثلثہ عورت، اور گھر، اور گھوڑے میں ہوتی جبکہ نہ ان اشیاء ثلثہ میں بالذّات اور اپنی طبیعت کے اعتبار سے نحوست وبد فالی ہے، نہ ہی دیگر تمام اشیاء میں بلکہ ہر چیز کے اندر مؤثر حقیقی فقط خدائے پاک کی ذات ہے اور تمام امور اُسی کی مشیت اور اسکے فیصلے ہی سے ہوا کرتے ہیں۔ اس تشریح کے بعد آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حدیث پاک لاعدوی ولا طیرہ سے حدیث باب کا کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث فرض وتقدیر پر مبنی ہے اور لاعدوی والی حدیث میں نحوست وبد فالی کے وہم جاہلاں اور غیر مؤثّر بالذّات ہونے کیطرف اشارہ کیا گیا ہے تو گویا کہ دونوں ہی میں نحوست وبد فالی کو غیر مؤثر قرار دیا گیا ہے۔ (مرقاۃ ص ۲۶۹ ج/۶)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸

(۱۰۲) سوال:۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلّی الله علیه وسلَم فَقَالَ اِنِّی تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ

Scanned by CamScanner

اِلَيْهَا فَاِنَّ فِىْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں مع اختلاف ائمہ تحریر کیجئے۔ نیز یہ بتلایئے کے دیکھنے کے کیا حدود ہیں (ج) فان فی اعین الانصار شیئاً میں شی سے کیا مراد ہے اور کیا یہ غیبت کے حکم میں نہیں ہے اور کیوں؟

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ (یا رسول اللہ) میں ایک انصاریہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں (تو) آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر اُسے (پہلے) دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (چھوٹا پن یا نیلا پن) ہوتا ہے۔

(ب) مخطوبہ کو دیکھنا:۔ حضرت امام اعظم امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مخطوبہ (جس عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ ہو) کو دیکھنا جائز ہے۔

اور حضرت امام مالکؒ سے دو قول منقول ہیں (۱) اگر مخطوبہ کی اجازت ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے ورنہ نہیں (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مخطوبہ کو دیکھنا مطلقاً ممنوع ہے (مرقاۃ ص ۲۷۶ ج ۶)

دیکھنے کے حدود:۔ مخطوبہ کے فقط وجہ اور کفین کو دیکھ سکتے ہیں۔ وانما يباح له النظر الى وجهها وكفيها فحسب (مرقاۃ ص ۲۷۶ ج ۶)

(ج) فان فی اعین الانصار شیئاً سے کیا مراد ہے:۔ حدیث شریف کے اندر شیئاً سے آنکھوں کا چھوٹا پن یا نیلا پن مراد ہے۔ المراد بقوله شيئاً صغرة اوزرقة (مرقاۃ ص ۲۷۶ ج ۶)

کیا یہ غیبت کے حکم میں نہیں ہے اور کیوں؟

آپ علیہ السلام کا یہ فرمان غیبت نہیں بلکہ عین نصیحت اور خیر خواہی ہے کیونکہ آپؐ امت کے ہر ہر فرد کیلئے بمنزلہ باپ کے ہیں اور باپ اپنی اولاد کی بدخواہی کبھی نہیں کرسکتا، حدیث شریف میں ہے۔ انما انا لكم مثل الوالد اوكما

قال (ابوداؤد شریف)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹

(۱۰۳) **سوال**:۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمَيْمُوْنَةُ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا کیسا ہے۔ (ج) اس حدیث کا قول عائشہؓ انظر الى الحبشة وهم يلعبون الخ سے بظاہر تعارض ہو رہا ہے، آپ اسکو دفع کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتومؓ (نابینا صحابی) آگئے تو آپ نے (ابن ام مکتوم کو دیکھکر) فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرلو (چھپ جاؤ) (حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ) میں نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں جو ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔

(ب) عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا

اصح قول یہ ہے کہ عورتیں مردوں کو بلا نظر شہوت دیکھ سکتی ہیں لیکن فقط ناف کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے۔ (مرقاۃ ص ۲۸۵ ج ۶)

(ج) **دفع تعارض**:۔ (۱) حدیث عائشہ اور حدیث ام سلمہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث ام سلمہ ورع اور تقوے پر محمول ہے اور حدیث عائشہ جواز پر محمول ہے وهذ الحديث محمول على الورع والتقوى۔

Scanned by CamScanner

(۲) بعض لوگوں نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ حضرت عائشہ کا واقعہ حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے کا ہے لیکن یہ جواب علامہ سیوطی کے قول "وذالک بعد الحجاب" سے بالکل کمزور ہو جاتا ہے، واللہ اعلم (مرقاۃ ص ۲۸۵ ج/۶)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰

(۱۰۴) سوال:۔ عَنْ اَبی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتیّٰ تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ وَکَیْفَ اِذْ نُهَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) ایّم اور بِکر کے معنیٰ لکھکر دونوں کے فرق کو بھی واضح کیجئے اور تستامر و تستأذن کے فرق کو واضح کیجئے۔ (ج) عورت کی اجازت کے بغیر اس کا ولی نکاح کردے تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور ولایت اجبار کا تعلق کس وصف سے ہے۔ اسمیں فقط اپنا مذہب مدلل لکھئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بیوہ (بالغہ عورت) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اسکا حکم حاصل نہ کرلیا جائے اور (اسی طرح) کنواری (بالغہ عورت) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اسکی اجازت حاصل نہ کرلی جائے (یہ سنکر) صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ کنواری عورت کی اجازت کس طرح حاصل ہوگی (کیونکہ کنواری شرم کرے گی) آپؐ نے ارشاد فرمایا اسطرح کہ وہ چپکی رہے۔

(ب) ایم اور بکر کے معنی اور دونوں میں فرق:۔ ایّم۔ وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو، خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ (یعنی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا ہو یا ابھی بے شادی شدہ ہو) الأیم امراۃ لازوج لها صغیرة اوکبیرة۔

البکر:۔ بالغہ کنواری عورت۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایم عام ہے خواہ ابھی شادی نہ ہونے کی وجہ سے بلاشوہر کی ہو یا شوہر کا انتقال ہوگیا ہو۔ اور بکر خاص ہے یعنی وہ عورت جسکی ابھی شادی ہی نہ ہوئی ہو (جسکی وجہ سے بلاشوہر کی ہو)

تستامر و تستاذن کے درمیان فرق:۔ تستامر۔ استیمار سے ماخوذ ہے جسکے معنیٰ طلب حکم کے ہیں اور، تستاذن۔ استیذان سے ماخوذ ہے جسکے معنیٰ طلب اجازت کے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تستامر کے اندر نطق (بولنا) لازم وضروری ہے اور استیذان میں نطق (بولنا ضروری نہیں ہے بلکہ استیذان کیلئے اشارہ بھی کافی ہے (المفہوم من المرقاۃ ص ۲۹۱ ج/۶)۔

(ج) نکاح ولی بلا اجازت درست ہے یا نہیں؟

اگر ولی نے باکرہ بالغہ کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر کردیا تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح (ہدایہ ص ۲۸۲ قدیم ج/۲)

ولایت اجبار کا تعلق کس وصف سے ہے مدلّل

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ولایت اجبار کا تعلق صغر کے ساتھ ہے مدار اجبار الولی عند ابی حنیفة علی الصغر (مرقاۃ ص ۲۹۱ ج/۶)

دلیل:۔ عن ابن عباس ان جاریةً بکراً اتت النبیؐ فذکر انّ اباها زوّجها وهی کارهة فخیّرها النّبیؐ (ابوداؤد) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ولایت اجبار کا تعلق وصف بکر کیساتھ نہیں ہے بلکہ وصف صغر کے ساتھ۔ ورنہ آپؐ اس جاریہ (لڑکی) کو اختیار نہ دیتے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۱

(۱۰۵) سوال:۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ الله صلّی الله علیه وسلّم نَهیٰ عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ اَنْ یُزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلیٰ اَنْ یُزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهٗ وَلَیْسَ بَیْنَهُمَا صُدَاقٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نکاح شغار کے جواز وعدم جواز

Scanned by CamScanner

کے بارہمیں ائمہ کرام کا مذہب بیان کیجئے (ج) اگر یہ حدیث احناف کے خلاف ہوتو اسکا جواب بھی تحریر کیجئے۔

جواب:۔ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (نکاح) شغار سے منع فرمایا ہے، اور (نکاح) شغار (کی تعریف) یہ ہے کہ ایک شخص (زید) اپنی لڑکی کی شادی دوسرے شخص (عمرو) سے اس شرط پر کرے کہ وہ (عمرو) اپنی لڑکی کی شادی (بھی) اس (زید) سے کردے اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر (متعین) نہ ہو (یعنی کہ ہر ایک کا بضعہ دوسرے کیلئے مہر بنادیا جائے)

(ب) نکاح شغار کا جواز وعدم جواز؟

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک نکاح شغار باطل ہے۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح شغار کے ذریعے ہونے والا عقد صحیح ہوجائے گا۔ البتہ مہر کی تعیین نہ ہونیکی وجہ سے مہر مثل لازم ہوگی۔ واذا زوّج الرجّل بنته علیٰ ان یزّوجه المتزوج بنته او اخته ..... فالعقدان جائزان وقال الشافعي بطل العقد۔ (ہدایہ قدیم نسخہ ص ۲۹۷ ج ۲)

(ج) حدیث شریف کا جواب:۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں عقد کو مہر سے خالی کر کے بضعہ ہی کو مہر بنانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور ہم بھی اس ممانعت کے قائل ہیں البتہ ہم نے جو اس نکاح کو جائز قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسکو ایسے نکاح کے درجے میں رکھا ہے جو مہر کی تعیین کے بغیر منعقد ہوئی ہو۔ والجواب ان متعلق النّهی والنفی مُسمی یُسمی الشغار وماخوذ فی مفهو مه خلوه من الصداق (مرقاۃ ص ۳۰۵ ج ۶)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۲

(۱۰۶) سوال:۔ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ الله صلَّی الله علیه وسلّم نَهٰی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَ نْسِیَّةِ.

(الف) نکاح متعہ کی تعریف کیجئے (ب) نکاح متعہ کے سلسلے میں اہلسنت والجماعت کا مسلک مدلّل لکھتے ہوئے بتلایئے کہ نکاح متعہ کا قائل کون سا فرقہ ہے اور اسکا مستدل کیا ہے، اور کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی طرف جواز متعہ کا قول منسوب کیا گیا ہے (ج) تحریم متعہ کے بارہمیں مختلف روایات ہیں آپ ان میں تطبیق دیتے ہوئے مخالف جماعت کی دلیل کا جواب لکھئے۔

جواب:۔ (الف) نکاح متعہ کی تعریف:۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنا مال دیکر اتنی مدت تک فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ وهوان یقول لأمرأة اَتمتَّعُ بکِ کذا مدةً بکذا من المال (ہدایہ قدیم ص ۲۸۱ ج ۲)

(ب) نکاح متعہ کے بارہمیں اہلسنت والجماعت کا مسلک مدلّل

اہلسنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نکاح متعہ باطل اور حرام ہے و نکاح المتعة باطل (ہدایہ قدیم ص ۲۸۱ ج ۲)

دلیل:۔ (۱) والذین هم لفروجهم حافظون الاّ علیٰ ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فأولئک هم العادون (سورہ نور) ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حلت فروج کے فقط دو طریقے ہیں (۱) نکاح (۲) ملک یمین اور بقیہ تمام طریقے (اسی میں متعہ بھی شامل ہے) حرام ہیں (۲) نهیٰ عن متعه النساء یو خیبر۔

قائلین جواز متعہ کون لوگ ہیں:۔ اہل سنت والجماعت کے یہاں بالاتفاق متعہ حرام ہے لیکن شیعوں میں سے روافض جواز متعہ، بلکہ برکت متعہ کے بھی قائل ہیں لا خلاف فیه بین الائمة وعلماء الأمصار الآ طائفة من الشیعة (حاشیہ ہدایہ قدیم ص ۲۸۱ ج ۲ مرقاۃ ص ۳۰۷ ج ۶)

دلیل:۔ انکی دلیل قرآن پاک کی ایک آیت ہے۔ فما استمتعتم به منهن فاتو هنّ اجورهنّ ۔ اسطرح کہ آیت شریفہ کے اندر لفظ استمتعتم

Scanned by CamScanner

سے متعہ اور اجورھن سے اسکی اجرت کو ثابت کرتے ہیں۔

کیا ائمہ اربعہ میں سے بھی کسی کی طرف جواز متعہ کا قول منسوب ہے؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صاحب ہدایہ نے سہوًا جواز متعہ کی نسبت کردی ہے لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ کتب مالکیہ میں کہیں بھی اسکا جواز ثابت نہیں ہورہا ہے، علاوہ ازیں حضرت امام مالکؒ نے موطا مالک کے اندر حضرت علیؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے جبکہ انکی عادت شریفہ ہے کہ فقط انہی حدیثوں کی روایت کرتے ہیں جو اُن کے مذہب کے موافق ہیں اور جن پر وہ عمل کرتے ہیں (بحوالہ مذکورہ بالا) وعادتہ ان لا یروی حدیثا فی المؤطا الّا وھو یذھب الیه ویعمل به (حاشیہ ۷ ہدایہ قدیم ص ۲۸۱ ج ۲)

(ج) تحریم متعہ کی مختلف روایات میں تطبیق

تحریم متعہ کے سلسلے میں دو طرح کی روایات ہیں۔ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی انہٗ حرّ مھا یوم الفتح۔

ایک دوسری روایت جو صحیحین میں مذکور ہے اس سے معلو ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت خیبر کے موقعے پر ہوئی انہٗ حرّ مھا یوم خیبر۔

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ نسخ متعہ دو بار ہوا ہے (۱) خیبر کے موقع پر (۲) پھر آپؐ نے فتح مکہ کے موقعے پر فقط تین یوم کی اجازت عطاء فرمائی تھی اسکے بعد حرمت مؤبدہ کردی گئی (مرقاة ص ۳۰۷ ج ۶)

مخالفت جماعت (رافضی شیعہ) کی دلیل کا جواب

صاحب بدائع نے اسکا جواب دیا ہے، کہ آیت کے ماقبل و مابعد میں نکاح کا ذکر ہے لہٰذا استمتعتم سے استمتاع بالنکاح مراد ہے جنانچہ اس آیت سے قبل محرمات کو ذکر کر کے پھر بصورت نکاح ماسواء (محرمات کے ماسواء) کو حلال بتایا گیا ہے۔ واحل لکم ما وراء ذالکم، اور رہی بات لفظ اجر کی۔ تو اسکا استعمال مہر

کے معنی کیلئے بھی ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے قول۔ فانکحوھن باذن اھلھنّ واٰتوھن اجورھن۔ میں لفظ اجور سے مہر ہی مراد ہے۔

مشکوٰة شریف ص ۲۷۳

(۱۰۷) سوال:۔ عن اُمّ الفَضلِ قَالَتْ اِنَّ نَبِیَّ الله صَلَّی اللهُ علیه وسلّم قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضعَةُ اَوِالرَّضعَتَانِ وَفِی رِوَایَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ اَوِالْمَصَّتَانِ وَفِی اُخرٰی لِاُمِ الفَضلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاَمْلَاجَةُ وَلَاالْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهِ رِوَایَاتٌ لِمُسْلِمٍ۔

الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے ائمہ اربعہ کتنی بار دودھ پینے کی شرط لگاتے ہیں (ج) یہ حدیث کس کا مستدل ہے اگر آپ کے مسلک کے خلاف ہو تو اپنا مستدل پیش کرتے ہوئے اس حدیث کا جواب لکھئے۔

جواب:۔ **ترجمہ**: حضرت امّ فضل کہتی ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینا حرام نہیں کرتا (نکاح کیلئے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی) اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''ایک بار یا دو بار چوسنا (نکاح کو) حرام نہیں کرتا اور ام فضل کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایکبار اور دو بار چھاتی کو (منہ میں) داخل کرنا حرام نہیں کرتا یہ تمام روایتیں امام مسلمؒ نے نقل کی ہیں۔

(ب) ثبوت رضاعت کیلئے کتنی بار دودھ پینا شرط ہے

حضرت امام شافعیؒ اسحاقؒ بن راھویہ کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت ہونے کیلئے پانچ گھونٹ پینا شرط ہے اس سے کم میں رضاعت کی حرمت ثابت نہ ہوگی یہی ایک قول امام احمدؒ کا بھی ہے۔

لیکن امام اعظمؒ اور امام مالکؒ بلکہ جمہور فقہاء اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ

Scanned by CamScanner

حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے ایک گھونٹ بھی کافی ہے قلیل الرضاع وکثیرہٗ سواء اِذا حصل فی مدّة الرضاع یتعلقُ به التحریم وقال الشافعی لایثبت التحریم الّا بخمس رضعاتٍ (هدایه قدیم نسخه ص ۳۲۰ ج/۲) (مرقاة ص ۳۲۴ ج/۶)

داوٗد ظاہری اورابوثور وغیرہ کے نزدیک ثبوت رضاعت کیلئے تین گھونٹ پینا شرط ہے (مرقاة ص۳۲۴ ج/۶)

(ج) یہ حدیث کس کا مستدل ہے

یہ حدیث پاک داوٗد ظاہری وغیرہ کا مستدل ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی مستدل بن سکتی ہے اس طرح کہ اس حدیث کے مطابق حرمت رضاعت کا حکم ایک گھونٹ سے زیادہ پینے پر ثابت ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا مستدل:۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل قرآن پاک کی آیت وامّھاتکم اللاّتی ارضعنکم ۔ ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا یہ قول عام ہے خواہ ایک گھونٹ پیا ہو یا اس سے کم یا زیادہ۔

حدیث شریف کا جواب:۔ (۱) اس حدیث اور اسطرح کی دیگر تمام احادیث کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام احادیث جو خاص مقدار پر دلالت کرتی ہیں وہ اخبار احاد کے قبیل سے ہیں اور خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کی جاسکتی (مرقاة ص۳۲۴ ج/۶)۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا جیسا کہ ابن عباسؓ کا فرمان ہے وکان ذالک ثم نُسخ وکما فی الھدایه ومارواه مردود بالکتاب اومنسوخ به (ہدایہ قدیم ص۳۲۰ ج/۲)

مشکوٰة شریف ص ۲۷۵

(۱۰۸) سوال:۔ فَاَصَبْنَا سَبْیاًمِنْ سَبْیِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَیْنَا

النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَیْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلی الله علیه وسلّم بَیْنَ اَظْهُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ مَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَةٍ کَائِنَةٍ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَهِیَ کَائِنَةٌ۔

(الف) ترجمہ کریں (ب) ماعلیکم ان لاتفعلوا کی تشریح کریں (ج) عزل کا حکم بیان کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: (حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں) اور عرب قوم میں سے کچھ لونڈی غلام ہمارے ہاتھ آئے پس ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور مجرد (بغیر بیوی کے رہنا) رہنا ہمارے لئے سخت مشکل ہو گیا۔ اور (حمل ٹھر جانے کے خوف سے) ہم نے عزل کرنا چاہا لہٰذ عزل کرنیکا ارادہ کرلیا، اور ہم نے کہا (سوچا) کہ ہم عزل کریں جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آپؐ سے پوچھنے سے پہلے، چنانچہ ہم نے آپؐ سے اس (عزل) کے باریمیں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ "تم عزل کرو تو (اسمیں) تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے (کیونکہ) قیامت تک جو رُوح (جان) پیدا ہونے والی ہے پیدا ہو کر رہیگی۔

(ب) **ماعلیکم ان لاتفعلوا کی تشریح**:۔ اس جملے کی تشریح سے پہلے اتنی بات ذہن میں رہے کہ ان کو بکسر الہمزہ اور بفتح الہمزہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور لا زائدہ اور برائے نفی بھی ہوسکتا ہے۔

اِنْ بکسر الہمزہ کیصورت میں اس کی تشریح یوں کی جائے گی کہ اگر تم عزل نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ جس نفس کے باریمیں منجانب اللہ دنیا میں آنا مقدر ہو چکا ہے وہ پیدا ہو کر رہیگا لہٰذ عزل کرنے سے تمہارا مقصود حاصل نہ ہوگا۔

اور اگر لاء زائدہ ہے۔ تو مطلب ہوگا کہ اگر تم عزل کرلو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے یعنی کہ تم کو عزل کرنیکی اجازت ہے۔

اور ان بالفتح ولاء نفی کیصورت میں مطلب ہوگا کہ تم پر لازم ہے کہ عزل نہ کرو البتہ اس صورت میں ماعلیکم کا ما بمعنی لا ہو کر سائل کے سوال کی نفی کیلئے ہوگا

Scanned by CamScanner

اور علیکم الخ جملہ مستانفہ ہو جائے گا (کذا فی المرقاۃ ص۳۴۴ ج۶ حاشیہ۷ لمشکوٰۃ ص۲۷۵)

(ج) عزل کا حکم:۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باندی سے عزل کرنا جائز ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا ملک یمین کے طور پر ہو البتہ حرہ کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا درست نہیں ہے (مرقاۃ ص۳۴۴ ج۶)

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ باندی جو ملک یمین کے طور پر ہو اس سے بلا اذن عزل کرنا جائز ہے اور جو باندی بطور نکاح کے ہو اس سے اسکے آقا کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے اور حرہ سے تو بلا اس کی اجازت کے عزل کر ہی نہیں سکتے (مرقاۃ ص۳۴۳ ج۶) یہی امام مالک اور امام احمد کا قول راجح ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۷۶

(۱۰۹) سوال عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذَالِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم ذَالِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ.

(الف) ترجمہ کیجئے (ب) غیلہ اور عزل کی تعریف مع حکم تحریر کیجئے (ج) یہ حدیث حضرت جابر کی حدیث "وکنا نعزل والقرآن ینزل" سے معارض ہے اس تعارض کو دفع کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ ایکبار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت (آپکے پاس) لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی اور آپؐ (ان لوگوں کو مخاطب کرکے) فرمارہے تھے کہ میں نے غیلہ سے روکدینے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن میں نے (ارادے کو ترک کردیا کیونکہ) اہل روم وفارس کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کی

موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں پس (اس کی وجہ سے) انکی اولاد کو کوئی نقصان بھی نہیں پہونچتا۔ پھر ان لوگوں (حاضرین) نے آپؐ سے عزل کے باریمیں پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ (عزل کرنا) تو پوشیدہ طور پر زندہ درگور کردینا ہے اور یہ (ایک بری عادت ہے جو اس آیت کریمہ) واذا الموؤدت سئلت (اور جب زندہ درگور کی گئی لڑکے سے پوچھا جائے گا) کے حکم میں ہے۔

(ب) غیلہ کی تعریف مع حکم:۔ حضرت امام مالکؒ اور اصمعیؒ اور دیگر اہل لغت نے غیلہ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ قال مالک الغیلة ان یمس الرجل امرأته وهي ترضع تابعهُ الاصمعي (مرقاۃ ص۳۴۶ ج/۶) یعنی کہ مرد کا عورت سے بچے کو دودھ پلانے کے زمانے میں جماع کرنا۔

حکم:۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ غیلہ جمہور کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ خود حدیث پاک "فنظرت فی الرّوم وفارس فاذاهم یغیلون فلا یضر اولادهم ذالک شیئا" سے بھی جواز ہی ثابت ہوتا ہے۔

عزل کی تعریف:۔ علامہ نوویؒ نے عزل کی تعریف یوں فرمائی ہے العزل هوان یجامع فاذا قارب الانزال نزع وانزل خارج الفرج (مرقاۃ ص۳۴۲ ج/۶)

یعنی عزل یہ ہے کہ جماع کرتے وقت جب انزال منی کا وقت قریب ہو جائے تو ذکر کو فرج سے باہر کھینچ کر منی کو خارج الفرج ڈالدینا۔

عزل کا حکم:۔ اس کا تفصیلی حکم سابق میں سوال (۱۰۸) کے جزو (ج) کے تحت گزر چکا ہے یہاں بس اتنا سمجھ لیجئے کہ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں "جمہور کے نزدیک عزل کرنا جائز ہے اور بعض حضرات نے مکروہ کہا ہے لیکن جواز کا قول صحیح ہے (مرقاۃ ص۳۴۲ ج/۶) والصحیح الجواز۔

(ج) دفع تعارض:۔ ابھی ابھی آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ عزل کے جواز ہی کا قول صحیح ہے اب تعارض کو اس طرح دفع کریں گے کہ جن روایات میں عزل کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے وہ یا تو منسوخ ہیں یا مبنی بر تہدید (دھمکی) ہیں یا پھر ان میں

Scanned by CamScanner

اولویت کا بیان ہے اور یہی جواب (یعنی بیان اولویت کا) اولیٰ و بہتر ہے۔ ومن جوزہ یقول ھٰذ منسوخ اوتھدید اوبیان الاولی وھو الاولیٰ (مرقاۃ ص۳۴۶۔۳۴۷ج ۶/)۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۷۶

(۱۱۰) سوال:۔ عن عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قَالَ لَھَا فِیْ بَرِیْرَۃَ خُذِیْھَا فَاَعْتِقِیْھَا وَکَانَ زَوْجُھَا عَبْدًا فَخَیَّرَھَا رَسُوْلَ اللہِ صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَھَا وَلَوْکَانَ حُرًّا لَمْ یُخَیِّرْھَا۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) باندی کو خیار عتق ملنے کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف اور ہر فریق کی دلیل وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے (ج) یہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہے تو اسکا جواب بھی لکھئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے بریرہؓ کے متعلق فرمایا (کہ اے عائشہؓ) اسے خرید لو پھر اسکو آزاد کردو، اور بریرہؓ کے شوہر غلام تھے اسی لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان (بریرہؓ) کو اختیار دیا تھا۔ پس انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تھا (چونکہ انکے شوہر مغیث غلام تھے لہٰذ اپنے کو اُن سے علیحدہ کرلیا تھا) اور اگر بریرہ کے خاوند آزاد ہوتے تو آپؐ بریرہؓ کو اختیار نہ دیتے۔

(ب) باندی کو خیار عتق ملنے کے بارےمیں اختلاف علماء مع الدّلیل

وہ باندی جسکو خیار عتق حاصل ہے اگر اسکا شوہر غلام ہے تو بالاتفاق وہ باندی اپنے خیار عتق (آزاد ہونے کا اختیار، چاہے تو آزاد ہوجائے) کو استعمال کرسکتی ہے البتہ اگر خاوند حُر (آزاد) ہے تو اس سلسلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی واحمد اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اگر خاوند آزاد ہے تو پھر

خیار عتق حاصل نہ ہوگا۔

دلیل:۔ ان حضرات کی دلیل یہی حضرت بریرہؓ کا واقعہ ہے کہ انکے خاوند کے غلام ہونے کی وجہ سے آپؐ نے خیار عتق عطاء فرمائی تھی اور اگر خاوند آزاد ہوتے تو پھر خیار نہ دیتے جیسا کہ حدیث میں خود صراحت ہے ولوکان حرًّا لم یخیّرھا۔

حضرت امام ابوحیفہؒ کے نزدیک خاوند اگرچہ آزاد ہو پھر بھی باندی کو خیار عتق ملیگا (مرقاۃ ص۳۵۲ج ۶/)۔

دلیل:۔ انکی دلیل دار قطنی کی ایک روایت ہے جس میں اسطرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ملکتِ بُضعکِ فاختاری۔ یہاں حضورؐ نے بلاتفصیلِ خاوندِ حر وعبد، بریرہ کے ملک بضع کو خیار کیلئے علّت قرار دیا ہے لہٰذ یہ خیار دونوں صورتوں میں ثابت ہوگا خواہ خاوند آزاد ہو یا غلام۔

(ج) __جواب حدیث باب__:۔ اس حدیث کا جواب علاّمہ عینیؒ نے اسطرح دیا ہے کہ لوکان حرّا لم یخیّرھا، یہ عروہؓ کا کلام ہے نہ کہ __حضرت عائشہ کا جیسا کہ خود نسائی شریف ص۸۹ج ۲/،__ میں صراحۃً مذکور ہے قال عروۃ لوکان حراً لم یخیرھا، لھذٰ یہ حدیث خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں عدم خیار عتق کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ اور بریرہؓ نے جو اپنے آپکو اختیار کرلیا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ بریرہؓ خوبصورت تھیں اور حضرت مغیثؓ سیاہ فام تھے (عینی ص۵۷۵ج ۹/)۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۷۷

(۱۱۱) سوال:۔ عنْ جَابِرٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قَالَ مَنْ اَعْطیٰ صُدَاقَ امْرَأَتِہٖ مِلْأَ کَفَّیْہِ سَوِیْقًا اَوْتَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) مہر کی مقدار کے بارےمیں ائمہ کرام کا اختلاف لکھئے اور بتلائے کہ یہ حدیث کس امام کا مستدل ہے (ج) حنفیہ کی دلیل اور انکی جانب سے مذکورہ بالا روایت کا جواب لکھئے۔

Scanned by CamScanner

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں (سے کچھ حصّہ بطورمہر معجّل کے)(مثلاً)دونوں ہتھیلی بھر کر ستّو یا کھجور وغیرہ دیدیا تو اس نے (اپنی عورت کا بضعہ اپنے لئے)حلال کرلیا۔

(ب)مہر کی مقدار کے باریمیں اختلاف ائمہ کرام

حضرت امام شافعی واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہروہ چیز جس میں مال بننے کی صلاحیت ہواور دونوں (میاں بیوی)اس پر راضی ہوجائیں بس یہی مہر کی مقدار ہے ۔وفیہ جوازقلة الصداق ممّا یتموّل اِذا تراضا وھو مذھب الشافعی وجماھیر العلماء وقال الشافعی مایجوز ان یکون ثمناً فی البیع یجوز ان یکون مھرًا لھا(ھدایہ قدیم ص ۲۹۳ ج/۲)(مرقاة ص ۳۵۶ج/۶)

اورحضرت امام مالکؒ کے نزدیک مہر کی اقل مقدار ربع دینار(چوتھائی دینار)ہے(ترمذی شریف ص۲۱۱ ج/۱)

اورحضرت اماابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے۔ وقال ابوحنیفہ واصحابہ اقلّہ عشرة دراھم(مرقاة ص ۳۵۶ج/۶)(ترمذی شریف ص ۲۱۱ج/۱)

یہ حدیث کس امام کا مستدل ھے؟ :۔حدیث باب حضرت امام شافعی واحمد رحمہم اللہ کا مستدل ہے،کما فی المرقاة استدل بہ الشافعی (مرقاة ص ۳۶۰ ج/۶)

(ج)**حنفیہ کی دلیل اورروایت باب کا جواب**:۔احناف کی دلیل دار قطنی وبیہقی کی ایک روایت ہے۔عن جابرانہٗ قال الا لایزوّج النساء الا الا ولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء ولا مھر اقل من عشرہ دراھم (مرقاة ص ۳۵۶ ج/۶)۔

حدیث باب کا جواب :۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ(۱)یہ

حدیث مہر معجّل کے باریمیں ہے(۲)اس حدیث کی سند میں مبشّر بن عبید اورحجّاج بن ارطأة ہیں اور یہ دونوں ہی راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اورابن الھمام نے کہاہے کہ اسمیں اسحاق بن جبرئیل راوی ہے جس کے باریمیں میزان کے اندر کہا گیا ہے"لا یُعرف،وضعّفہ الأزدی" یعنی غیرمعروف(مجھول)اورضعیف راوی ہےاورایک راوی مسلم بن رومان بھی ہے جوکہ مجھول ہے۔اقول لوصح الحدیث ینبغی ان تحمل علی المعجل۔قیل فیہ مبشّربن عبید والحجاج بن ارطأة وھما ضعیفان عند المحدثین۔وقال ابن الھمّام فیہ اسحاق بن جبریل قال فی المیزان لایعرف وضعّفہ الا زدی ومسلم بن رومان مجھول ایضاً(مرقاة ص ۳۶۰ج/۶)

مشکوٰۃ شریف ص۲۸۶

(۱۱۲)**سوال**:۔عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وسلّم لَاعَنَ بَیْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهٖ فَانْتَفیٰ مِنْ وَلَدِ هَا فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب)لعان کی تعریف،طریقہ اورحکم لکھئے(ج)اوربتلائے کہ اگرکوئی فریق لعان سے انکار کرے تو کیا حکم ہے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص اوراسکی بیوی کے مابین لعان کا حکم فرمایا،چنانچہ وہ(اس لعان کیوجہ سے)اس (عورت) کے بچّے سے دور ہوگیا(اس مرد سے نسب ختم کردیا گیا)پھر آپؐ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور بچّے کوعورت کے حوالے کردیا۔

(ب)**لعان کی تعریف**،طریقہ اورحکم:۔محقّق ابن الھمامؒ نے لعان کی تعریف **ان الفاظ میں فرمائی ہے**۔وفی الفقہ اسم لما یجری بین الزوجین من الشّھادات **بالألفاظ** المعلومات(مرقاة ص ۴۵۶ج/۶)

یعنی فقہ کے اندر لعان نام ہے ان شہادتوں کا جو معروف الفاظ کے ساتھ زوجین کے درمیان جاری ہوتی ہیں۔

احناف کے نزدیک لعان کی تعریف :۔اَلّلعان عندنا شهادات مؤكّدات بالآيمان مقرونة باللّعن قائمة مقام حد القذف فی حقه ومقام حد الزناء فی حقّها (هدايه قديم ص ۳۹۳ ج ۲) پہلی تعریف عام ہے دوسری تعریف خاص ہے۔

لعان کا طریقه :۔لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی شوہر سے اسطرح ابتداء کرے کہ پہلے شوہر چار مرتبہ شہادت یعنی کہ ہر مرتبہ۔اشهد بالله انّی لمن الصّادقين فيما رميتها بهٖ من الزّناء ۔کے الفاظ کہے (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو اسکو زناء کی تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہوں) اور پانچویں مرتبہ کہے لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين فيما رماها به من الزناء (کہ میں اگر تہمت زنا لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو) اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرے۔پھر عورت چار مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ شہادت دے۔اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من الزناء ۔اور پانچویں مرتبہ کہے غضب الله عليها ان كان من الصّادقين فيما رماني به من الزناء (هدايه ص قديم ۳۹۴ ج/۲)

حکم :۔اگر احد الزّوجین میں سے کوئی بھی لعان سے انکار کرے تو قاضی اسکو قید کردے اور یہاں تک قید میں رکھے کہ وہ لعان کیلئے تیار ہو جائے یا اپنے آپ کو جھٹلادے۔فان امتنع منه حبسه الحاكم حتّٰى يلاعن اويكذب نفسه (هدايه قديم ص ۳۹۳۔۳۹۴ ج/۲)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۵

(۱۱۳)سوال:۔عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلّم وَاَبِیْ بَكْرٍ فَلَمَّا

كَانَ عُمَرُ نَهَانَا عَنْهُ فَانْتَهَيْنَا۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) ام ولد کی تعریف کرتے ہوئے بتلائیں کہ جمہور کے نزدیک امّ ولد کی بیع کا کیا حکم ہے (ج) اگر امّ ولد کی بیع نہیں ہو سکتی تو پھر اس روایت کا کیا جواب ہوگا۔

جواب:۔(الف) **ترجمه** :حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام ولد کی بیع کی، لیکن جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے (تو) انہوں نے ہم کو اس (بیع ام ولد) سے منع فرمادیا پس ہم اس سے باز آگئے۔

(ب) امّ ولد کی تعریف اور جمہور کے نزدیک اسکی بیع کا حکم

امّ ولد کی تعریف :۔باندی اگر اپنے آقاء سے حاملہ ہو کر بچہ جن دے تو اسے ام ولد کہیں گے۔

حکم: ۔جمہور علماء کے نزدیک اسکی بیع جائز نہیں ہے۔اِذا ولدت الأمة من مولاها فقد صارت امّ ولدٍ لَه لايجوز بيعها (هدايه قديم ص ۴۴۹ ج/۲) (مثله فی المرقاة ص ۵۶۹ ج/۶)

(ج) **روایت باب کا جواب** :۔علّامہ تورپشتیؒ نے اس حدیث کا جواب دیا ہے کہ۔(۱) امّ ولد کی بیع کا حکم تو منسوخ ہو گیا تھا۔لیکن آپؐ کے زمانے میں عام لوگوں کو نسخ کا علم نہ ہو سکا تھا (۲) حضورؐ کے زمانے میں امّ ولد کی بیع نسخ سے پہلے ہوا کرتی تھی، یہی سب سے بہتر تاویل ہے اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بیع کرنے کا جواب یہ ہے کہ، ممکن ہے کسی ایک واقعہ میں امّ ولد کی بیع ہوئی ہو لیکن حضرت ابو بکرؓ اور انکے حکام و وزراء کو اطلاع نہ ہو سکی ہو (کیونکہ انکی مدت خلافت بہت کم رہی ہے) پس حضرت جابر نے امّ ولد کی بیع کو جائز سمجھتے ہوئے جواز بیع کا قول بیان کردیا، پھر جب نسخ کا حکم مشہور ہو گیا تو سارے لوگ اس سے باز آگئے (مرقاۃ ص ۵۶۸ ج/۶)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۷۔۲۹۸

(۱۱۴)سوال:۔عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسولُ الله صلّی الله علیه وسلّم لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةٍ وَکَفَّارَتُه کَفَّارَةُ الْیَمِیْنِ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نذر معصیت کا حکم بیان کیجئے اور عدم ایفاءِ نذر کی صورت میں کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ لکھئے (ج) یہ حدیث کس امام کا مستدل ہے تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ”گناہ کی نذر پوری نہیں کی جائیگی اور (البتہ عدم ایفاء کی صورت میں) اسکا کفارہ کفارۂ یمین (کے مقدار واجب) ہے۔

(ب) نذر معصیت کا حکم مع بیان وجوب وعدم وجوب کفّارہ

نذر معصیت کے بارےمیں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اسکو پورا نہیں کیا جائے گا لیکن اسمیں کفارہ واجب ہے یا نہیں اس سلسلے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جسطرح نذر معصیت پوری نہیں کی جائیگی اسی طرح اسمیں کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا لا نذر فی معصیة ولا کفّارة فی ذالک وهو قول مالک والشافعی ۔لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر اگرچہ پوری نہیں کی جائیگی لیکن اسمیں کفّارہ واجب ہے۔وقال قوم من اهل العلم من اصحاب النبیؐ وغیرهم لانذر فی معصیة الله وکفّارته کفارۃُ یمین وهو قول احمد (ترمذی شریف ص ۲۷۹ ج/۱) وبه قال ابوحنیفة وهو حجة علی الشافعی (مرقاة ص ۲۰۵ ج/۶)

(ج) یہ حدیث کس امام کا مستدل ہے:۔ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ وامام احمد رحمہما اللہ کا مستدل ہے کما قال الامام الترمذی واحتجا بحدیث

الزّهری عن ابی سلمة عن عائشة (ترمذی شریف ص ۲۷۹ ج/۱) وبه قال ابو حنیفة رحمه الله علیه (مرقاة ص ۲۰۵ ج/۶)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۰

(۱۱۵)سوال:۔عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَسَرَتِ الرُّبَیِّعُ وَهِیَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی الله علیه وسلّم فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ لَا وَاللهِ لَا تُکْسَرُ ثَنِیَّتُهَا یَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ کِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوْا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ علیه وسلّم اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ اقسَمَ عَلَی اللهِ لَاَبَرَّهٗ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قصاص کا حکم کر دینے کے باوجود کسی صحابیؓ کا قسم کھا کر آپ کے حکم کی مخالفت کرنا باعث تعجب ہے جبکہ آپ علیہ السلام لو اقسم علی الله لابرّه سے اس قول صحابی کی تعریف بھی کر رہے ہیں تو کیا آپ پیغمبر السلام کے تعریفی کلمات کے پیش نظر صحابیؓ کی مخالفت کو کسی اور معنی پر محمول کر سکتے ہیں۔

جواب: (الف)**ترجمہ**: حضرت انس کہتے ہیں کہ ربیّع نے جو حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ دیئے پس وہ لوگ (لڑکی کے رشتہ دار) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں (استغاثہ لیکر) حاضر ہوئے تو آپؐ نے بدلہ لینے کا حکم صادر فرمایا (کہ ربیع کے بھی دانت توڑ دیئے جائیں) چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے عرض کیا ”یا رسول اللہ !ایسا نہیں ہوگا“ ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ”اے انس اللہ کا حکم بدلہ لینے کا (ہی) ہے لیکن (خدا نے ایسا کیا کہ) لڑکی کے خاندان والے دیت (مالی معاوضہ) قبول کرنے پر راضی ہو گئے (اور ربیع کے دانت نہیں توڑے گئے) پس آپؐ نے فرمایا کہ ”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر

Scanned by CamScanner

وہ (کسی بات پر) اللہ کی قسم کھالیں تو خداوند تعالیٰ اسکو پورا فرما دیتا ہے۔

(ب) حکم نبیؐ کے بعد صحابی کی مخالفت کے کیا معنیٰ؟

حضرت انسؓ بن نضر کا۔ **لا واللہ لا تکسر ثنیتھا یا رسول اللہ**، کہنا آپ کی مخالفت یا آپؐ کے حکم کی تردید کیلئے نہیں تھا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات اور اسکے فضل سے اتنی توقع اور امید تھی کہ خصم یعنی لڑکی کے رشتہ دار اللہ کیلئے معاف کرکے دیت لینے پر راضی ہوجائیں گے اسی وجہ سے آپؐ نے قوم کے راضی ہوجانے کے بعد حضرت انسؓ کے قول کی تعریف فرمائی (مرقاۃ ص۲۰ ج/۷)

مشکوٰۃ شریف ص۳۱۰۔۳۱۱

(۱۱۶) **سوال:**۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یَقُوْلُ اِذَا زَنَتْ اَمَةُ اَحَدِکُمْ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں (ب) حدیث کی تشریح کے دوران بتلائیں کہ باندی کی حد زنا۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہونے کی حالت میں یکساں ہے، یا الگ الگ، (ج) مولی کے خود اپنی باندی کو بطور حد کے کوڑے مارنے میں فقہاء کا اختلاف مع دلائل لکھیں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کی لونڈی (باندی) زنا کا ارتکاب کرلے پھر اسکا زنا کرنا ظاہر (ثابت) ہوجائے تو اس پر حد جاری کرے اور اسکو عار نہ دلائے۔ پھر اگر زنا کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اسکو عار نہ دلائے۔ پھر اگر تیسری بار زنا کرلے اور اسکا زنا کرنا ثابت ہوجائے تو اسکو بیچ ڈالے اگرچہ بالوں کی رسّی (حقیر سے حقیر چیز) کے عوض (ہی کیوں نہ بیچنا پڑے)

(ب) **تشریح حدیث:**۔ اذا زنت امة احدکم الخ۔ یعنی اگر کسی شخص کی باندی سے زنا کاری کا صدور ہوجائے اور دلائل وشواہد وغیرہ کے ذریعے زناء کا مکمل ثبوت حاصل ہوجائے تو اب باندی پر حد زنا قائم کی جائیگی لیکن باندی کی حد زنا آزاد کی حد زنا کے نصف ہوگی یعنی کہ پچاس کوڑے اور باندی پر رجم نہیں کیا جائیگا۔

لا یثرب علیھا:۔ حد زنا کی مشروعیت سے پہلے طریقہ تھا کہ باندی کو عار دلا کر یا لعن طعن کرکے چھوڑ دیا کرتے تھے لیکن حد زناء کی مشروعیت کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا اور تثریب (عار دلانے) وغیرہ سے منع کردیا گیا کیونکہ حد زنا کی صورت میں اپنے گناہ سے پاک ہوگئی اور گناہ کا کفارہ بھی ادا کردیا لہٰذا اب اس پر لعن وطعن کرنے کا کیا مطلب اور یہ حکم فقط لونڈیوں، (باندیوں) ہی کیلئے نہیں ہے بلکہ حرائر وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے لیکن لونڈیاں چونکہ توبیخ وسرزنش کا محل ہوتی ہیں اسی لئے بطور خاص انکا حکم بیان کردیا۔

فلیبعھا:۔ حدیث کا ظاہر لفظ تو دلالت کرتا ہے کہ اگر باندی سے فعل زنا کا صدور بار بار ہو مثلاً تین بار ہوجائے تو اب تیسری مرتبہ حد جاری کرنے سے پہلے ہی آقا کو چاہئے کہ بیچ ڈالے۔ لیکن آقاء کو اختیار ہے کہ چاہے تو اجرائے حد کے قبل بیچے یا بعد میں بیچے، دونوں جائز ہے۔

باندی کی حد زنا منکوحہ یا غیر منکوحہ ہونے کی حالت میں؟

مرقاۃ المفاتیح ۱۴۸ ج/۷ پر لکھا ہے کہ باندی کی حد زنا منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ دونوں صورتوں میں جلد (کوڑے لگانا) ہے مگر حرائر کے حد زناء کی نصف حد ہے۔ وفی ذکر الأمة اشعار بأن حدّها منکوحة کانت او غیرها الجلد (مرقاۃ)

(ج) مولی کو اقامت حد کا حق ہے یا قاضی کو مع اختلاف ائمہ مدلل

علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی امام مالک امام احمد

Scanned by CamScanner

رحمہم اللہ کے نزدیک اقامت حد کا حق مولیٰ کو ہے۔

دلیل :۔قالؐ اقیموا الحدود علی ماملکت ایمانکم ۔کہ یہاں خطاب مولیٰ اور آقاء کو ہے، لہٰذا حق جلد بھی آقا ہی کو ہوگا۔ان حضرات کا مستدل حدیث باب بھی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اقامت حد کا حق قاضی اور حاکم کو ہے البتہ مولیٰ کو تسبّب (قاضی اور حاکم کے سامنے لے جانے کا سبب اور ذریعہ بننے) کا حکم ہے۔

دلیل :۔عن ابن مسعودؓ وابن عباسؓ وابن الزبیر موقوفا ومرفوعا"اربع الی الولاۃ الحدود والصدقات والجمعات والفیٔ(مرقاۃ ص ۱۴۸/۱۴۹ ۔ہدایہ قدیم ص ۴۸۵ ج/۲، حاشیہ ۵ ترمذی شریف ص ۲۶۶ ج/۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۵

(۱۱۷)سوال:۔عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلی الله علیه وسلّم ضَرَبَ فِیْ الْخَمْرِ بِالْجَرِیْدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ اَبُوْبَکْرٍ اَرْبَعِیْنَ۔

(الف)ترجمہ کیجئے (ب) حد خمر کے سلسلے میں ائمہ کرام کا مذہب بیان کیجئے (ج) حدیث مذکور حنفیہؒ ،مالکیہؒ اور حنابلہ کے خلاف ہے آپ ان کی دلیل اور حدیث مذکور کی توجیہہ تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے شراب (کے پینے) میں کھجور کی ٹہنی (چھڑی) اور جوتوں سے مارا ہے(مارنے کا حکم دیا ہے) اور حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے ہیں (لگانے کا حکم دیا ہے)۔

(ب)حدّ خمر کے بارےمیں فقہاء کے مذاہب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرب خمر کی حد چالیس کوڑا ہے یہی

ایک روایت امام احمد سے بھی ہے،وفی روایۃ عن احمد وھو قول الشّافعی اربعون۔

اور حضرت امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک شرب خمر کی حد اَسی (۸۰) کوڑا ہے۔وحد الشرب والسُّکر ثمانون سوطًا وھو قول مالکؒ واحمدؒ(مرقاۃ ص ۲۰۷ ج/۷)وحدالخمر والسکر فی الحرّ ثمانون سوطاً وان کان عبدًا فحدہ اربعون (ہدایہ قدیم ص ۵۰۱ ج/۲)

(ج) امام ابوحنیفہ وغیرھم کی دلیل:۔(۱)وروی ان عمر استشار علیاًؓ فقال اری ان یجلد ثمانین.....فجلد عمر ثمانین (مرقاۃ ص ۲۰۶ ج/۷)(۲)لا جماع الصحابةؓ (ہدایہ قدیم ص ۵۰۱ ج/۲)ثم اتفقوا علی اربعین (مرقاۃ ص ۲۰۸ ج/۷)

حدیث باب کی توجیہ:۔اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلکہ حضرت عمرؓ کی ابتدائے خلافت تک جلد اربعین (چالیس کوڑے لگانے) پر ہی عمل تھا لیکن جب عیّاشی اور عیش وعشرت میں اضافہ ہوکر شُرب خمر کی کثرت ہونے لگی تو حضرت عمرؓ نے حدِ خمر میں شدت وغلظت اختیار فرمایا،اور اسّی کوڑوں پر صحابۂ کرام کا اجماع ہوگیا۔وکان ھذ عند عُتوّا ھل الشرب بزیادۃ الفسق من الھذیان والقذف الخ(مرقاۃ ص ۲۰۷/۲۰۶ ج/۷)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۷

(۱۱۸)سوال:۔عن ابنِ عُمَرؓ قَالَ قال رسولُ الله صلّی الله علیه وسلّم کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا فَمَاتَ وَھُوَیُدْمِنُھَا لَمْ یَتُبْ لَمْ یَشْرَبُھَا فِی الْاٰخِرَۃِ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خمر اور نبیذ کے درمیان فرق

Scanned by CamScanner

کوواضح کیجئے (ج) کیاخمراور نبیذ دونوں کا قلیل وکثیر حرام ہے یا اسمیں کچھ تفصیل ہے؟اچھی طرح وضاحت کیجئے۔

جواب:۔(الف): ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔اور جو شخص دنیا میں ہمیشہ شراب پیتا رہیگا یہاں تک کی بغیر توبہ کئے مرجائیگا تو اسکو آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

(ب) خمر اور نبیذ میں فرق:۔سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اشربہ محرّمہ چار ہیں (۱) عصیر العنب یعنی کچے انگور کا پانی (۲) طلاء یعنی انگور کا پانی جسکو تھوڑا سا پکا دیا گیا ہو (۳) سکر یعنی کھجور کا شیرہ (۴) نقیع زبیب یعنی کشمش کا شیرہ۔

چنانچہ خمر کا اطلاق ان اشربۂ اربعہ میں سے فقط عصیر العنب پر ہوتا ہے اور نبیذ انگور کے علاوہ دیگر چیزوں کے دانوں اور پھلوں وغیرہ سے بنائی جاتی ہے لہٰذا انگور کے علاوہ پھلوں وغیرہ کے پانیوں پر نبیذ کا اطلاق ہوگا۔ ولا یطلق لفظ الخمر الّا علی الاوّل من الاربعة واما ما سواها فیتخذ النبّیذ من کل شئ من الحبوب والثمار والألبان وتسمیٰ هذه الا قسام بالانبذة (حاشیه ترمذی شریف ص۷ ج/۲)

(ج) خمر اور نبیذ کا حکم:۔خمر کا قلیل وکثیر سب حرام ہے۔ ان قلیلها وکثیرها حرام (حاشیه الترمذی ص۷ ج/۲)

اور نبیذ کے بارمیں تھوڑی سی تفصیل ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نبیذ کی قلیل مقدار جس میں ابھی سُکر (نشہ) نہ پیدا ہوا ہو۔ حلال ہے اگر عبادت میں تقویت حاصل کرنیکی غرض سے ہے۔اور اگر مستی کے طور پر استعمال کرے گا تو قلیل غیر مسکر بھی حرام ہے۔اور اگر کثیر مسکر ہو، یا قلیل مسکر ہو تو اسکا استعمال کرنا حرام ہے یہی امام ابویوسف کا بھی مسلک ہے۔

اور ائمہ ثلثہ امام محمد رحمهم اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مسکر چیز کا قلیل وکثیر حرام ہے لہٰذ

نبیذ کا قلیل وکثیر بھی حرام ہوگا۔احناف کے یہاں فتوی امام محمد رحمتہ اللہ کے قول پر ہے (حاشیہ الترمذی ص۸ ج/۲)

مشکوٰۃ شریف ص۳۱۹

(۱۱۹) سوال:۔عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلّی الله علیه وسلّم یَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَمَاتَ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَایَةٍ عُمِّیَّةٍ یَغْضَبُ لِعَصَبِیَّةٍ اَوْ یَدْعُوْا لِعَصَبِیَّةٍ اَوْیَنْصُرُ عَصَبِیَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِیَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ بِسَیْفِهٖ یَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) عصبیت کے معنیٰ واضح کیجئے (ج) ہر ہر جزء کی الگ الگ تشریح کیجئے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام (سربراہ مملکت) کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکل جائے اور جماعت (ملت اسلام کی اجتماعی ھیئت) سے علیحدگی اختیار کرلے اور پھر اسی حال میں مرجائے تو اسکا مرنا جاہلیت پر مرنے کے مرادف ہے اور جس شخص نے کسی ایسے جھنڈے کے نیچے (یعنی ایسے مقصد کیلئے) جنگ کیا جسکا حق و باطل ہونا ظاہر نہ ہو درانحالیکہ تعصّب سے غضبناک ہو اور تعصب (ہی) کیوجہ سے (لوگوں کو) اپنی طرف بلائے یا تعصب کے طور پر کسی کی مدد کرے (یعنی لڑنا، غضبناک ہونا، لوگوں کو اپنی طرف بلانا مدد کرنا سبھی کچھ عصبیت کی بنیاد پر ہو) پھر وہ (اسی حالت میں) مارا گیا (قتل کردیا گیا) تو اسکا مارا جانا (قتل کیا جانا) جاہلیت پر مارے جانے کے مرادف ہے۔اور جس شخص نے میری امت کے خلاف تلوار اٹھائی (اور اسکے ذریعے) میری امت کے ہر اچھے بُرے آدمی کو مارا اور میری امت کے مسلمانوں کی پرواہ نہ کی، اور نہ اس نے عہد والے کے عہد کو پورا کیا تو وہ نہ مجھ (میری

Scanned by CamScanner

امت) سے ہے (یعنی میرے راستے پر چلنے والوں میں سے نہیں ہے) اور نہ میں اس سے ہوں (میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

(ب) **عصبیّت کا معنی:۔عصبیّت:۔اعانة قومه علی الظّم** یعنی ظلم وناحق پر بھی اپنی قوم کی مدد کرنا (مرقاة ص۲۵۱ ج۷) (حاشیہ المشکوٰة ۶ ص۳۱۹)

(ج) **ہر ہر جزء کی تشریح:۔من خرج من الطّاعة الخ:** ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے حاکم وسربراہ کی مخالفت کی اور اپنی جمعیت وپارٹی سے الگ تھلگ رہنے لگا یعنی کہ ملت اسلام کی ھیئیت اجتماعیہ سے بالکل کنارہ کش ہوگیا اور اہل اسلام کی اجماعی اور متفق علیہ باتوں میں مخالفت کرنے لگا اور خدانخواستہ اسی مخالفت اور علحدگی ہی کے زمانے میں اسکو موت بھی آگئی تو اسکی موت گویا کہ جاہلیّت پر ہوئی کہ اہل جاہلیت بھی امام ھدی وسربراہ کی اطاعت کے بجائے ان سے منہ موڑ کر تمام امور میں ظلم واستبداد سے کام لیتے تھے اور کسی مسئلے اور رائے پر مجتمع ومتفق نہیں ہوتے تھے۔

ومن قاتل تحت راية عمية الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ لوگ کسی غیر معلوم مسئلے پر اکٹھا ہو جائیں کہ جسکی حقانیت وبطلان کا ذرا بھی علم نہ ہو اور مزید براں لوگوں کو بھی اسمیں شرکت کرنے اور جنگ کرنے کی دعوت دیں اور مخالف جماعت پر غضبناک ہوں اور یہ سب کچھ فقط اور فقط خاندانی عصبیّت کی بنیاد پر ہو دین ومذہب سے اسکا دور دور تک کوئی تعلق نہ ہو۔اور پھر اسی نازک حالت میں اسکو قتل کر دیا گیا۔تو اسکا قتل کیا جانا بھی جاہلیت کی قتل کے مرادف ہے کیونکہ اہل جاہلیت اپنی قوم وبرادری کی مدد کیلئے حق وناحق کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہیں کرتے تھے۔

ومن خرج علی امتی بسیفه الخ ۔یعنی اگر کسی شخص نے میری امت کے خلاف تلوار اٹھائی اور میدان جنگ میں آپہونچا اور بلا امتیاز وتفریق میری امت کے ہر اچھے برے شخص کی گردنیں مارنے لگا اور کسی مسلمان کے قتل کرنے کے گناہ اور اسکی سزا کی پرواہ کئے بغیر قتل عام میں مصروف رہا یہاں تک کہ کسی معاہد وغیرہ کی بھی پرواہ نہ کی تو میرا اسکا کوئی تعلق ورشتہ باقی نہ رہا یعنی وہ میرے طریقے سے خارج ہے

(مرقاة ص۳۵۰۔۳۵۱ ج۷)

مشکوٰة شریف ص ۳۲۷

(۱۲۰) **سوال:۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً فَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهَا دَابَّتُه نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم لِلَّذِىْ فِىْ يَدِهٖ۔**

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِىِّ اَنَّ رَجُلَيْنِ اِدَّعَيَا بَعِيْراً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلّى الله عليه وسلّم فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ۔

(الف) دونوں حدیثوں کا ترجمہ کیجئے (ب) دونوں حدیثوں کے صورت مسئلہ کو اسطرح بیان کیجئے کہ تعارض ختم ہو جائے۔

جواب:۔(الف) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے (دربار رسالت میں) ایک جانور کا دعوی پیش کیا پھر ان میں سے ہر ایک نے (اپنے دعوے پر) بیّنہ (بھی) قائم کر دیا کہ وہ بے شک اسی کا (میرا) جانور ہے (اور) اس نے اسکو جنوایا ہے (یعنی کہ نر کو مادہ پر اسی نے چھوڑا تھا جسکے نتیجے میں یہ بچہ پیدا ہوا ہے) تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس جانور کا فیصلہ اس شخص کے حق میں فرمایا جسکے قبضے میں (وہ جانور) تھا اور حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم میں دو شخصوں نے ایک اونٹ کے بارےمیں دعوی کیا پھر ان دونوں میں سے ہر ایک نے بینہ بھی قائم کر دیا۔تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس (اونٹ) کو دونوں کے درمیان آدھا آدھا کر کے تقسیم کر دیا۔

(ب) دونوں حدیثوں کا صورت مسئلہ مع دفع تعارض

پہلی روایت کا صورت مسئلہ اسطرح ہے کہ ایک جانور کے بارےمیں دو شخصوں نے بارگاہ رسالت میں مقدمہ دائر کیا اور دونوں ہی نے دعوی کیا کہ یہ میرا جانور ہے

Scanned by CamScanner

اوردونوں نے بیّنہ بھی پیش کردیاتو فیصلے کے طور پر یہ حکم صادر کیا گیا کہ جانور جسکے قبضے میں موجود ہے وہی اسکا مالک ہے۔اِذا تداعی رجلان دابة اوشیئاً وهو فی یداحدهما فهو لصاحب الید ویحلف علیه الا ان یقیم الآخر بینة فیحکم له به فلو اقام کل واحد منهما بینة ترجح بینة صاحب الید(مرقاۃ ص ۳۳۸ ج ر ۷)

دوسری روایت کا صورت مسئلہ اسطرح ہے کہ:۔ایک اونٹ کے بارےمیں دو آدمیوں نے دعوی کیا اوراونٹ یاتو دونوں کے قبضے میں تھا یا پھر کسی تیسرے شخص کے قبضے میں،اوردونوں نے بیّنہ بھی پیش کردیاتو آپؐ نے نصف نصف کرکے دونوں کے درمیان بانٹ دیا۔قال ابن الملک هذا یدل علی انه لوتداعی اثنان شیئاً ولا بینة لواحد منهما اولکل منهما بینة وکان المدعیٰ به فی ایدیهما اولم یکن فی ید احدهما ینصّف المدعی به بینهما(مرقاۃ ص ۳۳۸ ج ر ۷)۔

الغرض پہلی صورت میں مدعیٰ بہ(جس چیز کا دعوی کیا گیا ہے)کسی ایک کے قبضے میں تھا اوردوسری صورت میں دونوں کے قبضے میں یا کسی ثالث کے قبضے میں تھا۔اسی لئے دونوں کے فیصلے کا الگ الگ طریقہ اختیار کیا گیا(فلا تعارض)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۸

(۱۲۱)سوال:۔عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ الله صلّی الله علیه وسلّم قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِیٍّ عَلیٰ صَاحِبِ قَرْیَةٍ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کریں(ب)بدوی کی شہادت علیٰ صاحب القریہ کیوں معتبر نہیں ہے کیا آپ نے ایسا کوئی جزئیہ ھدایہ آخرین میں پڑھا ہے اگر نہیں پڑھا ہے تو آپ اس حدیث کا مطلب بیان کریں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابو ہریرۃؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بستی میں رہنے والے کے حق میں یا اسکے

خلاف جنگل میں رہنے والے کی گواہی درست نہیں ہے۔

(ب)**حدیث شریف کا مطلب**:۔اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ دیہاتی اورجنگل میں رہنے والوں کی گواہی اسلئے معتبر نہیں ہے کہ وہ عام طور پر احکام شرع اور تحمل شہادت وادائے شہادت کی کیفیات سے ناواقف ہوتے ہیں اوران پرنسیان کا غلبہ ہوتا ہے البتہ اگر بدوی عالم بالشرع ہو اور تحمل وادائے شہادت کی کیفیات سے واقف بھی ہو تو اسکی گواہی معتبر ہوگی۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدوی کی شہادت مطلقاً غیر معتبر نہیں ہے(مرقاۃ ص ۳۴۶ ج ر ۷)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۴۸

(۱۲۲)**سوال**:۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی الله علیه وسلّم اَسْهَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِه ثَلٰثَةَ اَسْهُمٍ سَهْمًا لَه وَسَهْمَیْنِ لِفَرَسِه۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے(ب)نیز مال غنیمت میں فارس کا کل کتنا حصہ ہوتا ہے مع اختلاف ائمہ مدلّل تحریر کیجئے(ج)حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب بھی تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آدمی (مجاہد)اور اسکے گھوڑے کیلئے تین حصّے مقرر فرمائے ایک حصّہ اس(مجاہد)کیلئے اور دو حصے اسکے گھوڑے کیلئے۔

(ب)فارس کا کل کتنا حصہ ہوتا ہے مع اختلاف ائمہ مدلّل

ائمہ ثلاثہ،صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک فارس کیلئے ایک حصّہ اور اسکے گھوڑے کیلئے دو حصّہ کل تین حصّے دیئے جائیں گے۔

دلیل:۔ان حضرات کی دلیل یہی حدیث باب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک حصّہ فارس کو اور ایک حصہ فرس کو کل دو حصے دیئے جائیں گے۔

Scanned by CamScanner

دلیل:۔عن ابن عباس ان النبیؐ اعطی الفارس سهمین والرّاجل سهماً (هدایه قدیم ص ۵۴۳ ج/۲/ / مرقاۃ ص ۵۴۹ ج/۷)

(ج) **حنفیہ کی طرف سے حدیث باب کا جواب**:۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ (۱) ابن عمرؓ ہی کی ایک روایت ہے عن ابن عمرؓ انّ النبیؐ قسم للفارس وللرّاجل سهماً ۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے فارس کیلئے ایک ہی حصہ متعیّن فرمایا ہے۔اب ابن عمر کی دونوں روایتوں میں تعارض ہوگیا لہٰذا ابن عمر کے علاوہ دوسرے حضرات کی روایت راجح ہوگی۔وَاِذا تعارضت روایتاہ ترجح روایة غیره (هدایه قدیم ص ۵۴۴ ج/۲)

(۲) بذل المجہود میں اس حدیث کا جواب دیا گیا ہے کہ عربی کتابت میں بسااوقات الف کو حذف کردیا جاتا ہے پس اصل روایت میں للفرس سهمین تھا الف کو عبارت میں ذکر نہیں کیا گیا اسی وجہ سے راوی نے روایت بالمعنیٰ کے طور پر للفارس کے بجائے للفرس روایت کردیا (بذل المجہود ص ۴۴ ج/۴)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۷

(۱۲۳) **سوال**:۔عنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلّم اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللهِ فَاِنْ اَمْسَکَ عَلَیْکَ فَادْرَکْتَهٗ حَیّاً فَاذْبَحْهُ وَاِنْ اَدْرَکْتَهٗ قَدْقَتَلَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْهُ فَکُلْهُ وَاِنْ اَکَلَ فَلَاتَاْکُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ۔

(الف) ترجمہ کیجئے (ب) کلب معلّم کی تعریف مع اختلاف امام اعظمؒ و صاحبینؒ بیان کیجئے (ج) کلب معلّم نے اگر شکار کو کھالیا تو اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف اور انکے دلائل قلمبند کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا "جب تم اپنے کتّے کو چھوڑو۔تو اللہ کا نام ذکر

کرو (یعنی جب کلب معلّم کو چھوڑنے کا ارادہ ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو) پس اگر کتے نے شکار کو تمہارے لئے پکڑا ہوا اور وہ شکار تم کو زندہ مل جائے تو اس کو ذبح کرلو (اگر قصداً ذبح نہ کیا تو کھانا حرام ہوگا) اور اگر تم نے شکار کو اس حال میں پایا کہ کتے نے اسکو مار ڈالا تھا لیکن اس میں سے (کچھ) کھایا نہیں تو اس کو کھالو۔اور اگر (اس شکار میں سے کتّے نے کچھ) کھالیا پس تم اس کو مت کھاؤ۔کیونکہ اس نے اپنے ہی لئے پکڑا تھا۔

کلب معلّم کی تعریف مع اختلاف امام اعظمؒ، وصاحبین:۔ہدایہ جلد رابع کے اندر کلب معلم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے، وتعلیم الکلب ان یترک الأکل ثلث مرات (هدایه قدیم ص ۴۸۶ ج/۴)

یعنی کہ کلب معلّم کی علامت یہ ہے کہ تین مرتبہ شکار کے جانور کو پکڑ کر تینوں مرتبہ نہ کھائے بعض لوگوں نے دوسری تعریف بھی کی ہے۔اِذا أشلیٰ استشلیٰ، واذازجر انزجر واذااخذ الصَّیْدَ امسک ولم یأکل (مرقاۃ ص ۶۶۹ ج/۷) یعنی کہ جب مالک شکار کی جانب متوجہ کرے تو ہوجائے اور جب باز رکھے تو باز رہے، اور جب شکار کو پکڑے تو مالک کیلئے روک لے خود نہ کھائے۔

کلب معلم کی تعریف امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف

حضراتِ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک معلّم ہونے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ تین مرتبے تک شکار کو نہ کھائے یعنی کہ معلّم ہونے کیلئے فقط تین بار شکار کو ترک کرنے کی تعیین کرتے ہیں۔ثم شرط ترک الکل ثلثا وهذ عندهما (هدایه قدیم ص ۴۸۶ / ۴)

لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کلب کا معلّم ہونا اس وقت ثابت ہوگا جبکہ شکاری کو معلّم ہونے کا غالب گمان ہوجائے اور تین بار کی تحدید وتعیین نہیں کی جائیگی تو گویا کہ امام صاحب کے نزدیک رائے مبتلی بہ پر موقوف ہے (ہدایہ قدیم نسخہ ص ۴۸۷ ج/۴)

Scanned by CamScanner

(ج) اگر کلب معلّم نے شکار میں سے کھالیا تو؟

اگر کلب معلّم نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو اامام شافعیؒ کا قولِ قدیم اورامام مالکؒ واحمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اب بھی یہ شکار حلال ہے (ھدایہ قدیم ص ۴۸۸ ج ۴)

دلیل:۔ان حضرات کی دلیل حضرت ثعلبہ خشنیؓ کی روایت ہے۔ انہ قال لأبی ثعلبة الخشنی فكل ممّا امسک علیک الكلب: قالَ فان اكل منه قالَ وإنْ اكل منه۔

اورامام اعظم ابوحنیفہؒ صاحبین اورامام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اگر کلب معلم نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو اب اس شکار کو کھانا حلال نہیں ہے (ھدایہ قدیم ص ۴۸۸ ج ۴)

دلیل۔قولہ تعالیٰ (۱) فكلوا مما امسكن علیكم (۲) دوسری دلیل خود یہی حدیث باب ہے

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۰

(۱۲۴) سوال:۔عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلّى الله علیه وسلّم لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِیَ مِنْكُمْ فَلْیَسْتَقِیْ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اس روایت اور روایت ابن عباس (عن ابن عباسؓ سقیت رسول الله صلّى الله علیه وسلّم من زمزم فشرب وهو قائم) میں بظاہر تعارض ہو رہا ہے آپ اسکو دفع کیجئے (ج) فلیستقی صیغۂ امر کس معنیٰ پر محمول ہے۔

جواب:۔**ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز، ہرگز تم میں سے کوئی کھڑا ہوکر (کوئی مشروب) نہ پیئے پس جو شخص تم میں سے بھول گیا تو اسکو چاہئے کہ قے کرڈالے۔

(ب) دفع تعارض:۔مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تعارض کو اس طرح ختم کیا

گیا ہے کہ لا یشربن الخ ۔کے اندر نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور آپؐ کا کھڑے ہوکر پینا بیانِ جواز کے لئے ہے۔یہی سب سے بہترین تاویل ہے۔والصواب ان النهی محمول علی كراهیة التنزیه واما شربه قائما فبیان للجواز (مرقاۃ ص ۹۴ ج ۸)

(ج) فلیستقیٔ کس معنیٰ پر محمول ہے:۔آپؐ کا قول فلیستقیٔ ندب واستحباب پر محمول ہے فمحمول علی الاستجاب (مرقاۃ ص ۹۴ ج ۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۳

كتاب اللّباس

سوال:۔(۱۲۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلَى النَّبِیُّ صَلَّى الله علیه وسلّم انْ یَلْبَسَهَا اَلْحِبَرَةُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حبرہ کے معنیٰ اور اس کے احبّ ہونیکی وجہ تحریر کیجئے (ج) اس روایت اور روایت ام سلمہؓ "كان احب الثیاب الی رسول الله صلّى الله علیه وسلّم القمیص" میں بظاہر تعارض ہے آپ دفع تعارض فرمایئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کپڑوں میں پہننے کیلئے حبرہ (چادر) سب سے زیادہ پسند تھی۔

(ب) **حبرہ کے معنی**:۔حبرہ:۔ایک خاص قسم کی یمنی چادر ہے جس میں عام طور پر سرخ دھاریاں ہوتی تھیں اور کبھی کبھی سبز نیلی دھاریاں بھی ہوتی تھیں الحبرة نوع من برود الیمن بخُطوطٍ حُمُرٍ وربما تكون بخضر اوزرق (مرقاۃ ص ۱۲۳ ج ۸)

احب ہونیکی وجہ:۔حبرہ کے احبّ الی النبی ہونیکی بہت سی وجہیں منقول ہیں (۱) حبرہ چادر احبّ الی النبی اس لئے تھی کہ عرب میں خالص سوت کا

کپڑا سب سے پسندیدہ شمار ہوتا تھا اور یہ بھی خالص سوت کی ہوتی تھی اسی وجہ سے آپ کوزیادہ محبوب تھی۔

(۲) بعض حضرات نے کہا ہے حبرہ چادر اس لئے آپؐ کوزیادہ محبوب تھی کہ اسکا رنگ سبز ہوتا تھا اور سبز رنگ آپ کوزیادہ محبوب تھا کیونکہ سبز رنگ میں جنتیوں کا لباس بھی ہوگا جیسا کہ طبرانی اور ابن السنی نے نقل کیا ہے، کان احب الألوان الیه الخضرة۔

(۳) حبرہ چادر اسلئے آپ کوزیادہ پسندیدہ تھی کہ اسمیں بہت زیادہ زیب وزینت نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ چادر بالکل سادی ہوتی تھی۔ لانه لیس فیه کثیرة زینه۔

(۴) یا آپؐ کواس لئے زیادہ پسندیدہ تھی کہ میل کچیل اسمیں جلد ظاہر ہو جاتی تھے اسی وجہ سے اسکے دھونے اور صاف کرنے کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے۔ ولأنّها اکثر احتمالا للوسخ (مرقاۃ ص ۱۲۳ ج/۸)۔

(ج) دفع تعارض:۔ ان دونوں مذکورہ بالا روایتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ قمیص صنعت وکاریگری کے اعتبار سے زیادہ محبوب تھی اور حبرہ رنگ اور جنس کے اعتبار سے زیادہ محبوب تھی۔ فالقمیص احب الانواع باعتبار الصّنع والحبرة احبها بأعتبار اللّون او الجنس (مرقاۃ ص ۱۲۳ ج/۸) الغرض دونوں کا احب ہونا دو مختلف اعتبار سے ہے فلا تعارض۔

مشکوٰۃ شریف ص۳۷۳

(۱۲۶) سوال:۔ عنْ ابن عمر قال قَالَ رَسُوْلُ الله صلّى الله علیه وسلّم بَیْنَمَا رَجُلٌ یَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْ الْاَرْضِ اِلیٰ یَوْ مِ الْقِیَامَةِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) کیا مطلقاً جرّ ازار (لنگی وغیرہ کو گھسیٹ کر چلنا) حرام ہے یا اسمیں کچھ تفصیل ہے نیز بعض روایات کے اندر۔ من

جر ثوبه..... لم ینظر الله الیه یوم القیامه۔ کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مفہوم تحریر کیجئے (ج) کتنی مقدار تک کپڑا لٹکانا مستحب اور کتنی مقدار تک جائز ہے، نیز حدیث میں مذکورہ واقعہ ماضی کا ہے یا آئندہ کے بارےمیں خبر دینا ہے سوچ سمجھ کر لکھئے۔

جواب:۔ (الف) ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت ایک آدمی غرور وتکبر کے طور پر اپنا ازار (تہبند پائجامہ) زمین پر گھسیٹ کر چل رہا تھا پس اسکو زمین میں دھنسا دیا گیا چنانچہ وہ قیامت تک (اسی طرح) زمین میں دھنستا رہے گا۔

(ب) کیا جرّ ازار مطلقاً حرام ہے:۔ جر ازار مطلقاً حرام نہیں ہے بلکہ اگر بطور تکبر، دکھلاوے کیلئے اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کیلئے زمین پر ازار کو گھسیٹ کر چلتا ہے تو حرام ہے البتہ اگر ان وجوہ کے علاوہ کسی اور سبب سے جرّ ازار کرے تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ضرور ہے (مرقاۃ ص ۱۲۸ ج/۸) اور اگر ازار خود بخود نیچے کو آجاتا ہو (فلا حرج)

لم ینظر الله الیه کا مفہوم:۔ لم ینظر الله الیه کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے یعنی کہ اللہ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نظر جر ازار کرنے والے پر نہیں ہوگی۔ (مرقاۃ ص ۱۲۸ ج/۸)

(ج) کپڑا لٹکانے کی مستحب وجائز مقدار وحد:۔ قمیص اور ازار کے کنارے کو نصف ساق (پنڈلی) تک رکھنا مستحب ہے اور اسکے نیچے ٹخنوں تک رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔ اما القدر المستحب.... فنصف السّاقین والجائز بلا کراهة ماتحته الی الکعبین (مرقاۃ ص ۱۲۹ ج/۸)

حدیث شریف میں مذکورہ واقعہ زمانۂ ماضی کا ہے یا آئندہ کی خبر ہے؟

اس سلسلے میں دونوں قول مروی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں سے کسی شخص کا تذکرہ ہے اسی کی بارےمیں آپؐ نے اپنی امت کو خبر دیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ نے باب ذکر بنی اسرائیل کے تحت اس واقعہ کو بھی نقل کیا ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ شخص مذکور قارون کے علاوہ ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۲۸ ج/۸)

Scanned by CamScanner

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۳

(۱۲۷) سوال:۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلّم اَنْ يَّأْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ اَوْيَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْيَحْتَبِيَ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اشتمال صمّاء اور احتباء کا مفہوم لکھئے (ج) اشتمال صمّاء، اور احتباء کا حکم بیان کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک (پیر میں) جوتا پہن کر چلے، اور یہ کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر آجائیں یا بدن پر کوئی ایک کپڑا لپیٹ کر اس طرح گوٹ مار کر بیٹھے کہ اسکا ستر کھلا ہوا ہو۔

(ب) اشتمال صمّاء اور احتباء کا مفہوم:۔ اشتمال صمّاء (۱) عرب کے نزدیک اشتمالِ صمّاء یہ ہے کہ پورے بدن کو ایک کپڑے سے اس طرح گھیر لے کہ کوئی کنارہ کھلا ہوا نہ رہے یہاں تک کہ ہاتھ بھی نہ نکل سکے۔ وھی عند العرب تجلیل الجسد کلہ بثوب واحد بلا رفع جانب یخرج منہ الید۔ علّامہ نوویؒ کی شرح مسلم میں مذکور ہے کہ فقہاء (۲) اشتمال صمّاء اسکو کہتے ہیں کہ جسم پر موجود ایک ہی کپڑے میں لپٹ جائے پھر ایک کنارے کو اٹھا کر مونڈھے پر رکھ لے، اس صورت میں ستر عورت کا کچھ نہ کچھ حصہ کھل جاتا ہے۔ احتباء:۔ احتباء کی صورت یہ ہے کہ آدمی دونوں سرینوں پر بیٹھے اور پنڈلیوں کو کھڑا رکھے پھر کپڑے یا ہاتھ یا اور کسی چیز کے ذریعے پنڈلیوں کو لپیٹ لیوے۔ الأ جتباء ان یقعد الرجل علی إلیتہ وینصب ساقیہ ویحتوی علیھما بثوب او نحوہ اوبیدہ (مرقاۃ ص ۱۳۰ ج ۸)

اشتمال صمّاء اور احتباء کا حکم:۔ اشتمال صمّاء کی

پہلی صورت کے بارے میں علّامہ ابن الہمامؒ نے فرمایا ہے کہ بحالت صلوٰۃ مکروہ ہے۔ قال ابن الھمام یکرہ اشتمال الصماء فی الصّلوٰۃ۔

البتہ اشتمال صمّاء کی دوسری صورت میں اگر کشف عورت کا ہونا متحقق اور یقینی ہو تو حرام ہے اور اگر کشف عورت کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔ الحاصل انہ إن کان یتحقق منہ کشف العورۃ فھو حرام وان کان یحتمل فھو مکروہ۔

احتباء:۔ احتباء اس صورت میں ممنوع ہے جبکہ کشف عورت کے ساتھ ہو ورنہ تو جائز بلکہ غیر حالت صلوٰۃ میں مستحب ہے۔ فالنھی انما ھو بقید الکشف والّا فھو جائز بل مستحب فی غیر حالۃ الصّلوٰۃ (ھذا فی المرقاۃ ص ۱۳۰ ج ۸)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴

(۱۲۸) سوال:۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم حُلَّةٌ سِيَرَاءُ فَبَعَثَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَاءِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے حلّۃ سیراء کی توضیح کیجئے (ب) مرد کیلئے ریشم کے پہننے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل لکھتے ہوئے مقدار معفوعنہ کی تعیین کیجئے (ج) بین النساء کی مراد تحریر کیجئے نیز بچوں کو ریشم پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت علی کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک دھاری دار ریشمی جوڑا (تہبند وچادر پر مشتمل) بطور ہدیہ کے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسکو میرے پاس بھیج دیا، پھر میں نے اسکو پہن لیا، لیکن میں نے دیکھا کہ (میرے جسم پر یہ جوڑا دیکھ کر) آپکے چہرۂ مبارک پر غصّے کے آثار ظاہر ہونے لگے چنانچہ آپؐ فرمانے لگے کہ میں نے اس

Scanned by CamScanner

جوڑے کوتمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہن لو۔ بلکہ میں نے تو اس لئے تمہارے پاس بھیجا تھا، کہ تم اسکو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالو اور عورتوں میں تقسیم کردو۔

حلة سيراء:۔ازار اور، رداء (تہبند و چادر) پر مشتمل وہ جوڑا جس میں ریشم ملا ہوا ہو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حلۃ سیراء خالص ریشم کا ہوتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں حلة من ديباج کالفظ آیا ہے۔

(ب) مرد کیلئے ریشم کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلی وضاحت

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجت و مصلحت کی بنیاد پر ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے مثلاً (دفع قمل (جوں ختم کرنا میدان حرب وغیرہ میں) حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ریشم کا کپڑا پہننا بالکل جائز ہی نہیں ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک میدان جنگ میں ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے۔ لا بأس بلبس الحرير والديباج في الحرب عندهما (ھدایہ قدیم ص ۴۴۰ ج ۴) حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ریشم کا کپڑا پہننا اس صورت میں بھی مکروہ ہے ويكره عند ابی حنيفة (حوالہ مذکورہ بالا)

اور ایسا ریشمی کپڑا جسکا تانا (طول) ریشم کا اور بانا (عرض) غیر ریشم یعنی سوت یا اُون کا ہو اسکو میدان جنگ اور اسکے علاوہ حالات میں بھی پہن سکتے ہیں اور اگر تانا (طول) غیر ریشم اور بانا (عرض) ریشم کا ہو تو جنگی ضرورت کی وجہ سے اسکے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اسکے علاوہ دیگر حالات میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اور ریشم کا بچھونا، تکیہ، پردہ، چادر وغیرہ بنا کر اس پر سونا اسکو استعمال کرنا جبکہ اسمیں تصویر وغیرہ نہ ہو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔

مقدار معفوعنه:۔قلیل مقدار یعنی تین یا چار اُنگل کے بقدر معاف ہے۔ الا انّ القليل عفو وهو مقدار ثلثة اصابع اواربع (ھٰذکلہ فی الھدایہ قدیم ص ۴۴۰ ج ۴ مرقاۃ ۱۳۱ ج ۸ مرقاۃ ص ۱۳۲ ج ۸) (اشعۃ اللمعات

ص ۵۷۹ ج ۴)

(ج) بین النساء سے کون سی عورتیں مراد ہیں؟

بین النساء سے فواطم ثلثہ مراد ہیں۔

(۱) فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم (۲) فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ام علی وجعفر وعقیل وطالب (۳) فاطمہ ام اسماء بنت حمزہ۔ (مرقاۃ ص ۱۳۲ ج ۸)

کیا صبیان ذکور کو ریشم کا کپڑا پہننا جائز ہے؟

صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ صبیان ذکور (مذکر بچے) کو ریشم کپڑا اور سونے کا پہنانا مکروہ ہے، ويكره ان يُلْبَسَ الذكور من الصّبيان الذّهب والحرير (ھدایہ قدیم ص ۴۴۱ ج ۴. وكما يكره فی حقّ البالغ يكره لباس الصبيان الذكور ايضاً ويكون الاثم على من البسهم (مرقاۃ ص ۱۳۱ ج ۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵

(۱۲۹) **سوال**:۔عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى الله عليه وسلّم قَالَ لَا اَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ وَلَا اَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا اَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ اَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لهٗ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهٗ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اُرجوان کے معنیٰ اور اسکی مراد لکھتے ہوئے بتلایئے کہ کیا عورتوں کیلئے مہکنے والی خوشبو سے مطلقاً ممانعت ہے یا نہیں؟ (ج) حدیث شریف کا ٹکڑا "لا البس القميص المكفف بالحرير" حضرت اسماء کی حدیث "لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج

Scanned by CamScanner

الخ" سے معارض ہے آپ تعارض کو ختم کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں ارغوانی (سرخ رنگ کے) زین پوش پر سوار نہیں ہوتا۔ نہ کُسُم کا رنگا ہوا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ ایسا کرتا پہنتا ہوں جس میں سنجاف (ریشمی گوٹ وغیرہ) لگی ہوئی ہو۔ اور پھر فرمایا۔ یاد رکھو مرد کی خوشبو ایسی ہونی چاہئے کہ جس میں مہک (تو) ہو لیکن رنگ نہ ہو اور عورتیں ایسی خوشبو استعمال کریں جس میں رنگ تو ہو لیکن مہک نہ ہو۔

(ب) اُرجوان کے معنی اور مراد:۔ ارجوان۔ ایک چھوٹی سی تکیہ جو سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور ریشم سے بنائی جاتی ہے اور زین پر رکھی جاتی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ارجوان ارغوان کا معرب ہے۔ ایسا درخت جسکا پھول اور شگوفہ سرخ ہوتا ہے اور ہر ایسا رنگ جو اسکے مشابہ ہو اسکو ارجوان کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ارجوان ایک قسم کا سرخ رنگ ہے۔

مراد:۔ حدیث شریف کے اندر ارجوان سے احمر (سرخ رنگ کا) ہونا مراد ہے، خواہ ریشمی ہو یا غیر ریشمی۔ الظاہر ان المراد بالارجوان فی الحدیث الاحمر سواء کان متخذًا من حریر اوغیرہ (مرقاۃ ص۱۵۹ ج۸)

کیا مہکنے والی خوشبو عورتوں کیلئے مطلقاً ممنوع ہے؟

حدیث شریف میں عورتوں کیلئے مہکنے والی خوشبو سے اس وقت منع کیا گیا ہے جبکہ گھر سے باہر ہوں۔ اور اگر گھر کے اندر ہی رہتی ہوں باہر نہ نکلتی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، ولاَ یجوز لھن..... عند الخروج من بیوتھن ویجوز اذا لم یخرجن (مرقاۃ ص۱۶۰ ج۸)

(ج) دفع تعارض:۔ روایت۔ اسماء بنت ابو بکرؓ اور اس روایت میں اسطرح تطبیق دی جائے گی (۱) کہ اس روایت کے اندر لاالبس الخ کا مطلب ہے کہ معفوعنہ مقدار (چار انگل) سے زیادہ ریشم لگے ہوئے کپڑے کو استعمال نہیں کرتا

اور اسماء بنت ابو بکرؓ کی روایت میں مکفوفین بالدیباج سے مقدار مرخص معفوعنہ مراد ہے یعنی کہ جبّے کے اندر جو ریشم کا کپڑا لگا تھا وہ چار انگل سے زائد نہیں تھا (۲) یہ حدیث ورع وتقوی پر محمول ہے اور حضرت اسماء کی حدیث بیان جواز اور رخصت پر محمول ہے (مرقاۃ ص۱۶۰ ج۸)

مشکوٰۃ شریف ص۳۷۶

(۱۳۰) سوال:۔ عَنْ اَبِیْ رَیْحَانَۃَ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللہ صَلّی اللہ علیہ وسلَم عَنْ عشر عَنْ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُکَامَعَۃِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَیْرِ شِعَارٍ وَمُکَامَعَۃِ الْمَرْأَۃِ الْمَرْأَۃَ بِغَیْرِ شِعَارٍ وَاَنْ یَّجْعَلَ الرَّجُلُ فِیْ اَسْفَلِ ثِیَابِہٖ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْیَجْعَلَ عَلٰی مَنْکَبِیْہِ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنِ النُّھبٰی وَعَنْ رُکُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق کیجئے (ج) ہر ہر جز کی تشریح کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ریحانہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دس باتوں سے منع فرمایا ہے (۱) دانتوں کو تیز کرنے سے (۲) (جسم کے کسی حصّے کو) گودنے سے (۳) بال کو اکھاڑنے سے (۴) مرد کو مرد کے ساتھ بغیر (کپڑے وغیرہ کے) حائل کے سونے سے (۵) عورت کو عورت کے ساتھ بغیر حائل کے سونے سے (۶) اور (آپؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ) مرد اپنے کپڑے کے نیچے (دامن، کناروں وغیرہ میں) ریشم لگائے عجمیوں کیطرح (۷) یا عجمیوں کیطرح مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگائے (۷) اور آپؐ نے کسی کا مال لوٹنے (۸) اور چیتے کی کھال کی زین پر سوار ہونے (۹) اور مُہر کی انگوٹھی پہننے سے (منع فرمایا) اِلّا یہ کہ وہ صاحب حکومت ہو۔

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:۔ الوشر۔ دانتوں کو تیز

کرنا۔ دانتوں کے کناروں کو باریک کرنا۔ تحدید الاسنان وترقیق اطرافہا (مرقاۃ ص ۱۶۰ ج/۸) وشر یشر وشراً بابہ ضرب الوشم۔ کھال میں سوئی کے ذریعے سوراخ کر کے سرمہ، نیل وغیرہ بھرنا تا کہ اس کا اثر نیلگوں یا سبز نظر آئے۔ وھوان یغرز الجلد بأبرۃ ثم یحشی بکحل اونیل قیز رق اثرہ اویخضر (مرقاۃ ص ۱۶۱ ج/۸) وشم یشم وشماً بابہ ضرب۔ النتف۔ عورتوں کا اپنے چہروں سے بالوں کا اکھاڑنا۔ نتف ینتف نتفاً بابہ ضرب بال پر نوچنا۔ اکھاڑنا۔ مکامعۃ ملانا ہم بستری کرنا کامع یکامع مکامعۃً بابہ مفاعلۃ ایک شخص کا دوسرے کیساتھ بلا حائل کے چمٹ کر سونا۔ النُّہبی نہب کے معنیٰ میں ہے ہر وہ چیز جو لوٹی جائے۔ لوٹی ہوئی چیز۔ النہبیٰ مصدر بمعنیٰ النّہب والغارۃ وقد یکون اسماً لما ینہب (مرقاۃ ص ۱۶۱ ج/۸) نہب ینہب نہباً بابہ نصر۔ سمع فتح۔ النمور۔ یہ لفظ جمع ہے اسکا واحد نَمِرٌ نِمْرٌ نَمْرٌ، تینوں آتا ہے۔ چیتا (مصباح اللغات ص ۹۱۰) یہاں مراد چیتے کی کھال ہے۔

(ج) ہر ہر جزء کی تشریح:۔ الوشر۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے کیلئے اپنے دانتوں کے کناروں کو تیز اور باریک کرلیا کرتی تھیں تو آپ علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا۔ الوشم۔ اسی طرح ایک عادت یہ بھی تھی کہ عورتیں جسم کے بعض حصّوں کو سوئی وغیرہ سے گود کر اس میں سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیتی تھیں۔ جیسا کہ ہمارے یہاں ھندوستان میں بھی بعض غیر مسلم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ جسم کے کسی خاص حصّے پر اپنا یا دیوی دیوتا وغیرہ کا نام گودوا لیتے ہیں۔ اس رواج وعادت سے بھی آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ النتف۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ زینت وآرائش کے واسطے عورتوں کا اپنے چہروں یعنی پیشانی کے بالوں کو نوچنا۔ اسی طرح مردوں کا ڈاڑھی یا بھنوؤں کے سفید بالوں کو نوچنا ان تمام باتوں سے آپؐ نے منع فرمایا ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت بالوں کو اکھاڑنے سے بھی جیسا کہ عورتیں عام طور پر اس طرح کیا کرتی ہیں۔ مکامعۃ الرجل

الخ۔ حدیث کے ظاہری الفاظ کا مطلب تو یہی ہے کہ دو مرد ایک لحاف یا چادر وغیرہ میں مل کر بالکل ننگے نہ سوئیں لیکن اگر دونوں کے ستر تو ڈھکے ہوں اور بقیہ اعضاء جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو۔ تو یہ صورت بھی ممنوع ہے۔ یہی دونوں صورتیں عورتوں کے متعلق بھی ہیں پس اگر فتنے اور شر انگیزی کا اندیشہ ہو تو ایک ساتھ سونا قطعاً ممنوع ہے اور اگر کوئی اندیشہ نہ بھی ہو پھر بھی یہ صورت تہذیب وشائستگی اور آداب واخلاق کے خلاف ہے۔ ان یجعل الرجل الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مرد کیلئے ریشم کا استعمال کرنا قطعاً ممنوع ہے خواہ کپڑے کے اوپر ہو یا نیچے بطور استر کے یا کپڑے کے دامن میں بیل بوٹے وغیرہ کا کام کیا گیا ہو۔ بشرطیکہ قدر معفوعنہ سے زائد ہو۔ البتہ اگر بقدر معفوعنہ ہے جب بھی ورع اور تقویٰ کے خلاف ہے۔ ان یجعل علی منکبیہ الخ۔ مونڈھوں پر ریشم لگانے کا مطلب یہ ہے کہ کرتوں یا جبّوں وغیرہ پر سنجاف (بیل وبوٹے) کے طور پر ریشمی کپڑا لگوانا یا ریشم کا کام کروانا یہ بھی ممنوع ہے لیکن اگر مقدار معفوعنہ (بقدر چار انگشت) ہے تو جائز ہے مثل الاعاجم۔ کا مطلب ہے کہ جس طرح سے عجمی لوگ اپنے کپڑوں میں سنجاف کے طور پر تکبّر کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ ریشمی کپڑے لگواتے ہیں۔ اسطرح تم لوگ مت کرو۔ عن النھبی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں کے مال ودولت اور انکی عزت وآبرو پر حملہ کرنے اور ان پر غارتگری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ رکوب النمور۔ یعنی کہ چیتے کی کھال سے بنی ہوئی زینوں کو بھی استعمال کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں زینت وآرائش اور دکھلاوا و تکبر مقصود ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ چیتے کی کھال کے بالوں کی نجاست کی وجہ سے منع فرمایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ۔ کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الآدمی والخنزیر والکلب علی قول۔ علاوہ ازیں ہمارے نزدیک مردار کا بال بھی تو پاک ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الا لذی سلطان۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کو مہر کی انگوٹھی نہیں استعمال کرنی چاہیئے بلکہ صرف اسی شخص کو استعمال کرنی چاہئے جسکو مہر وغیرہ لگانے کی ضرورت ہو جیسے بادشاہ، حاکم، قاضی، امیر، الغرض فقط زیب وزینت کے لئے انگوٹھی

Scanned by CamScanner

کو استعمال کرنا ممنوع یعنی مکروہ تنزیہی ہے البتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے (المستفاد کلہ من المرقاۃ ص ۱۶۰ تا ۱۶۲ ج ۸)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۷

(۱۳۱) سوال:۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِتَّخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلّم خَاتَماً مِنْ ذَهَبٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَجَعَلَهٗ فِیْ یَدِهِ الْیُمْنٰی ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ نُقِشَ فِیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا یَنْقُشَنَّ اَحَدٌ عَلٰی نَقْشِ خَاتَمِیْ هٰذَا وَکَانَ اِذَا لَبِسَهٗ جَعَلَ فَصَّهٗ مِمَّا یَلِیْ بَطْنَ کَفِّهٖ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (۲) آپ کی انگشتری مبارک میں محمد رسول الله کا نقش کتنی سطروں میں کس ترتیب کے ساتھ تھا۔ تحریر کرتے ہوئے بتلائیے کہ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا چاہئے (ج) اس روایت کا ٹکڑا کان اِذا لبسه ایک دوسری روایت کے ٹکڑے کان یختم به، ولا یلبس سے معارض ہے آپ تعارض کو دور کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور ایک روایت میں (یہ بھی آیا) ہے کہ آپؐ نے اس (انگوٹھی) کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا پھر اسکو پھینک دیا۔ پھر آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ تھے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میری اس مہر کے مانند الفاظ (اپنی انگوٹھی میں) کندہ نہ کروائے۔ اور جب آپؐ انگوٹھی پہنتے تو اسکا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

(ب) محمد رسول اللہ کے نقش کی سطریں اور اسکی ترتیب

آپ علیہ السلام کی انگشتری مبارک میں محمد رسول اللہ کے الفاظ تین سطروں میں کندہ کئے گئے تھے جیسا کہ ایک روایت میں صراحت ہے۔ کان نقش الخاتم ثلاثة اسطر (مشکوٰۃ ص ۳۷۸)

اور نقش کی ترتیب اسطرح تھی کہ سب سے اوپر والی پہلی سطر میں محمد اور درمیانی سطر میں رسول اور آخری سطر میں اللہ لکھا ہوا تھا۔

محمد
رسول
الله

جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں اس ترتیب کی صراحت منقول ہے۔ فانه قال فیها (روایتة) "محمد" سطر والسطر الثانی "رسول" والسطر الثالث "الله" البتہ بعض شیوخ نے اسکے برعکس بیان کیا ہے یعنی کہ لفظ "الله" سب سے اوپر اور لفظ "محمد" سب سے نیچے "رسول" درمیان میں۔

الله
رسول
محمد

لیکن کسی روایت میں اس ترتیب کی تصریح وارد نہیں ہوئی ہے (مرقاۃ ص ۱۸۲ ج ۸)

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا چاہئے

:۔ آپؐ سے انگشتریٔ مبارک کا دونوں ہاتھوں میں پہننا ثابت ہے لیکن امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے اور بائیں ہاتھ میں پہننے پر تعامل ہے جیسا کہ بعد میں آپ نے خود بائیں ہاتھ میں ہی پہنا ہے۔ عن ابن عمر انه تختم فی یمینه ثم حوّله فی یساره (مرقاۃ ص ۱۷۷ ج ۸)

(ج) دفع تعارض:۔ وہ روایت جس سے عدم لُبس خاتم ثابت ہوتا ہے اسمیں اور اس روایت باب میں اسطرح تطبیق دی گئی ہے (۱) "کان یختم به ولا یلبس" کا مطلب ہے کہ جس وقت مہر ثبت فرماتے تھے اس وقت انگشتریٔ مبارک دست اقدس میں نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ اسمیں تواضع وانکساری اور ریاء وتکبر سے دوری ہے۔ لایلبس کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً انگوٹھی نہیں پہنتے تھے۔

(۲) ان دونوں روایتوں میں اسطرح بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ آپؐ ہمیشہ انگوٹھی نہیں پہنتے تھے بلکہ بعض اوقات میں مہر وغیرہ لگانے کی حاجت کے وقت پہن لیا کرتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی صراحت بھی وارد ہوئی ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۸

(۱۳۲) سوال:۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی الله علیه وسلّم یَکْرَهُ عشرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ یَعْنِی الْخَلُوْقَ وَتَغْیِیْرَ الشَّیْبِ

Scanned by CamScanner

وَجَرَّ الْاِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى اِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحِلِّهٖ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) ہر ہر جز کی مختصر تشریح کیجئے (ج) غیر محرمہ کا تعلق کس سے ہے۔

جواب (الف) **ترجمہ**: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند فرماتے تھے (۱) زردی یعنی خلوق کے استعمال کو (۲) اور بڑھاپا تبدیل کرنے کو (۳) ٹخنوں سے نیچے ازار (پائجامہ یا تہبند) کھینچتے ہوئے چلنے کو (۴) اور (مردوں کیلئے) سونے کی انگوٹھی پہننے کو (۵) عورتوں کا بے محل (غیر محرم کے سامنے) زینت ظاہر کرنے کو (۶) نرد (چونسر) کھیلنے کو (۷) بجز معوذات کے جھاڑ پھونک کرنے کو (۸) کوڑیوں اور منکوں کے باندھنے کو (۹) بے موقع (عورت کے فرج کے علاوہ) عزل (خارج الفرج منی گرانے) کرنے کو (۱۰) اور بچوں کے خراب کرنے کو لیکن آپ اس کو حرام نہیں فرماتے تھے۔

ہر ہر جز کی تشریح: ۔الصفرہ۔ اسکی تفسیر خود حضرت ابن مسعود یا کسی دوسرے راوی سے روایت ہی کے اندر منقول ہے، چنانچہ الصفرہ کے بعد یعنی الخلوق کا لفظ مذکور ہے۔ اور خلوق ایک ایسی خوشبو ہے جو زعفران وغیرہ مختلف قسم کی خوشبوؤں سے تیار کی جاتی ہے اور اس کے اندر سرخی اور زردی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بارے میں اباحت وممانعت دونوں طرح کی روایات منقول ہیں لیکن ممانعت کی روایات زیادہ اور مضبوط ہیں۔ اور اس سے ممانعت اس لئے وارد ہوئی ہے کہ یہ عورتوں کی خوشبو ہے۔ تغییر الشیب ۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا خضاب استعمال کرنا جس سے بوڑھاپے کی اصل ہیئت چھپ جائے مثلاً کالا خضاب کرنا، اور مہندی وغیرہ کا خضاب کرنا تغییر شیب میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس سے حقیقت شیب مشتبہ نہیں ہوتی۔

جر الازار۔ یعنی کہ تہبند یا پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر گھسیٹتے ہوئے چلنا

اگر بطور گھمنڈ اور تکبر کے ہے تو اس طرح کرنا حرام ہے اور منجانب اللہ اسکے بارے میں وعید ہے اور اگر کسی عذر (مثلاً پیٹ کے بڑے ہونے وغیرہ) کی بناء پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھی عذر کی بنیاد پر رخصت دیتے ہوئے فرمایا تھا انت لست من یفعله خیلا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۶) رواہ البخاری۔

التختم بالذہب ۔ یعنی کہ مردوں کیلئے سونے کی انگوٹھی کو استعمال کرنا بلکہ مطلقاً سونا استعمال کرنا حرام ہے البتہ عورتوں کا زیور استعمال کرنا جائز ہے۔

التبرج بالزینۃ: ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ غیر محرم کے سامنے زیب وزینت بالکل ظاہر نہ کریں بلکہ محل زیب وزینت میں ہی اپنے حسن وآرائش کا اظہار کریں مثلاً ولا یبدین زینتھن الا لبعوتھن او آبائھن۔ مگر افسوس کہ آجکل کی عورتیں شوہروں کے سامنے میلے کچیلے کپڑوں میں، اور کسی میلے یا تقریب میں جانا ہو تو پھر عید کے دن کے نئے نئے کپڑے زیب تن کئے ہوئے عطر وگلاب سے معطر نظر آتی ہیں (حفظھن اللہ من اللّعنۃ)

الضرب باکعاب: ۔ یعنی کہ نرد وچونسر کے پاسوں اور مہروں سے کھیلنا۔ یہ حرام ہے آپؐ نے اسکو ناپسند فرمایا ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں مذکور ہے من لعب بالنّرد فقد عصی اللہ ورسولہ۔ اسی کے جیسا شطرنج کا کھیل بھی ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں تو یہ بھی مکروہ ہے لیکن شوافعؒ نے اپنی کچھ معتبر شرطوں کیساتھ اسکو جائز قرار دیا ہے۔

الرّقیٰ الخ: ۔ اس پورے جملے کا مطلب یہ ہے کہ معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس ۔ ماثور ومنقول دعائیں، اور جن الفاظ سے اللہ کے نام کی پناہ لی گئی ہے ان تمام سے جھاڑ پھونک جائز ہے اسکے علاوہ ایسے الفاظ جنکے معانی معلوم نہ ہوں یا پھر کفریہ وشرکیہ الفاظ ہوں تو ان الفاظ سے جھاڑ پھونک کرنا حرام کیا۔ کفر کی حد میں داخل کر سکتا ہے۔

عقد التمائم الخ: ۔ تمائم تمیمۃ کی جمع ہے اسکے معنیٰ ان منکوں (دونوں) اور ھڈیوں کے ٹکروں کے ہیں جنکو عرب اپنے بچوں کے گلے میں

نظر بد سے حفاظت کیلئے لٹکا دیا کرتے تھے حالانکہ یہ انکا باطل خیال تھا پس اسلام نے آکران تمام خرافات کو باطل وحرام قرار دیدیا کیونکہ نفع وضرر کا مالک، اور ہر چیز میں مؤثر بالذّات الله جلّ جلالہٗ کی ذات اقدس ہے۔

عزل الماء الخ:۔یعنی کہ عورت کی شرمگاہ کے علاوہ باہر یا مرد کے دبر میں منی کا خارج کرنا۔اگر عزل عورت کے ساتھ ہے تو اسکی تفصیل سوال ۱۰۹ کے تحت (مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۲۷۶) گزر چکی ہے اور اگر مرد کے ساتھ نعوذ باللہ لواطت کی صورت پیش آئے تو اسکی حرمت اور اس پر وعید شدید قرآن کے اندر خود مصّرح ہے،اءِ نّکم التأتون الرّجال الخ،أتاتون الذّکران الخ۔

فساد الصبی:۔اسکا مطلب یہ ہے کہ مرضعہ اور دودھ پلانے والی عورت سے وطی کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے دودھ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے بچے کے اندر بھی بیماریاں اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں اسی لئے آپ علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا تھا۔اسی کو دوسرے الفاظ میں غیلہ کہتے ہیں اور قاضی عیاضؒ نے اسکے بارہمیں جمہور کا قول جواز کا نقل کیا ہے جیسا کہ مرقاۃ ص۳۴۶ ج/۶ میں منقول ہے۔

(ج) غیر محرّمہ کا تعلق؟ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اسکا تعلق تمام خصال عشرہ سے ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دس میں سے بعض (مثلاً تختم بالذھب) حرام بھی ہیں۔لہٰذ صحیح بات یہ ہے کہ غیر محرمہ کا تعلق سب سے اقرب لفظ فساد الصبی کے ساتھ ہے اب اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ نے فساد صبی کو اگرچہ ناپسند فرمایا ہے لیکن حرام نہیں قرار دیا ہے۔(ھٰذ کلہ فی المرقاۃ ص۱۹۰۔۱۹۱ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص۲۸۱

(۱۳۳) سوال:۔عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ

الْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے اور مطلب تحریر کیجئے (ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی،صرفی تحقیق لکھئے (ج) ان افعال کے مرتکبین کے احکام شرعی بھی تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گودنے والی اور گودوانے والی عورتوں، چہرے کے بال نچوانے والی عورتوں۔(افزائش حسن کے لئے) دانتوں کو سوھان (ریتی سے) سے رتوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جوکہ (یہ تمام عورتیں) اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر کرتی ہیں۔

مطلب حدیث:۔اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں مذکورہ افعال کے مرتکبین پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہوتی ہے، کیونکہ ان افعال کا کرنا گویا کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی کرنا ہے۔لیکن ہر طرح کی تبدیلی پر اللہ کی لعنت نہیں ہے بلکہ اس تبدیلی پر ہے جس کے بارہمیں شارع علیہ السلام نے وضاحت فرمائی ہے مثلاً حدیث باب کے اندر درج ذیل عورتوں پر تبدیلی خلق کیوجہ سے لعنت کی گئی ہے۔

الواشمات والمستوشمات:۔اسکا مطلب یہ ہے کہ عورتوں وغیرہ کا بدن کے کسی حصّے پر سوئی چبھا کر نیل یا سرمہ بھرنا تاکہ سبز یا نیلگوں نظر آئے۔جسطرح ہمارے یہاں کے ہندو اپنا یا دیوی دیوتا کا نام لکھوالیا کرتے ہیں اسی کو اردو میں گودنا کہتے ہیں۔

المتنمصات:۔اسکا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا خوبصورتی اور زینت کیلئے اپنے چہروں پر اُگے ہوئے بالوں کو نوچنا بھی باعث لعنت ہے لیکن اگر کسی عورت کے چہرے پر ڈاڑھی یا مونچھ اُگ آئے تو ایسی صورت میں اس وعید کے تحت داخل نہ ہوگی بلکہ اس کیلئے تو اکھاڑنا اور نوچ دینا ہی مستحب ہے۔

المتفلجات:۔اسکا مطلب یہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کا افزائش حُسن کی

Scanned by CamScanner

خاطر دانتوں کے درمیان فصل اور کشادگی کرانا بھی باعث لعنت وملامت ہے اورعرب کے نزدیک یہ فعل بہت پسندیدہ تھا۔کیونکہ چھوٹی عمر کی عورتوں کے دانت عام طور پراسی طرح کے ہوتے ہیں۔چنانچہ بڑی عمر کی عورتیں اسی لئے اسطرح کرتی تھیں تاکہ کم عمر اور حسین نظر آئیں (المستفاد من المرقاۃ ص ۲۱۸ ج۸/ص وغیر ذالک)۔

(ب)خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق:۔الواشمات۔اسم فاعل جمع مؤنث سالم مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے وشم یشم وشماً۔سوئی چبھو کر نیل یاسرما بھرنا تاکہ سبز یا نیلگوں نظر آئے۔گودنا، المستوشمات اسم فاعل جمع مؤنث سالم ثلاثی مزید فیہ باہمزۂ وصل میں باب استفعال سے آتا ہے استوشم استیشاماً۔گودوانا المتنمّصات اسم فاعل جمع مؤنث سالم مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے نمص ینمص نمصاًاور مزید فیہ میں باب تفعل سے آتا ہے۔بال نوچنا موچنے سے چہرے کے بال نوچنا۔ازالة الشعر من الوجه بالمنصاص۔

المتفلجات:۔اسم فاعل جمع مؤنث سالم۔مجرد میں باب سمع سے اور مزید میں باب تفعل سے آتا ہے،الفلج والتفلّج دو دانتوں کے درمیان فصل ہونا،کرنا۔الفرق بین السنین علی ما فی النهابه (مرقاۃ ص۲۱۸ ج۸/)

(ج)مذکورہ افعال کے مرتکبین کا حکم:۔الواشمات الخ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گودنے اور گودوانے والی دونوں کیلئے یہ فعل حرام ہے۔ قال النوّوی وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها (مرقاۃ ص۲۱۸ ج۸/)

المتنمصات ۔علامہ نوویؒ نے اسکے بارےمیں بھی فرمایا ہے کہ بالوں کا چہرے سے اکھاڑنا حرام ہے۔البتہ اگر کسی عورت کے چہرے پر ڈاڑھی یا مونچھ آجائے تو اسکو اکھاڑنا جائز ہے۔قال النوّوی وهو حرام الا اذا نبت للمرأة لحية او شوارب (بخواله مذكوره بالا)

المتفلجات ۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ للحسن کے لفظ سے اشارہ ملتا ہے کہ اگر دانتوں کے درمیان فصل وکشادگی افزائش حسن وآرائش کیلئے ہے تو حرام ہے اور اگر کسی ضرورت مثلاً دانتوں میں بیماری کیوجہ سے اس طرح کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

قال النوّوی فيه اشارة الى انّ الحرام هو المفعول لطلب الحسن امّا لو احتاجت اليه فلا بأس به (مرقاة ص ۲۱۸ ج۸/)

مشکوٰۃ شریف ص۳۸۲

(۱۳۴)سوال:۔عَنْ ابن عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وَسلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذ قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتْمِ فَقَالَ هٰذ اَحْسَنُ مِنْ هٰذ ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذ اَحْسَنُ مِنْ هٰذ كُلِّه.

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے(ب) کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں مفصل لکھئے۔اور آپؐ نے خضاب لگا یا یا نہیں قول مختار کیا ہے تحریر کیجئے۔(ج) بالوں کی قسمیں واضح کیجئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس سے گزرا جس نے مہدی کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپؐ نے فرمایا یہ(مہندی کا خضاب) کتنا اچھا ہے۔راوی کہتے ہیں کہ پھر دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور وسم (ایک قسم کی گھاس جسکے پتوں سے خضاب کرتے ہیں مصباح ص۹۴۶) کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپؐ نے فرمایا یہ(خضاب) پہلے سے زیادہ اچھا ہے۔پھر ایک اور شخص گزرا جس نے زرد خضاب لگا رکھا تھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ان تمام سے بھی زیادہ اچھا ہے۔

(ب) کالا خضاب:۔جمہور علماء کرام نے کالے خضاب کو مکروہ قرار دیا ہے اور علامہ نوویؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی قول مختار

Scanned by CamScanner

ہے اور بعض علماء کرام نے فقط جہاد کے موقع پر دشمنوں کے سامنے رعب جمانے کے واسطے۔ کالے خضاب کی بھی رخصت دی ہے۔ اور بعض لوگوں نے عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ ص۲۳۳ ج ۸)

آپؐ نے خضاب لگایا کہ نہیں قول مختار کیا ہے؟

بعض روایات سے آپکا خضاب لگانا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اسکی نفی ہوتی ہے چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے حضرت قتادہؒ نے حضرت انس سے پوچھا ''هل خضب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال لم يبلغ ذالك وفي رواية لم يبلغ الخضاب شيباً'' اس سوال و جواب سے تو آپؐ کے خضاب لگانے کی صراحۃً نفی ہو رہی ہے۔ لیکن اسکے برعکس حضرت ابن عمرؓ کی روایت صحیحین میں موجود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ رأيت النبيؐ يصبغ بالصفرة۔ اس سے خضاب لگانے کا صراحۃً اثبات ہو رہا ہے لہٰذا اسمیں علماء کرام نے اسطرح تطبیق دی ہے کہ اکثر اوقات میں آپؐ خضاب نہیں فرماتے تھے بلکہ کبھی کبھی تھوڑے سے سفید بالوں میں خضاب لگالیا کرتے تھے۔ تو جس نے جو خبر دی صحیح خبر دی ہے فاخبر كل بما رأى وكلاهما صادقان البتہ راجح اور مختار قول کیا ہے؟ چنانچہ علامہ نووی صاحب نہایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ آپؐ علیہ السلام نے اکثر اوقات میں ترک خضاب فرمایا ہے البتہ گاہے بگاہے خضاب کو بھی استعمال کیا ہے۔ قال النوى المختار انّه صبغ في وقت وترك في معظم الاوقات فاخبر كل بمارأى وهو صادق وهٰذ التّاويل كالمتعين للجمع به بين الاحاديث (حاشیہ۱۳۔ شمائل ترمذی۴۔ حاشیہ۳۔ مشکوۃ شریف ص ۳۸۴) (مرقاۃ ص۲۵۷ ج ۸)

(ج) بالوں کے اقسام:۔ بالوں کی تین قسمیں کی جاتی ہیں (۱) وفرہ (۲) جمہ (۳) لمہ۔

وفرہ :۔ الوفرة الى شحمة الأذن۔ یعنی جب بال کان کی لو تک

پہونچ جائے تو اسے وفرہ کہتے ہیں۔

جمہ :۔ وإذا بلغت الى المنكبين فهى جمة۔ یعنی جب بال مونڈھوں تک پہونچ جائے تو اسے جمہ کہتے ہیں۔

لمہ :۔ واللمة إذا جاوزت شحمة الأذن۔ یعنی اگر کان کی لو سے آگے تجاوز کر جائے تو اسے لمہ کہتے ہیں۔ كذا قاله الجوهرى كما قال الشيخ ابن حجر فى شرح البخارى وقال ابن حجر قال شيخنا القول الثانى للجوهرى هو الموافق لاهل اللغة۔ انتهىٰ كلام ابن حجر (حاشیہ ۳ شمائل ترمذی شریف ص ۳)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۴

(۱۳۵) سوال:۔ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِىِّ صلّى الله عليه وسلّم فَقَالَ لَوْشِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِىْ رَأْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) یہاں تو لم یختضب ہے جبکہ بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہؓ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خضاب میں رنگا ہوا بال صحابہ کو دکھلایا، دونوں میں تطبیق کی صورت پیدا کیجئے (ج) حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے خضاب لگایا کہ نہیں؟ اور اگر لگایا تو کاہے کا۔ نیز خضاب کا حکم شرعی بیان کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے آپؐ کے خضاب کے بارےمیں پوچھا گیا (کہ آپؐ نے خضاب لگایا یا نہیں؟) تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں آپؐ کے سر مبارک کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا (تو یقیناً) شمار کر لیتا اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے خضاب نہیں لگایا۔

Scanned by CamScanner

(ب) لم یختضب سے وارد ہونے والے تعارض کا جواب

اس روایت اور حضرت ام سلمہ کی روایت میں اسطرح تطبیق دی گئی ہے (۱) لم یختضب۔ اکثری اور عمومی احوال پر محمول ہے، اور ام سلمہ کی روایت سے جو اثبات ہو رہا ہے، (وہ بعض احوال پر محمول ہے) یعنی کہ آپؐ نے اکثر و بیشتر خضاب نہیں لگایا البتہ کبھی کبھی لگایا ہے (۲) حضرت انس کی روایت لم یختضب کو حقیقت پر اور ام سلمہ کی روایت کو مجاز پر محمول کر لیا جائے۔ اس طرح کہ آپ کے بال کے رنگ در دسر کی بناء پر۔ مہندی لگانے کیوجہ سے متغیر ہو گئے تھے اسی وجہ سے لوگوں نے اسکو خضاب لگا ہوا گمان کیا۔ یا پھر بہت زیادہ خوشبوؤں میں ملوث (رکھے رہنے) رہنے کی وجہ سے رنگ میں تبدیلی آگئی تھی یا بالوں کی سفیدی سے پہلے بوڑھاپے کے وقت عام طور پر جو سرخی ظاہر ہونے لگتی ہے ممکن ہے اسی کو مجازاً خضاب کہدیا گیا ہو۔ (مرقاۃ ص ۲۵۸ ج ۸)۔

(ج) شیخین نے خضاب لگایا کہ نہیں؟

حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی خضاب لگایا ہے حضرت ابو بکر نے حناء اور کتم (ایک قسم کی گھاس جسکے پتوں سے خضاب لگایا جاتا ہے جسکو وسم بھی کہتے ہیں) دونوں کا خضاب لگایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقط حنّا (مہندی) کا خضاب لگایا ہے جیسا کہ حضرت انسؓ ہی کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی منقول ہے وقد اختضب ابو بکر بالحناء والکتم واختضب عمر بالحنّاء بحتاً (متفق علیه)

خضاب کا شرعی حکم:۔ کالے خضاب کے علاوہ دوسری چیزوں مثلاً حناء، کتم وغیرہ کا خضاب لگانا جائز ہے چنانچہ آپؐ نے اسکے بارمیں پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ما احسن ھذ۔ ھذ احسن من ھذ۔ ھذا احسن من ھذ اکلّه (رواه ابو داؤد) البتہ بعض علماء نے فقط جہاد کے موقع پر دشمنوں کے سامنے رعب جمانے کے واسطے کالے خضاب کی بھی رخصت دی ہے اور دوسرے بعض

حضرات نے کہا ہے کہ عورتوں کیلئے جائز اور مردوں کیلئے ناجائز ہے واللہ اعلم بالصواب (کما مر تحت سوال ۱۳۴)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۵

(۱۳۶) سوال:۔ وَعَنۡهَا (ای عائِشَةؓ) اَنَّهَا كانَتۡ قَدِ اتَّخَذَتۡ عَلٰى سَهۡوَةٍ لَهَا سِتۡرًا فِيۡهَا تَمَاثِيۡلُ فَهَتَكَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتۡ مِنۡهُ نُمۡرُقَتَيۡنِ فَكَانَتَا فِى الۡبَيۡتِ يَجۡلِسُ عَلَيۡهِمَا.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) پردے پر کیسی تصویریں تھیں ذی روح کی یا غیر ذی روح کی اور پردے کو پھاڑنے کی علت کیا ہے (ج) ان پردوں کو پھاڑنے کے بعد تکیہ بنانے پر آپؐ نے نکیر کیوں نہیں فرمائی۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شہ نشیں (یا طاق) پر پردہ ڈال رکھا تھا جس پر تصویریں تھیں۔ چنانچہ آپؐ نے (جب آپکی نظر اس پردہ پر پڑی) اس پردے کو پھاڑ دیا۔ پس حضرت عائشہ نے (مصرف نکالتے ہوئے) اس پردے کے دو تکیئے بنا لئے چنانچہ وہ دونوں گھر میں رکھے رہتے تھے اور آپ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے۔

(ب) پردے پر کیسی تصاویر تھیں؟ اس پردے پر تصاویر کے متعلق دونوں قول منقول ہے (۱) ذی روح کی تصویر تھی (۲) غیر ذی روح کی تصویر تھی۔

رہی علت آپؐ کے پھاڑنے کی۔ پس اگر ذی روح کی تصویر تھی۔ تو پھاڑنے کی علت خود انہی تصاویر کا ہونا ہے اور اگر غیر ذی روح کی تصویر تھی تو پھاڑنے کی علت (جو خود ایک دوسری روایت سے مفہوم ہوتی ہے کہ ان لم یأمرنا ان نکسوا الحجارة والطین) دیوار پر پردہ لگانا ہے۔ لیکن یہ نہی تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔

(ج) تکیئے بنا لینے پر آپؐ نے نکیر کیوں نہیں فرمائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس پردے کے دو تکیئے بنا لئے تو اس پر آپؐ نے اس لئے نکیر نہیں فرمائی کہ ان تکیوں کی تصویروں کا سر کاٹ کر بنایا گیا

Scanned by CamScanner

تھا۔اور اگر ذی روح تصویروں کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر گھر میں رکھنے اور استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔واذا حملت علی التصاویر یکون استعملها النمارق بقطع الرؤس (مرقاۃ ص ۲۷۰ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۹

(۱۳۷)سوال:۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عليه وسلَّم يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ مَا اَتَيْتُ اِنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا اَوْتَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً اَوْقُلْتُ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ۔

(الف)ترجمہ کیجئے(ب)حدیث شریف کا مطلب لکھئے(ج)روایت میں مذکورہ تینوں چیزوں کا عام مسلمانوں کیلئے کیا حکم ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر عمل سے لاپرواہ ہوں گا۔اگر میں تریاق(ایک دوا جو زہریلی چیزوں اور دیگر امراض کیلئے نہایت مفید ہے)پیؤں،یا گلے میں تعویذ ڈالوں،یا میں اپنے قصد وارادے سے اشعار کہوں۔

(ب)حدیث شریف کا مطلب:۔اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان اشیاء ثلثہ میں سے کوئی ایک چیز بھی مجھ سے صادر ہوگئی۔تو میرا بھی شمار انہی لوگوں میں سے ہوگا جو کسی بھی جائز وناجائز کام کے کرنے میں ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے گویا کہ جسکے اندر یہ اشیاء ثلثہ ہوں گی وہ لاپرواہ شمار کیا جائے گا۔المعنی ان صدر منی احد الأشیاء الثلثة کنت ممّن لا یبالی بما یفعل ولا ینزجر عما لا یجوز فعله شرعاً ذکره الطیبی وقد صرح به ابن الملك (مرقاۃ ص ۳۲۱ ج/۸)

(ج)عام مسلمانوں کیلئے اشیاء ثلاثہ کا حکم؟

آپ نے اپنے اوپر تو ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے لیکن امت کیلئے کچھ

اسطرح کا حکم ہے۔

تریاق۔وہ تریاق جس میں حرام چیزیں(مثلاً سانپ کا گوشت شراب وغیرہ)نہ ملائی گئی ہوں اسکا استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔

دلیل:۔ثم دعا بملح وماءٍ فجعله فی اناء ثم جعل یصبه علی اصبعه حیث لدغته۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زہریلے جانور کا زہر ختم کرنے کیلئے تریاق یا اس جیسی چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔

تعویذ گنڈے:۔تعویذ گنڈے بھی امت کیلئے مطلقاً حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کے نام سے استعانت لی گئی ہو یا ایسے الفاظ ہوں جنکے معنیٰ معلوم نہ ہوں۔تو یہ تعویذ اور گنڈے حرام ہیں۔

دلیل:۔ابن مسعود کی روایت میں ہے والرّقی الا بالمعوذات۔رقی کے اندر جھاڑ پھونک۔تعویذ،گنڈے وغیرہ تمام چیزیں شامل ہیں۔قال علیکم بالشفائین العسل والقرآن۔

اشعار:۔اشعار بھی مطلقاً ناجائز وحرام نہیں ہیں بلکہ وہ اشعار حرام ہیں جو مسلمانوں کی ہجو یا کذب بیانی اور معاصی کے الفاظ پر مشتمل ہو۔

دلیل:۔(۱)ان من الشعر حکمة۔اوکما قال(مشکوٰۃ شریف)۴۰۹)(مرقاۃ ص ۳۲۲ ج/۸)

(۲)قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم هو کلام فحسنه حسن وقبیحه قبیح(مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۱)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱

(۱۳۸)سوال:۔عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلّی الله علیه وسلّم يَقُوْلُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا اَلْفَالُ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا عَدْوٰی وَلَاطِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَلْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خط کشیدہ الفاظ کا مطلب لکھئے نیز طیرہ اور فال کے فرق کو اس طرح واضح کیجئے کہ معلوم ہو جائے "طیرہ کیوں مبغوض ہے اور فال کیوں ممدوح ہے (ج) لاعدویٰ اور فر من الجذوم، میں پائے جانے والے تعارض کو دفع کیجئے اور طیرہ، عیافہ میں فرق واضح کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدشگونی بے حقیقت ہے اور اس سے بہتر (اچھی چیز تو) فال ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عدویٰ (بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا) بدشگونی، ھامہ، صفر (یہ سب چیزیں) بے حقیقت ہیں (لیکن) تم جذامی (جسکو کوڑھ کا مرض ہو) اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عیافہ، طرق اور بدشگونی (یہ سب چیزیں) شیطانی امور ہیں۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کا مطلب:۔ **طیرہ**۔ پرندوں کے ذریعے نیک فالی یا بدفالی لینا مثلاً اُن کی آوازوں اور ناموں وغیرہ کے ذریعے۔ وھی التفاؤل بالطیر والتشاؤم بھا کانوا یجعلون العبرۃ فی ذالک تارۃ بالأسماء وتارۃً بالأصوات. (مرقاۃ ص ۳۴۱ ج ۸)

فال:۔ فال طیرہ کی ضد ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ مریض یا پریشان شخص اچھے کلمات سنے تو اس سے اچھا شگون اور اچھا معنیٰ ومطلب مراد لے۔

مثلاً یاراشد۔ یانجیح یاسالم۔ وغیرہ، الفال ضد الطیرۃ کان یسمع مریض یا سالم یا طالب (مرقاۃ ص ۳۴۱ ج ۸)۔

اسی روایت میں آگے آیا ہے۔ وما الفال قالؐ الکلمۃ الصّالحۃ یسمعھا احدکم (مفتق علیہ)

عدویٰ:۔ قاموس کے اندر مذکور ہے انہ الفساد۔ اور علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہاں عدویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ بیماری کا ایک شخص سے دوسرے شخص کو لگ جانا۔ وقال التورپشتی العدویٰ ھنا مجاوزۃ العلّۃ من صاحبھا الی غیرہ (مرقاۃ ص ۳۴۲ ج ۸)

ھامۃ:۔ یہاں پر ہامہ سے مراد اُلو ہے (۱) عرب کا باطل گمان تھا کہ جب میت کی ھڈیاں سڑ گل جاتی ہیں تو اسی سے ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے جو ھامہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور میت کی قبر سے نکل کر آتا ہے پھر ادھر ادھر گھومتا رہتا ہے اور اپنے گھر والوں کی خبروں کو معلوم کر کے چلا جاتا ہے۔ ان عظام المیت اِذا بلیت وعدمت تصیر ھامۃ وتخرج من القبر و تتردد وتأتی باخبار اھلھا.

(۲) بعض لوگوں نے ہامہ کا مطلب بیان کیا ہے کہ عرب کا گمان تھا کہ جب کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو خود مقتول یا اسکی روح ہامہ کی شکل میں آجاتی ہے اور کہتی ہے کہ اسقونی اسقونی۔ مجھے پانی پلاؤ۔ پانی پلاؤ یا پھر قاتل کو قتل کرنیکی کوشش کرتی ہے۔ اور جب وہ شخص مرجاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے، تو پھر وہ روح جو ہامہ کے شکل میں تھی غائب ہو جاتی ہے۔

صفر:۔ (۱) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ عرب کا گمان تھا کہ انسان کے پیٹ میں ایک جانور ہوتا ہے وہ بھوک کے وقت پیٹ میں کودنا اور کاٹنا شروع کر دیتا ہے اور بسا اوقات انسان کو ہلاک بھی کر دیتا ہے۔ (۲) علامہ قاضیؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اس سے عرب کے اس وہم کی نفی مقصود ہو جو اُنکا عقیدہ تھا کہ صفر بکثرت فتنوں اور مصیبتوں والا منحوس مہینہ ہے شارع علیہ السلام نے ان تمام باطل عقائد کی نفی فرمادی۔ قال النووی کانت العرب تعتقداَنّ فی البطن دابۃ تھیج عند الجوع وربما قتلت صاحبھا.... وھذ التفسیر ھو الصحیح. قال القاضی ویحتمل ان یکون نفیًا لما یتوھم ان شھر صفر تکثر فیہ الدّواھی والفتن (مرقاۃ ص ۳۴۴ ج ۸)

عیافہ:۔ العیافہ بکسر العین۔ پرندوں کو ھشکار کر انکے ناموں سے نیک فالی وبد فالی لینا مثلاً عُقاب کے نام سے عقاب وسزا، اور غُراب کے نام سے غربت ومفلسی اور ھُد ھُد کے نام سے ھدایت وغیرہ کا فال لینا۔ وھی زجر الطیر والتفاؤل والا عتبار فی ذالک بأسماء ھا (مرقاہ ص ۳۴۷ ج ۸)

الطرق:۔ بفتح الطاء وسکون الرا۔ پہلے زمانے میں خاص طور سے

Scanned by CamScanner

عرب کی عورتیں کنکریاں مار کر فال لیا کرتی تھی۔اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ریت وغیرہ میں خط (لکیر) کھینچنا ہے جیسا کہ علم رمَل جاننے والے خط کھینچ کرغیب کی خبریں دیا کرتے ہیں(اعاذنا الله منه)الطرق وهو الضرب بالحصیٰ الذی تفعله النساء! وقیل الخط فی الرمّل کذا فی النهایه (مرقاة ص۳۴۸ ج/۸).

فال وطیرہ کے مابین فرق:۔فال اور طیرہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ فال خیر اور اچھی باتوں کے ساتھ خاص ہے اگر چہ کبھی کبھی بری باتوں کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔اور طیرہ تو بری ہی چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے خیر میں اسکا استعمال ہوتا ہی نہیں۔اس فرق کے بعد اچھی طرح یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ فال اسلئے ممدوح ہے کہ اس کے اندر خیر ہوتا ہے اور طیرہ اس لئے مبغوض ہے کہ اس کے اندر شر ہی شر ہوتا ہے۔المستفاد من القاموس ان الفال مختص بالخیر،وقد یستعمل فی الشر۔والطیرة لا یستعمل اِلّا فی الشر فهما ضدّان فی اصل الوضع (مرقاة ص ۳۴۱ ج/۸)

(ج) دفع تعارض:۔لاعدوی اور فرّ الخ میں تعارض کو اسطرح ختم کیا گیا ہے کہ لاعدوی کا مقصد ان لوگوں کے باطل عقیدے اور نظریئے کی تردید کرنا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مادّی اشیاء کی جو علّتیں ہیں وہ خود مؤثر بالذات ہیں چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ عدوی کی کوئی حقیقت نہیں ہے فقط مشیت الٰہی پر ساری چیزیں موقوف ہیں۔

فر من المجذوم الخ:۔اور چونکہ جاہل و باطل عقیدے والے علت مادّی کو موثر بالذات قرار دیتے ہیں اسی لئے ایسے لوگوں کو فتنے میں مبتلا ہونے سے بچانے کیلئے شارع علیہ السلام نے یہ حکم بھی بیان فرمادیا کہ جذامی اور مریض سے دور رہا کرو۔تاکہ عقائد میں خرابی نہ ہدا ہونے پائے ورنہ تو ہر چیز اللہ کی مشیّت ہی پر مبنی ہے۔وبیَّن بقوله فرّمن المجذوم ان مدناة ذالک بسبب العلة فَلْيَتَّقِهُ (مرقاة ص ۳۴۳ ج/۸)

طیرہ وعیافہ میں فرق:۔طیرہ اور عیافہ میں فرق یہ ہے کہ طیرہ کے اندر بدشگونی پرندوں کے علاوہ دوسرے جانوروں کے ناموں وغیرہ کے ذریعے بھی لی جاتی ہے۔اور عیافہ کے اندر فقط پرندوں ھی کے ذریعے اور فقط انکے ناموں سے بدشگونی لی جاتی ہے (مرقاۃ ص ۳۴۸ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۵

(۱۴۹) سوال:۔عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلّی الله علیه وسلّم فَقَالَ رَأَیْتُ فِیْ الْمَنَامِ کَأَنَّ رَأْسِیْ قُطِعَ قَالَ فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی الله علیه وسلّم وَقَالَ اِذَا لَعِبَ الشَّیْطَانُ بِأَحَدِکُمْ فِیْ مَنَامِهٖ فَلَا یُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ و مطلب لکھئے (ب) اہل تعبیر کے یہاں قطع رأس کی تعبیر کیا ہے؟ (ج) خواب کی قسمیں بیان کرتے ہوئے بتلایئے کہ آپؐ نے تعبیر دینے کے بجائے یہ طرز عمل کیوں اختیار فرمایا۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک (دیہاتی) آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کاٹ دیا گیا۔حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (یہ خواب سنکر) ھنس دیئے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کے خواب میں شیطان تماشہ (کھلواڑ) کرے تو وہ اس خواب کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔

حدیث شریف کا مطلب:۔اولاً تو اس حدیث شریف کے اندر ایک دیہاتی کا آپ علیہ السلام سے اپنا خواب ذکر کرنا مذکور ہے ثانیاً آپ علیہ لسلام کا پوری امت کیلئے جرنل فارمولا بیان فرمانا مذکور ہے۔

اذا لعب باحد کم الشیطان الخ:۔اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کا خواب لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جو خواب بُشری

Scanned by CamScanner

من اللہ ہو، اور جس سے فرحت قلبی حاصل ہو، اس طرح کے خواب بیان کرسکتا ہے لیکن ماہرین معبرین سے بیان کرے ہر ایسے ویسے کے سامنے بیان نہ کردے۔

(ب:) اہل تعبیر کے یہاں قطع رأس کی کیا تعبیر ہے؟

قطع رأس کی مختلف احوال کے اعتبار سے مختلف تعبیریں ہوتی ہیں (۱) اگر دنیوی اور اخروی نعمتیں حاصل ہیں تو قطع رأس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ نعمتیں اس خواب دیکھنے والے سے زائل ہونے والی ہیں (۲) اگر غلام ہے تو اسکی تعبیر آزادی ہے (۳) اگر مریض ہے تو اسکی تعبیر شفایاب ہونا ہے (۴) اگر مدیون ہے تو اسکی تعبیر قرض کی ادائیگی ہے (۵) اگر کسی شخص نے ابھی حج بیت اللہ نہیں کیا ہے تو اسکی تعبیر حج کرنا ہے (۶) اگر غمگین ہے تو فرحت ومسرت حاصل ہونا ہے (۷) اگر خوف زدہ ہے تو مامون ومحفوظ ہونا ہے (مرقاۃ ص ۳۹۰ ج/۸)۔

(ج) خواب کی قسمیں اور آپؐ کے ہنسنے کی توجیہہ؟

بخاری شریف کے اندر رؤیا المؤمن جزء من ستّة واربعین جزءً من النبوة کی حدیث کے تحت علامہ ابن سیرینؒ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔ وانا اقول الرؤیا ثلثٌ حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من الله ۔ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں، اور آپ علیہ السلام نے اس شخص کو تعبیر دینے کے بجائے ضحک فرمایا اسکی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا تھا کہ یہ اضغاث احلام (خیالی باتیں) کے قبیل سے ہے۔ یا اسکی تعبیر مکروہ اور بری تھی اسی لئے آپؐ نے اسکو تعبیر نہ بتلا کر بات ٹال دی (مرقاۃ ص ۳۹۰ ج/۸)۔

مشکوۃ شریف: ص ۴۰۹

(۱۴۰) سوال:۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ

علیه وسلّم لَاَن یَّمْتَلِیَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیَهٗ خَیْرٌ مِنْ اَن یَّمْتَلِیَ شِعْرًا.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خط کشیدہ لفظ کی لغوی صرفی تحقیق کیجئے (ج) کیا ہر طرح کے اشعار کا یہی حکم ہے یا مذموم شعر کے ساتھ خاص ہے۔ اگر خاص ہے تو مخصص کیا ہے۔ تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ یاد رکھو! کسی شخص کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا جو اسکے پیٹ کو خراب کردے اس سے بہتر ہے کہ (اسکا پیٹ) (مذموم) اشعار سے بھرے۔

یریه کی لغوی، صرفی تحقیق:۔ یریه ۔ یہ لفظ وریٌ سے مشتق ہے فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے وری یروی وریا بابه ضرب القیح جوفه خراب، کرنا گلا دینا، اور ہ ضمیر کا مرجع جوف ہے۔

(ج) کیا ہر طرح کے اشعار کا یہی حکم ہے

یہ حکم ان اشعار کا ہے جو انسان کے قلب ودماغ پر غالب آجائیں اور تلاوت قرآن ودیگر علوم شرعیۃ اور ذکر اللہ وغیرہ سے غافل کردیں۔ یا ایسے اشعار جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی گئی ہو۔ یا صحابہ ودیگر مسلمانوں کی ہجو کی گئی ہو ان تمام اشعار کا یہی حکم ہے اور ہر طرح کا شعر اس حکم میں داخل نہیں ہے۔ ورنہ تو آپؐ نے خود حضرت حسّان بن ثابت سے فرمایا تھا۔ اُهْجُ المشرکین فان جبرئیل معک (متفق علیه) (مرقاۃ ص ۵۴۶ ج/۸)

اور اس کیلئے مخصص کیا ہے؟

بعض اشعار کو جو خاص کرلیا گیا ہے اس کے لئے مخصص حضرت عائشہ کی روایت ہے جس میں آپ کے سامنے شعر کا تذکرہ کیا گیا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا

Scanned by CamScanner

هو كلام فحسنهٗ حسن وقبيحه قبيح (مشكوٰة شريف ص ۴۱۱ .دار قطنی)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۵

(۱۴۱)سوال:۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِالْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوا وُضُوْءَكُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَامْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْماً اٰخَرَ قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟قَالَ اِغْتَبْتُمْ فُلَاناً.

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کریں(ب)روایت کا ظاہر یہ ہے کہ غیبت سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے،اورروزہ بھی فاسد ہوجاتا ہے ائمہ کرام کا اختلاف مدلل لکھیں(ج)اگر یہ روایت جمہور کے خلاف ہوتو اسکی قابل قبول تاویل کریں۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ (ایکدن)دوآدمیوں نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے) ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اوردونوں روزے سے تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں اپنی وضواور نماز کولوٹالواوراپنے روزے کو مکمل کرلولیکن (احتیاطاً) اس (روزے) کی کسی دوسرے دن قضاء بھی کرڈالو۔تو ان دونوں آدمیوں نے عرض کیا یارسول اللہ ایسا کیوں؟ آپؐ نے فرمایا (اسلئے) کہ تم دونوں نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔

(ب) کیاغیبت ناقض وضواور مفسد صوم ہے؟

مع اختلاف ائمہ مدلل

- ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ غیبت مفسد صوم اور ناقض وضو نہیں ہے البتہ **سفیان ثوری** رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیبت مفسد صوم ہے کما ذکر فی احیاء

العلوم(اشعۃ اللمعات ص۹۰ ج/۹)

جمہور کی دلیل:۔جمہور کی دلیل یہ ہے کہ مفسد صوم وغیرہ کوئی چیز مثلاً اکل وشرب جماع۔پائی نہیں گئی اسی طرح کوئی ایسی چیز بھی نہیں پائی گئی جو ناقض وضو ہولہٰذ نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ وضوٹوٹے گا۔

سفیان ثوری کی دلیل:۔حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہی حدیث باب ہے۔

(ج)حدیث باب کا جواب:۔اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا ارشادگرامی اعیدوا الخ۔زجروتوبیخ اورتغلیظ پر محمول ہے،ولعلہٗ هنا اظهر الزجر الشّديد التغليظ والوعيد(مرقاة ص ۲۰۹ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۷

(۱۴۲)سوال:۔عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وسلَّم قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ اَوْلَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهٖ اِنَّ اللهَ قَدْاَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ اَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْاٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ.

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے(ب)حدیث شریف کی تشریح کیجئے (ج)خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھئے۔

جواب:۔(الف)**ترجمہ**:حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا"لوگ اپنے ان آباءواجداد،پرفخر کرنا چھوڑدیں جومر چکے ہیں(جنکی حقیقت اسکے سوا کچھ نہیں کہ)وہ دوزخ کا کوئلہ بن گئے۔ورنہ (اگر فخر کرنے سے بازنہ آئے تو)وہ خداکے نزدیک گوہ(غلاظت)کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جوگوہ(غلاظت)کواپنی ناک سے ہٹاتا(ڈھکیلتا ہوا لیجاتا)

Scanned by CamScanner

ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو اور باپ، داداؤں پر فخر کرنیکی عادت کو دور کردیا ہے یاد رکھو! آدمی یا تو مؤمن متقی ہے یا فاجر و بدکار (اور) سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے (پیدا کئے گئے) ہیں۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح:۔ اس حدیث شریف کے اندر آپ علیہ السلام نے اپنی قوم (امت) کو فخر و تکبر سے منع فرماتے ہوئے وعید شدید، اور منع کرنے کی علت کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے ینتہین اقوام الخ۔ کے ذریعے فخر و تکبر سے منع فرمایا ہے اور اولیکونن اھون الخ سے وعید شدید کو ذکر کیا ہے اور اِن اللہ قد اذھب عنکم الخ سے علت ممانعت عن الفخر کو بیان کیا ہے۔

ینتہین اقوام الخ:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ بخدا! لوگ اپنے مرے ہوئے کافر آباء پر ہرگز فخر نہ کریں کیونکہ انکی حقیقت جہنم کے کوئلے سے کچھ زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ آج نہیں تو کل قیامت کے دن انکو جہنم کی آگ میں جل کر راکھ ہو جانا ہے اور کوئلہ تو ایسی شی نہیں ہے جس کی فضیلت و کمال کی وجہ سے فخر کیا جا سکے۔

اولیکونن اھون علی اللہ الخ:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات واقع ہو کر رہیگی (۱) یا تو فخر و غرور سے باز آجائیں (۲) یا پھر عنداللہ غلاظت کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہونے کیلئے تیار ہو جائیں ۔والمعنی ان احد الأمرین واقع البتّۃ اِما الأنتھاء عن الأفتخار اوکونھم اذل عند اللہ تعالیٰ من الجعل الموصوف (مرقاۃ ص ۶۳۶ ج ۸) یہی مطلب سب سے زیادہ درست ہے والصواب ما قد مناہ

ان اللہ قد اذھب عنکم الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ فخر و غرور کا زمانہ جب تھا جبکہ جاہلیت کا دور دورہ تھا اور اب اسلام آگیا ہے اور اسلام میں فخر و غرور کسی مخلوق کیلئے نہیں ہے فقط خالق کے ساتھ خاص ہے۔ کما قال اللہ "الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیھما قصمتہٗ (حدیث قدسی) (مرقاۃ ص ۶۳۸،۶۳۷ ج ۸)۔

انما ھو مؤمن تقی الخ:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مفتخر و متکبر یا تو مومن ہوگا یا

کافر و فاجر۔ اگر مومن ہے تو اسکی شایان شان نہیں ہے کہ کافر آباؤ اجداد پر فخر کرے کیونکہ کامیابی و کامرانی کا مدار خاتمہ علی الایمان پر ہے واللہ اعلم بمن اتّقیٰ۔ (مرقاۃ ص ۶۳۷ ج ۸)

الناس کلھم بنو آدم:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اصل اور اسکا عنصر متواضع و متذلّل مٹی ہے لہٰذا آدمی کو بھی اپنی اصلیت کو برقرار رکھنا چاہئے۔ فلا یلیق بمن اصلہ التراب النخوۃ والتجبر۔ یعنی کہ فخر سے اجتناب اور تواضع وانکساری کو اختیار کرنا چاہئے (مرقاۃ ص ۶۳۸ ج ۸)۔

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق

:۔ فحم، فحم کی جمع فحام۔ فُحوم باب کرم سے آتا ہے فَحُمَ یفحُمُ فحماً کالا ہونا۔ الجعل بضم جیم وفتح عین وھو دُویبۃ سوداء ترید الغائط (مرقاۃ ص ۶۳۶ ج ۸) یعنی کہ جعل جیم کے ضمے اور عین کے فتحے کے ساتھ وہ چھوٹا سا سیاہ فام کیڑا جو غلاظت تلاش کرتا رہتا ہے۔ اسکی جمع جِعْلانٌ آتی ہے ید ھدہ۔ ای ید حرجہ (بحوالہ مذکورہ) یعنی کہ ید ھدہ کے معنی ہیں لڑھکانا۔ ڈھکیلنا۔ دھدہ ید ھدہ دھدھۃ باب فعللۃ الخراء۔ فی نسخۃ مصححۃ بکسر الخاء ممدوداً وھو العذرۃ ۔والاسم منہ الخِزاء بالکسر۔ یعنی کہ خراء الف ممدودہ کے ساتھ صحیح نسخہ ہے اسکے معنی گوہ (غلاظت) کے ہیں اور خَری بروزن فرِح کا اسم ہے اور خاء پر کسرہ ہے (مرقاۃ ص ۶۳۶ ج ۸) عبیۃ۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ عبیۃ عین کے ضمے اور کسرے دنوں کے ساتھ منقول ہے بمعنیٰ کبر۔ وجبر اور محدثین کرام سے یاء مشددہ کے ساتھ منقول ہے بضم العین المھملۃ وکسرھا ای کبر وتجبرٌ والمحفوظ عن اھل الحدیث تشدید الیاء۔ (مرقاۃ ص ۶۳۶ ج ۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹

(۱۴۳) سوال:۔ عَنْ ثوبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لَایَرُدُّ الْقَدْرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ

Scanned by CamScanner

الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) دعاء سے تقدیر کے بدلنے کا مطلب لکھئے (ج) عمر میں نیکی کی وجہ سے اضافہ کا مطلب لکھئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا کے علاوہ تقدیر کو کوئی اور چیز نہیں بدلتی اور عمر کو دراز کرنے والی کوئی اور چیز نہیں ہے سوائے (والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ) حسن سلوک کے۔ بیشک آدمی رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اس گناہ کی وجہ سے جسکو وہ کرتا ہے۔

(ب) دعاء سے تقدیر بدل جاتی ہے؟

دعاء سے تقدیر بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ (۱) بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو منجانب اللہ مقدر ضرور ہوتے ہیں لیکن اگر دعاء کردی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو مٹادیتے ہیں اسی کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ لولا الدعاء لکان مقدّراً۔

(۲) یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کے ذریعے تقدیر تو نہیں بدلتی لیکن جو بات مقدر ہوتی ہے وہ اس طرح سہل اور آسان ہوجاتی ہے گویا کہ مٹادی گئی۔

(ج) عمر میں نیکی کی وجہ سے اضافہ کا مطلب

عمر میں نیکی کی وجہ سے اضافے کا (۱) ایک مطلب تو وہی ہے جو سابق میں گزرا یعنی کہ اللہ کی جانب سے یہ متعین ہوتا ہے کہ اگر بندے نے نیک کام کئے تو اسکی عمر مثلاً ۶۰ برس کی ہوگی ورنہ ۴۰ برس کی عمر ہوگی۔ لولا البر لکان قصیرٌ (۲) دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت ہونا ہے یعنی کہ کم عمر میں بہت سارا کام انجام دے لے گا (والمراد بزیادة العمر البرکة فیه) اور زندگی نہایت خوشگوار گزرے گی اور نیکی کے کام آدمی کو زیادہ پسند ہوں گے۔ (مرقاۃ ص۱۶۱ ج۸)

مشکوٰۃ شریف ص۴۲۲

(۱۴۳) سوال:۔ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ اَلضَّعِيْفُ الَّذِىْ لَا زَبْرَ لَهُ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَا يَبْغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَالْخَائِنُ الَّذِىْ لَا يَخْفٰى لَهُ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهُ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِىْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكِذْبَ وَالشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں (ب) پانچوں قسموں کی تشریح کریں (ج) خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت کریں۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت عیاض بن حمارؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں جانے والے (اپنے افعال بد کی وجہ سے مستوجب عذاب) پانچ (طرح کے لوگ) ہیں (۱) کمزور عقل والا کہ اسکی عقل کی کمزوری اسکو ناشائستہ امور سے باز نہ رکھے، یعنی کہ وہ لوگ جو تمہارے تابع ہیں جنکو نہ بیوی کی خواہش ہوتی ہے اور نہ مال کی پرواہ (نہ انکو جائز طریقے سے جنسی خواہش پوری کرنے کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ حلال وجائز مال کی پرواہ) (۲) وہ شخص جو خائن وبددیانت ہوتا ہے کہ اسکی طمع (لالچ) کسی پوشیدہ چیز کو بھی اسکے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی الا یہ کہ وہ خیانت وبددیانتی کردیتا ہے خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور کمتر چیز کیوں نہ ہو (۳) اور وہ شخص جو صبح وشام تمہارے اہل وعیال اور مال میں دھوکہ دینے کے چکر میں لگا رہتا ہے (۴) اور آپ نے بخل یا کذب کا ذکر فرمایا (۵) بدخلق فحش گو یہ جہنمیوں کی پانچویں قسم ہے۔

(ج) اقسام خمسہ کی تشریح:۔ الضعیف الذی لازبر له الخ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جہنم کی پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنکے پاس خود کوئی ذاتی رائے اور عقل وبصیرت نہیں ہوتی، جو انہیں نامناسب اور برے کاموں سے روک

سکے۔علامہ تورپشتی نے اسکا دوسرا مطلب بیان کیا ہے کہ ایسے ضعیف وکمزور لوگ جنہیں اپنی خواہشات نفسانی اور شہوت پر قابو نہیں ہوتا اور فحش وبرے کاموں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور حرام باتوں سے اجتناب نہیں کرتے۔انہی ضعفاء اور کمزور لوگوں کا بیان، الذین ھم فیکم تبع ۔میں فرمایا ہے یعنی کہ وہ ضعفاء اور کمزور تمہارے ماتحت اور خدام ہیں جو نہ جنسی خواہشات کے معاملے میں حلال وحرام کی پرواہ کرتے ہیں نہ اکتساب وکمائی کے معاملے میں، بلکہ انکا مقصد امراء اور حکّام کی خدمت کرنا اور کھانا پینا ہوتا ہے حلال مال سے ہو یا حرام مال سے، اور انہیں دین وشریعت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔والخائن الذی لایخفی له طمع الخ ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ (۱) ایسا شخص بھی جہنمی ہے جو حرص ولالچ کو بالکل نہیں چھوڑتا اگرچہ اسکو خیانت ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔والمعنی انه لا یتعدی عن الطمع ولو اَحتاج الی الخیانة (۲) ایسا شخص جس کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش کی جائے کہ جس میں لوگ طمع کرتے ہوں اسمیں ضرور خیانت کرڈالتا ہے (والمعنی لایظھرله شئ یطمع فیه اِلا خانه۔وان دق) خواہ وہ شی کتنی ہی حقیر وکمتر کیوں نہ ہو۔پہلا مطلب زیادہ مناسب ہے۔

ورجل لایصح ولا یمسی الخ ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص بھی جہنمی ہے جو تیرے اہل وعیال اور مال میں خیانت کرنے کے درپے رہتا ہے یعنی تو اسکو اپنا قریبی اور دوست سمجھتا ہے اور وہ شخص دوستی کی آڑ میں تیرے اہل وعیال سے متعلق برے خیالات رکھتا ہے اور تیرے مال میں غلط اور حرام تصرفات کرنا چاہتا ہے ۔وذکر البخل او الکذب الخ ۔یعنی کہ راوی کو آپ کے الفاظ بخیل یا کاذب کے بارےمیں یاد نہ رہے اسی وجہ سے ذکر الخ سے اجمالاً بیان کردیا۔اور البخل او الکذب میں اگر صحابی کو شک ہے تو ذکر کا فاعل آپ علیہ السلام ہیں اور اگر تابعی کو شک ہے تو فاعل عیاض بن حمار ہیں یعنی کہ بخیل وکذاب بھی جہنمی ہیں۔

بخیل ار بود زاھدِ بحر وبر ☆ بہشتی نہ باشد بحکم خبر (شیخ سعدیؒ)

الصدق ینجی والکذب یھلک۔

والشنظیر الفحاش: ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو بدخلق وبدخو ہونے کے ساتھ ساتھ بدگو اور بدزبان بھی ہو اسکا بھی ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔والمعنی انه مع سوء خلقه فحاش فی کلامه (مرقاۃ ص ۶۹۴ تا ۶۹۶ ج/۸)

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت زبر ۔قاموس کے اندر ہے کہ زبر ۔عقل، وکمال اور صبر اور روکنے ومنع کرنے وغیرہ کے معنیٰ میں آتا ہے وفی القاموس الزبر العقل والکمال والصبر والانتھاء والمنع والنھی (بحوالۂ مرقاۃ ص ۶۹۴ ج/۸)

الشنظیر:۔الشنظیر بکسر الشین والظآء بینھما نون ساکنة ۔اسکے معنی بدخلق بری عادت واطوار والا۔الشنظیر ...السئ الخلق (مرقاۃ ص ۶۹۶ ج/۸).

الفحاش ۔مبالغہ کا صیغہ ہے فعّال کے وزن پر بہت زیادہ فحش گوئی کرنے والا المکثر للفحش (مرقاۃ ص ۶۹۶ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۷

(۱۴۵) سوال:۔عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلّی الله علیه وسلّم لَا تَحَسَسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَاللهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث شریف کے تمام الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے (ج) عباداللہ کے منصوب ہونیکی علت تحریر کیجئے۔نیز تجسس وتحسس کے معنی میں فرق کو واضح کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**:۔حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ (بلاضرورت دوسروں کے احوال اور، اپنے سے غیر متعلق امور کی) ٹوہ میں نہ رہو۔اور کسی کی جاسوسی نہ کرو اور کسی کا سودا نہ بگاڑو

Scanned by CamScanner

،اور آپسمیں حسد نہ رکھو اور آپسمیں بغض وعداوت نہ رکھو اور آپسمیں غیبت نہ کرو۔ اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ اور ایک روایت میں و لاتنافسوا بھی آیا ہے یعنی کہ آپسمیں حرص نہ کرو۔

(ب) الفاظ کی تحقیق:۔ ولاتحسوا۔ تحسس کے مختلف معانی آتے ہیں

(۱) کسی شخص کی مخفی بری باتوں کو غور سے سننا۔ الاستماع لحدیث القوم عن بواطن الامور واکثر مایقال فی الشر۔

(۲) غیر موجودہ احوال واخبار کی معرفت طلب کرنا ھما (التحسس والتجسس) بمعنی وھو طلب معرفة الاخبار الغائبة والاحوال)۔ جس سے بدظنی پیدا ہو جائے لاتجسسوا۔ تجسس اس کے بھی مختلف معانی آتے ہیں۔

(۱) مخفی و پوشیدہ امور کے بارےمیں تحقیق و تفتیش کرنا (۲) غائب احوال واخبار کی معرفت طلب کرنا جس سے بدظنی پیدا ہو جائے (۳) لوگوں کے پوشیدہ اور مخفی امور کے بارےمیں بذات خود تحقیق کرنا۔ التفحص عن عورات الناس وبواطن امورھم بنفسه۔ (مرقاۃ ص۲۶۰ ج/۸)

لا تناجشوا۔ تناجش اسکے بھی مختلف معانی آتے ہیں۔

(۱) لوگوں کی سامنے اپنی بڑائی اور بلندی کو طلب کرنا (۲) کسی شخص کو برائی یا جھگڑے پر ابھارنا (۳) ثمن میں اضافہ کرنا دوسرے مشتری کو دھوکہ دینے کیلئے (جبکہ خود خریدنا بھی مقصود نہ ہو) تاکہ وہ زیادہ قیمتوں کے ساتھ سامان کو خرید لے۔

لا تحاسدوا:۔ تحاسد کسی شخص کا دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا خواہ خود کو حاصل ہو یا نہ ہو، لاتباغضوا تباغض۔ شرعی احکام ومسائل میں خواہشات نفسانی کی بنا پر آپس میں اختلاف وانتشار پیدا کرنا اور خود ساختہ افکار ونظریات کو دین میں داخل کرنا آپسمیں بغض وعداوت رکھنا۔

ولا تدابروا:۔ تدابر اسکے معنیٰ ہیں آپسمیں ایکدوسرے سے قطع تعلق کرنا (۲) کسی کی غیبت کرنا۔ (مرقاۃ ص۲۶۱ ج/۸)۔

لا تنافسُوا:۔ تنافس۔ لفظ تنافس لغوی طور پر تحاسد کے معنیٰ میں ہے، لیکن تنافس کے معنیٰ دنیا کی طرف رغبت ومیلان رکھنا بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے اس وجہ سے ترجمہ میں حرص کا معنیٰ کیا گیا ہے البتہ پسندیدہ اور عمدہ چیزوں اور اخروی امور میں ایکدوسرے سے تنافس کرنا پسندیدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فلیتنافس المتنافسون (مرقاہ ص ۲۶۲ ج/۸)

(ج) عباداللہ منصوب کیوں؟ عباداللہ (۱) یا تو کونوا کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اخوانا اس سے بدل یا خبر ثانی ہے (۲) یا پھر عباداللہ منادیٰ ہے اور حرف ندا یا محذوف ہے۔ خبر اٰخر او بدل اوھو الخبر وعباد الله منصوب علی الاختصاص بالنداء (مرقاۃ ص۲۶۱ ج/۸)

تجسُّس وتحسس میں فرق :۔ تجسس وتحسس میں فرق یہ ہے کہ (۱) تجسس لوگوں کی مخفی رازوں اور پوشیدہ امور کو بذات خود معلوم کرنا۔ اور تحسس عام ہے خواہ خود معلوم کرے یا کسی کے توسط سے۔

(۲) تجسس:۔ کسی قوم کی مخفی باتوں کے بارےمیں معلومات کرنا۔ تحسس، کسی قوم کی مخفی باتوں کو غور سے سننا (وغیر ذلک) (مرقاۃ ص۲۶۰ ج/۸)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۸

(۱۴۶) سوال:۔ عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلی الله علیه وسلّم یَقُوْلُ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَیَنْمِیْ خَیْرًا۔

(الف) ترجمہ لکھئے (ب) مسلم شریف کی روایت میں مزید دو چیزوں میں کذب کی اجازت دی گئی ہے ان کو بھی تحریر کیجئے (ج) ان تینوں امور میں کذب حقیقی مراد ہے یا کذب صوری؟

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں جو (اپنے جھوٹ

Scanned by CamScanner

کے ذریعے) لوگوں کے درمیان اصلاح کرائے (یعنی کی باہمی عداوت ودشمنی رکھنے والوں میں صلح وصفائی کرائے) اور (آپسمیں دشمنی رکھنے والوں میں سے ہرایک سے) بھلی بات کہےاور (دونوں طرف سے) (بھلی) بات کوپہونچائے۔

(ب) مسلم شریف کی روایت میں بیان کردہ دوجھوٹ؟

مسلم شریف کے اندر اصلاح بین الناس کے ساتھ ساتھ مزید دو چیزوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے (۱) الحرب یعنی کہ میدان جنگ میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اسطرح کہ مجاہدین سے کہے کہ مسلمانوں کی کثرت ہے اورتمہاری مدد کیلئے ایک جماعت آنے والی ہے یایوں کہے کہ دیکھوفلاں تمہارے پیچھے تمہیں مارنے کیلئے آرہاہے (۲) کذب الرجال مع ازواجھم۔اسکی صورت یہ ہے کہ شوہرعورت کے سامنے زیادہ سے زیادہ محبت ظاہر کرے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہو، تاکہ دونوں میں خوب محبت بڑھ جائے مثلاًیوں کہے۔لااحد احب الی منک کہ مجھے سب سے زیادہ تجھ ہی سے محبت ہےاسی طرح اس کیلئے اچھے اچھے کپڑے اور عمدہ سامان لانے کے وعدے کرے اورتمنا دلائے تاکہ وہ خوش ہو اورمحبت میں اضافہ ہواورعورت کوبھی اجازت ہے کہ مرد کے سامنے اسکوخوش کرنے کیلئے خلاف واقعہ باتوں کو بیان کرے بشرطیکہ حد شرعی سے تجاوز نہ ہو (مرقاۃ ص ۶۶۷ج/۸)۔

(ج) کذب حقیقی مراد ہے یا کذب صوری؟

یہاں حدیث شریف کے اندر کاذب نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی کاذب نہیں ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۴۳۳

(۱۴۷) سوال:۔عنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رسولُ الله صلّی

الله علیه وسلّم اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيْمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) ہرہر جزو کی تشریح کیجئے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت حارثہ بن وہب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنتیوں کوبتلاؤں (یعنی کون لوگ جنتی ہیں؟ پس سنو) ہر کمزور وضعیف شخص (جنتی ہے) کہ جسکو لوگ حقیر وضعیف سمجھیں (حالانکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے اس قدر اونچا رتبہ رکھتا ہے کہ) اگر اللہ (کے بھروسہ) پرقسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکوضرور سچ فرمادے۔اور کیا میں تمہیں دوزخیوں کوبتلاؤں (سنو) ہروہ شخص (دوزخی ہے) جوجھوٹی اورلغو باتوں پر سخت گوئی کرنے والا جھگڑالوہو، مال جمع کرنے والا بخیل ہواورتکبر کرنے والا ہو۔اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہروہ شخص (دوزخی ہے) جو مال جمع کرنے والا بخیل، حرام زادہ، تکبر کرنے والا ہو۔

(ب) ہرہر جزء کی تشریح:۔کل ضعیف۔ضعیف سے مراد ہروہ شخص ہے جوگھمنڈی اورتکبر کرنے والا۔نیز لوگوں پرظلم وزیادتی کرنے والانہ ہو والا ظهر ان معناه انه ليس بمتكبرٍ جبارٍ (مرقاۃ ص ۸۲۷ج/۸)۔

متضعف۔متضعف عین کے فتحے اورکسرے دونوں کے ساتھ منقول ہے اور یہ لفظ بطورتاکید کے لایا گیا ہے جیسے کہ ظل ظلیل۔القناطیر المقنطرہ۔کے اندر لفظ ثانی اول کی تاکید کیلئے لایا گیاہے۔اورتا کا اضافہ معنی طلب کیلئے ہے۔اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ اپنے احباب اوردوستوں کے ساتھ تواضع وانکساری کا خود سے طالب ہے اگرچہ دشمنوں کے مقابل میں نہایت مضبوط وطاقتور، جواں مرد ہے کما قال الله تعالىٰ اشدّاء على الكفار رحماء بينهم (القرآن)

اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لفظ متضعف کو عین کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے لیکن مشہور فتحہ والی صورت ہے والمشہور الفتح۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسکو حقیر و ضعیف سمجھتے ہیں اور دنیا کے اندر اسکی شکستہ حالی کی وجہ سے اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔

اور اگر بکسر العین ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ بذات خود نہایت متواضع اور منکسر المزاج ہے خلاصۂ کلام یہ کہ جنت کے اندر اکثریت انہی حضرات کی ہوگی جسطرح جہنم کے اندر قسم ثانی والوں کی اکثریت ہوگی۔

لو اقسم علی اللہ لأبرہ:۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر امید و بھروسہ کے ساتھ اسکے کرم کا سہارا لیکر، کسی امر کے متعلق قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکی قسم کو ضرور پوری فرمادیتے ہیں قال الطیبی لو حلف یمینا طمعاً فی کرم اللہ بأبرارہ لأبرّہ (مرقاۃ ص ۸۲۷ ج ۸)۔

کل عُتلَ، عتل سے وہ شخص مراد ہے جو جور و جفاء کرنے والا اور لغو باتوں پر سخت قسم کا جھگڑالو، اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آنے والا ہو یہ لفظ عین اور تاء دونوں کے ضمّے اور لام کی تشدید کے سے آتا ہے۔

جواظ، جواظ سے مراد وہ شخص ہے جو مال کو جمع کرنے والا اور خود خرچ کرنے والا نہ ہو بالفاظ دیگر بہت بڑا بخیل ہو۔ اور اس سے مراد تکبر و غرور کرنے والا بھی ہوسکتا ہے۔ اور اس سے وہ شخص بھی مراد ہوسکتا ہے جو اللہ کی نعمتوں کو ناجائز اور حرام طریقے پر استعمال کر کے خوب موٹا ہوگیا ہو اسی طرح فاسق و فاجر کیلئے بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔

مستکبر۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو حق سے اعراض کرنے والا، اور اہل حق کے سامنے تکبر کرنے والا ہو۔ ای متکبر عن الحق او علی اھلہ (مرقاۃ ص ۸۲۷ ج ۸)۔

وفی روایۃ لمسلم الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلم کی بعض روایات میں مزید اسطرح کے الفاظ بھی منقول ہیں،۔

زنیم اس مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنے کو کسی قوم یا طبقے کیطرف منسوب کرے حالانکہ اس قوم یا طبقے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو اس لئے اسکا ترجمہ حرام زادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ الزنیم الدّعی فی النّسب الملصق بالقوم ولیس منھم (مرقاۃ ص ۸۲۸ ج ۸) اور اس کے معنیٰ لئیم و کمینے کے بھی آتے ہیں۔

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ ضعیف، صیغہ صفت فعیل کے وزن پر، باب کرم سے اسکے معنیٰ۔ حقیر۔ متواضع۔ کمزور ضعف یضعف ضعفاً۔ کمزور ہونا لاغر ہونا۔ حقیر ہونا۔

متضعف۔ اگر بالفتح ہے تو اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر بالکسر ہے تو اسم فاعل کا صیغہ ہے باب تفعّل سے، اسکے معنیٰ جان بوجھ کر کمزور بننے والا۔ تذلّل وانکساری اختیار کرنے والا۔ یا وہ شخص جسکو لوگ کمزور و حقیر سمجھیں، اور دنیاوی اعتبار سے شکستہ حال ہونے کی وجہ سے اس کے سامنے اپنی جرأتمندی کا مظاہرہ کریں۔ تضعّفَ یتضعف تضعفاً بتکلف کمزور و حقیر بننا۔

ابرّہ۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے باب افعال سے۔ اَبَرَ یُبِرُّ أبرارًا سچ کر دکھلانا۔ پورا کرنا۔ مادے کے حروف برّ یعنی باء اور راء مشدّدہ ہیں۔

عُتُلٌ۔ سخت گو۔ سرکش و جھگڑالو۔ سخت، عتِل یعتل عتلا باب سمع سے برائی کیطرف جلدی کرنا۔ عین اور تاء دونوں کے ضمّے اور لام کی تشدید کے ساتھ۔

جواظ۔ صیغہ صفت ہے فعال کے وزن باب نصر سے، بہت زیادہ کھانے والا تکبّر سے چلنے والا۔ اجڈ۔ بخیل۔ جاظ یجوظ جوظاً تکبر سے چلنا۔

مستکبر۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب استفعال سے خود کو بزرگ سمجھنے والا۔ تکبر کرنے والا حق اور اہل حق سے اعراض و تکبر کرنے والا مادے کے حروف ۔ک۔ب۔ر ہیں متکبر یہ بھی مستکبر ہی کے معنیٰ میں ہے البتہ باب تفعل سے آتا ہے (مرقاۃ ص ۸۲۷ ج ۸)۔

زنیم۔ صیغہ صفت ہے فعیل کے وزن پر باب کرم سے۔ اسکے معنیٰ ہیں کمینہ۔ منہ بولا بیٹا۔ وہ شخص جو کسی قوم سے اپنی نسبت جوڑے حالانکہ ان میں سے نہ ہو

Scanned by CamScanner

(حرام زادہ) یہ لفظ زَنَمَة سے مشتق ہے اسکے معنیٰ بکری کے کان کا وہ حصہ جو کاٹ دیا گیا ہو اور لٹکتا رہے (مرقاۃ ص ۸۲۸ ج ۸)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۲

(۱۴۸) سوال:۔عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ الله صلّى الله عليه وسلّم يَدْ خُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَايَسْتَرْ قُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعلىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور علاج و معالجہ توکل کے منافی ہے جبکہ آپ علیہ السلام سے دونوں کا ثبوت ہے آپ اس کی توجیہہ کیجئے (ج) صبر و توکل کی تعریف اور صبر کے اقسام لکھئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میری امّت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کراتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف سے وارد ہونے والے اشکال کی توجیہہ

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور علاج و معالجہ توکّل کے منافی ہے لیکن یہ حکم عوام کیلئے نہیں ہے بلکہ اللہ کے مخصوص بندوں کیلئے ہے جو دنیا کے اسباب و علائق سے اعراض کرنے والے ہیں، اور اسکی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے بہرحال عوام تو ان کیلئے جھاڑ پھونک علاج و معالجہ کے اندر رخصت دی گئی ہے۔ هذ من صفة الأولياء المعرضيز عن اسباب الدّنيا وعوائقها الذّين لا يلتفتون الى شئٔ من علائقها وتلك درجه الخواص واما العوام فرخص لهم فى التداوى والمعالجات ومن لم يصبر رخص له فى

الرُّقْيَةِ والعلاج والدّواء (مرقاة ص ۱۴۹ ج ۹)۔

توکّل اور صبر کی تعریف صبر کے اقسام

توکل:۔توکل یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام احکامات و معاملات کو خدائی فیصلے کے سپرد کردے۔التوكل هو الاستسلام لجريان القضاء فى الاحكام۔

صبر: صبر یہ ہے کہ بندہ عقل و شریعت کے تقاضہ کے مطابق نفس کو روک لے یا جس چیز سے عقل و شریعت رُکنے کے متقاضی ہوں اس سے رُک جائے۔الصبر حبس النفس على مايقتضيه العقل والشرع اوعما يقتضيان حبسها عنه (مرقاة ص ۱۴۸ ج ۹)

صبر کی قسمیں:۔صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) صبر عوام (۲) صبر خواص (۳) صبر اخص الخواص

صبر عوام:۔صبر عوام یہ ہے کہ نفس کو مکروہ و ناپسندیدہ چیزوں سے روک لے۔ حبس النفس على مايكره (مرقاة ص ۱۴۸ ج ۹)۔

صبر خواص۔صبر خواص یہ ہے کہ بندہ کڑوے گھونٹ کو بھی اسطرح پی جائے کہ پیشانی پر بل نہ آئے یعنی مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرلے وهو تجرع المرارة من غير تعبّس (بحواله مذكوره بالا)۔

صبر اخص الخواص:۔صبر اخص الخواص یہ ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں میں بھی بندے کو لذت محسوس ہو۔وصبر اخص الخواص وهو التلذذ بالبلاء (بحوالئه مذكوره بالا)

مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۶

(۱۴۹) سوال:۔عنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم عُرِضَتْ عَلَىَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِىْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ

Scanned by CamScanner

حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا وَرَأَیْتُ عَمْرَوبْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِیَّ یَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خشاش اور قصب کی لغوی تشریح کرتے ہوئے بتلایئے کہ فی ہرۃ میں فی کس معنیٰ میں ہے (ج) بعض روایتوں میں عمرو بن عامر کے بجائے عمرو بن لحی کا ذکر ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے لکھئے۔ نیز سوائب کا مفہوم واضح کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ (معراج کی رات یا اور کسی موقعے پر حالت خواب یا بیداری میں) میرے سامنے جہنم کی آگ (دکھلانے کیلئے) لائی گئی پس میں نے اس کے اندر (مومنین) بنی اسرائیل کی ایک عورت کو (جلتے ہوئے) دیکھا جسکو اسکی ایک بلّی کے معاملے میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ کہ اس نے اس (بلّی) کو باندھ چھوڑا تھا۔ چنانچہ نہ تو اسکو کچھ کھانے پینے کیلئے دیا کرتی اور نہ اسکو کھولتی ہی تھی، کہ وہ (چل کر) حشرات الارض (مثلاً چوھے وغیرہ) میں سے کچھ کھالے یہاں تک کہ وہ (بلی تڑپ، تڑپ کر) بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ اور (آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ) میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو (بھی) دیکھا، جو اپنی آنتوں کو جہنم کی آگ میں کھینچتا ہوا (چل رہا تھا) یہ وہ سب سے پہلا شخص ہے کہ جس نے اونٹنی چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

(ب) خشاس وقصب کی لغوی تشریح اور فی کس معنی میں ہے؟

الخشاش ۔ خشاش جمع واحد خشاشۃ ۔ یہ لفظ خاء معجمہ پر ضمہ فتحہ کسرہ تینوں کے ساتھ منقول ہے لیکن فتحہ پڑھنا زیادہ ظاہر اور مناسب ہے کما قاله ابن الملک ۔ اسکے معنی ہیں حشرات الارض کیڑے مکوڑے، یہاں پر چوہے وغیرہ بلی کے خوراک ۔ مراد ہیں اور نہایہ میں حاء مہملہ کے ساتھ بمعنیٰ خشک گھاس منقول ہے لیکن یہ وہم ہے۔ فی القاموس الخشاس مثلث حشرات الارض (مرقاۃ ص ۱۹۹ ج/۹)۔

قصب یہ لفظ قاف کے ضمے اور صاد مہملہ کے سکون کے ساتھ منقول ہے اسکے معنیٰ ہیں آنت، پیٹھ جمع اقصاب (مرقاہ بحوالہ مذکور بالا)۔

فی کس معنیٰ میں ہے؟ یہاں پر فی اجل کے معنی میں ہے ای لِاَجل ھرۃ یا تو فی کے بعد ہرہ سے پہلے لفظ شان مضاف محذوف ہے ای فی شان ہرّہ۔

(ج) عمرو بن عامر یا عمرو بن لحی صورت تطبیق ؟ دونوں روایتوں میں **تطبیق** کی صورت یہ ہے کہ ایک روایت میں عمرو کی نسبت باپ کی طرف اور دوسری **میں دادا** کیطرف کردی گئی ہے اور شخص ایک ہی ہے اب **ممکن** ہے عامر باپ اور لحی **دادا ہو یا اس** کے برعکس، واللہ اعلم بالصواب (حاشیہ المشکٰوۃ ن ۸ ص ۴۵۶)

سوائب کا مفہوم :۔ اول من سیب السوائب ۔ کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن عامر ہی نے تحریم سوائب کی بنیاد ڈالی ہے سوائب سائبۃ کی جمع ہے بمعنیٰ اونٹنی تحریم سوائب ۔ اہل عرب جب مرض سے شفاء پاتے، یا سفر سے بعافیت واپس آجاتے تو یوں کہتے ۔ ناقتی سائبۃ الخ یعنی کہ میری اونٹنی آزاد ہے اسکو کسی چراگاہ سے نہ روکا جائے اور نہ حوض وچارے وغیرہ سے ھٹایا جائے اور اس پر نہ کوئی سامان لادا جائے نہ ہی اسکی سواری کی جائے اور نہ اسکا دودھ دوھا جائے ناقتی سائبۃ فلا تمنع من المرعی ولا ترد عن حوض، ولا عن علف ولا یحمل علیھا، ولا یرکب علیھا، ولا تحلب۔

اور تحریم سوائب بتوں کے نام پر انکی رضاء اور نزدیکی حاصل کرنے کیلئے کیا کرتے تھے، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جو اونٹنی لگاتار دس مادہ جن دیتی اسکو سائبہ بنادیتے تھے۔ وقیل ناقۃ ولدت عشر اناث علی التّوالی ذکرہ ابن الملک (مرقاۃ ص ۱۹۹ ج/۹)۔

مشکٰوۃ شریف ص ۴۵۶

(۱۵۰) سوال:۔ عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلّی الله علیه وسلّم یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ

اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ یَأْتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) خز اور حریر میں فرق بیان کرتے ہوئے مطلب لکھئے۔ (ج) ایک روایت میں خز کی جگہ حر کا لفظ آیا ہے اسکا ترجمہ لکھئے

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ۔ میری امت میں کچھ ایسے گروہ اور طبقے (پیدا) ہوں گے جو ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال کردیں گے۔ اور کچھ لوگ پہاڑ کے پہلو (اونچے اور بلند مقامات اور نمایاں جگہوں) میں قیام کریں گے اور شام کے وقت ان کے مویشی (جو چرنے کیلئے گئے ہوں گے) (پیٹ بھرے ہوئے) واپس آئیں گے (اور انکی نمایاں حیثیت کو دیکھکر) (غریب ومحتاج) لوگ اپنی ضرورت اور حاجت کو لیکر ان کے پاس آئیں گے (یعنی غذائی ضرورت وغیرہ پوری کرنے کیلئے دودھ لینے آئیں گے) تو (بات ٹالتے ہوئے) کہیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا اور پھر رات میں اللہ تعالیٰ (انکو ہلاک فرمادیں گے) اور ان پر (اسطرح عذاب نازل فرمائیں گے کہ بعض کے اوپر) پہاڑ کی چوٹی الٹ دیں گے اور بعض کو بندر، سور کی صورت میں مسخ کردیں گے (پس اسی شکل وصورت پر) قیامت تک کیلئے (رہیں گے)۔

(ب) **خز اور حریر میں فرق**:۔ خــز۔ وہ کپڑے جو ریشم اور اون ملا کر بُنے جاتے ہیں۔ فانه ینسج من صوف وابر یسم۔

حریر:۔ وہ کپڑے جن میں خالص ریشم ہی ریشم ہو۔

یہ فرق لفظِ تخصیص بعد التعمیم سے مفہوم ہوتا ہے (مرقاۃ ص۲۰۱ ج۹)۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ خز کا لفظ عام ہے اور حریر کا لفظ خاص ہے لہٰذا خز کے بعد حریر کا ذکر کرنا تخصیص بعد التعمیم کے قبیل سے ہوگا۔

حدیث شریف کا مطلب:۔ اس حدیث شریف کے اندر آپ علیہ السلام نے اپنی امت کے اوپر پیش آنے والے برے حالات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو حرام چیزوں کو بھی طرح طرح کی تاویلات رکیکہ واھیہ کے ذریعے حلال کرڈالیں گے مثلاً ریشمی کپڑے کے پہننے کو اور شراب پینے اور گانے بجانے وغیرہ کو حلال سمجھیں گے۔ جیسا کہ بعض علماء کا قول مذکور ہے کہ حریر وریشم مرد کیلئے اس وقت حرام ہے جبکہ جسم سے ملا ہوا اور مُلصق ہو اور اگر کسی کپڑے وغیرہ کے اوپر سے پہنے تو کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ان حضرات کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ ہی نقلی دلیل۔ والمعنی یعدّون هذه المحرمات حلالات بایراداتِ شُبُهَاتٍ وادلّة واهیات (مرقاۃ ص۲۰۱ ج۹) اور کچھ دوسرے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جنکو قرآن وحدیث اور شریعت سے کوئی سروکار نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہشات نفسانیہ کے تابع ہوکر اپنے جانوروں کو لیکر کسی اونچی اور بلند جگہ پر جاکر قیام پذیر ہوجائیں گے۔ اور جانوروں کا نگہبان انکے جانوروں کو خوب چرا کر لائیگا، درانحالیکہ انکے تھن دودھ سے لبریز ہوں گے پس اگر کوئی ضرورتمند کسی ضرورت کے واسطے دودھ وغیرہ کیلئے آیا تو اس سے ہزاروں بہانے کرکے آئندہ کل کا وعدہ کرتے ہوئے اسکو واپس کردیں گے لیکن انشاء اللہ تک نہ کہیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب شدید نازل فرمائیں گے اور رات ہی رات کو انمیں سے بعض کے اوپر پہاڑ کی چوٹی پلٹ دیں گے اور بعض مثلاً جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر کی صورت میں قیامت تک کیلئے تبدیل فرمادیں گے (العیاذ باللہ)

الیٰ یوم القیامة:۔ اس سے قیامت وسطیٰ یعنی موت مراد ہے حدیث شریف میں ہے من مات فقد قامت قیامته۔ اور قیامت کبریٰ بھی مراد ہوسکتی ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ خنزیر اور بندر ہی کی شکل میں موت آئیگی اور اسی شکل میں حشر ونشر بھی ہوگا (المفہوم من المرقاۃ ص۲۰۱ تا ۲۰۲ ج۹)

حِرَ کا معنیٰ:۔ الحِر بالحاء المکسورہ (۲۰۲ ج۹) الحِر

الفرج (مرقاۃ ص۲۰۳ ج/۹) یعنی جر حاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اسکے معنی عورت کی شرمگاہ اب مطلب یہ ہوگا کہ لوگ عورتوں کی فرج (شرمگاہ) کو بھی حلال سمجھیں گے یعنی کہ زناء کو یعنی قد یکون جماعة فی آخر الزّمان یز نون۔ ویقولون المرأة مثل البستان فکما ان لصاحب السبتان ان یُبیح ثمرة بستانه لمن شاء فکذالک الزوج یُبیح زوجته لمن شاء (مرقاۃ ص ۲۰۳ ج/۹)

مشکوٰۃ شریف ص۴۶۱

(۱۵۱) سوال:۔ عَنۡهُ (ای حذیفةَ) قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلّم یَقُوۡلُ تُعۡرَضُ الۡفِتَنُ عَلَی الۡقُلُوۡبِ کَالۡحَصِیۡرِ عُوۡدًا عُوۡدًا فَأَیُّ قَلۡبٍ اُشۡرِبَهَا نُکِتَتۡ فِیۡهِ نُکۡتَةٌ سَوۡدَاءُ، وَاَیُّ قَلۡبٍ اَنۡکَرَهَا نُکِتَتۡ فِیۡهِ نُکۡتَةٌ بَیۡضَاءُ حَتّٰی تَصِیۡرَ عَلٰی قَلۡبَیۡنِ اَبۡیَضَ مِثۡلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتۡنَةٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَالۡاٰخَرُ اَسۡوَدُ مُرۡبَادًا کَالۡکُوۡزِ مُجَخِّیًا لَا یَعۡرِفُ مَعۡرُوۡفًا وَلَا یُنۡکِرُ مُنۡکَرًا اِلَّا مَا اُشۡرِبَ مِنۡ هَوَاهُ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث شریف کی تشریح کیجئے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے نیز عودا عودا کے منصوب ہونیکی وجہ تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ**: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کے دلوں پر فتنے اسطرح ڈال دیئے جائیں گے جسطرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں (یعنی جسطرح چٹائی میں تنکے یکے بعد دیگرے لگائے جاتے ہیں اسیطرح انسانوں کے قلوب پر لگا تار فتنوں کے یلغار ہوں گے) پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرلے گا، اسمیں سیاہ نقطہ ڈال دیا جائیگا، اور جس دل نے اس (فتنے) کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اسکے اندر سفید نقطہ پیدا کر دیا جائیگا یہاں تک کہ (انسانوں کے) قلوب (فتنوں کی تاثیر وعدمِ تاثیر کے

اعتبار سے) دو قسموں پر ہوں گے (۱) سفید، مثل سنگ مرمر کے، چنانچہ اس (قسم کے قلوب) کو کوئی فتنہ مضرّت رساں نہ ہوگا۔ جب تک کہ زمین وآسمان قائم ودائم ہیں (یعنی اسکا قلب ہمیشہ ہمیش اسی صفت پر رہے گا) (۲) اور دوسرا (دل) راکھ کے رنگ جیسا سیاہ، اوندھے برتن کے مانند (کہ جو کچھ اسمیں ہو وہ بھی گر جائے) (چنانچہ اسطرح کا دل) نہ تو اچھے ونیک اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا۔ ہاں فقط اس چیز سے مطلب رکھے گا جو (اسکے دل میں) از قبیل خواہشات رچ بس گئی ہوگی۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح:۔ تعرض الفتن علی القلوب:۔ اس میں الفتن سے مراد آفات وبلیات اور وہ چیزیں ہیں جو انسانوں کے ذہن وفکر اور قلب وجسم کو تعب وتکلیف اور رنج ومصیبت میں مبتلا کر دیتی ہیں لیکن بعض حضرات نے فاسد، اور گمراہ عقائد، باطل افکار، اور نفسانی خواہشات کو بھی فتنوں کی مراد میں شمار کرایا ہے۔ الفتن ای البلایا والمحن وقیل العقائد الفاسدة والا هواء الکاسدة (مرقاۃ ص ۲۵۱ ج/۹)

کالحصیر عودا عودا الخ:۔ یعنی کہ فتنے انسانی قلوب پر اس طرح لگا تار اور مسلسل پیش آتے رہیں گے جسطرح چٹائی بننے والے کے سامنے تنکے یکے بعد دیگرے پیش ہوتے رہتے ہیں۔ فشبه عرض الفتنه علی القلوب واحدة بعد اخری بعرض قضبان الحصیر علی صانعها واحدا بعد واحد (مرقاۃ ص ۲۵۲ ج/۹)

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ کالحصیر عودا عودا کا مطلب یہ ہے کہ فتنے دلوں پر اس طرح چمٹتے اور اثر انداز ہوں گے جس طرح کہ چٹائی کے تنکے چٹائی پر سونے والے کے جسم کو چمٹ جاتے ہیں، اور اس پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ ای تلصق بعرض القلوب ای جانبها کما تلصق الحصیر بجنب النّائم وتؤثر فیه بشدّة التصاقها (مرقاۃ ص ۲۵۱ ج/۹)

اور بعض روایات میں یہ لفظ عودًا عودًا بفتح العین وسکون الواؤ

Scanned by CamScanner

منقول ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ فتنے قلوب پر بار بار واقع ہوں گے ومعنی عودًا عودًا، ای یعاد ویکرر شیئًا بعد شئٍ (بحوالہ مذکورہ)

فای قلوب اشر بها :۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جس دل میں کجی ہوگی اور اسکا رجحان ومیلان برائی کی طرف ہوگا اس میں یہ فتنے رچ بس جائیں گے اور وہ دل ان فتنوں کو اسطرح قبول کرلے گا جسطرح کپڑا، بطور خاص سفید کپڑا کہ کسی بھی رنگ کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔ فالمعنی جعل متأثراً بالفتن بحیث یتداخل فیه حبّها کما یتداخل الصبغ الثوب (مرقاۃ ص ۲۵۲ ج/۹)

نکتت فيه نكتة سوداء ۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح زمین پر ڈنڈے یا اس جیسی کسی چیز کے ذریعے کُریدنے سے نشانات بن جاتے ہیں اسی طرح انسانی قلوب میں بھی فتنوں کے اثرات ڈال دیئے جائیں گے گویا کہ ایک سیاہ نقطہ ہوگا جو قلب پر جم جائیگا۔

وای قلب انکرها الخ :۔اسکا مطب یہ ہے کہ جس شخص نے فتنوں سے اعراض کرلیا اور اسکو بالکل قبول نہیں کیا تو اس کے دل پر بھی ایک نقطہ پیدا کردیا جائیگا لیکن وہ روشن اور سفید ہوگا اور معرفت الٰہی کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہوگا۔

حتی یصیر علی قلبین الخ :۔اسکا مطلب یہ ہے کہ اہل زمانہ اور انسانوں کی باعتبار قلوب کے یا نفس قلوب ہی کی دو قسمیں ہوجائیں گی (۱) ایک تو انتہائی چمکتا ہوا، سنگ مرمر کیطرح چکنا ہوگا کہ اس پر فتنوں کا ذرا بھی اثر نہ ہوگا بلکہ فتنوں کی مضرت رسانی سے محفوظ رہیگا۔ اور انشاء اللہ تا قیامت اسی طرح روشن و چمکدار رہیگا۔ ای مثل الحجر المرمر الأملس من غاية البياض والصّفا ... لانها قلوب صافية قد انكرت تلك الفتن فی ذالک الزمان فحفظها عنها بعد تلک الساعة الى يوم القيامة (مرقاۃ ص۲۵۲ ج/۹)

والآخر اسود مر باداً الخ :۔یعنی کہ دوسری قسم کے قلوب خاکستر (جلی ہوئی راکھ) کی طرح انتہائی سیاہ و کالے ہوگے مزید براں ان قلوب میں علوم ومعرفت کی

باتیں بالکل نہ ہوں گی اور وہ تمام اچھی باتوں سے خالی اور عاری ہوں گے کہ جس طرح اوندھا پیالہ بالکل خالی ہوتا ہے اور اسمیں کوئی چیز بھی نہیں ٹھہرتی اور صورت حال یہاں تک پہونچ جائیگی کہ وہ قلوب اچھی اور نیک ومشروع باتوں اور بری و ناپسندیدہ باتوں کی ذرا بھی معرفت اور ان میں امتیاز نہ پیدا کرسکیں گے البتہ ہر اچھی و بری بات سے قطع نظر کرتے ہوئے فقط خواہشاتِ نفسانی کی پیروی اور اسکی اتباع کریں گے ۔"اعاذنا الله واياكم من هذه الحالة" (مرقاۃ ص۲۵۲۔۲۵۳ ج/۹)

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق؟

عودا عودا ۔علامہ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے ضبط اور اعراب میں اختلاف ہے چنانچہ اس کو تین طرح پر پڑھا گیا ہے (۱) عُوْدًا بضم العين ۔ بمعنی لکڑی مراد چٹائی کے تنکے، جمعهٗ عيدان اور یہی اعراب زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ (۲) عَوْدًا بفتح العين ۔ بمعنی لوٹنا، مکرر ہونا اس صورت میں مصدر ہے عاد یعود عودًا باب نصر کا۔ (۳) عوذًا ۔بفتح العين وبلفظ الذال المعجمة اس صورت میں عاذ يعوذ عوذًا سے مصدر ہے اسکے معنیٰ ہیں پناہ مانگنا یعنی کہ فتنوں سے پناہ مانگنا جیسے کہ کہا جاتا ہے غفراً، غفراً (مرقاۃ ص۲۵۱ ج/۹)

نکتت :۔فعل ماضی مجہول واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے نکت ینکت نکتاً باب نصر الارض بقضيب او بأصبعيه ۔سوچ کی حالت میں چھڑی یا انگلی سے زمین کو کریدنا۔

الصفاء :۔صفاۃ کی جمع ہے اسکے معنیٰ ہیں سنگ مرمر، سفید چکنا پتھر الحجر المرمر الأملس (۲۵۲ ج/۹) قال التوربشتیؒ الصفا الحجارة الصّافية الملساء (مرقاہ ص۲۵۳ ج/۹)۔

مربادًا :۔میم کے ضمے اور اسکے سکون اور دال کی تشدید کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ ہے اِرْبادَّ اِرْبِيدادًا كما حمارّ احميرارًا مادہ کے حروف (ربدۃ یعنی ر، ب، د، ہیں خاکستری رنگ والا ہونا۔ بضم الميم وسكون الرّاء وتشديد

الدّال اسم فاعل من ارباد کا حمار ۔من الرّبدة بالضم ۔لون مائل الی الغبرة (حاشیہ۶ مشکوۃ ص۴۶۱)۔

کوز :۔کوز کی جمع اکواز، وکیزان ،وَکِوَزۃ،آتی ہے،اسکے معنی ہیں کوزہ ، پیالہ۔

مُجَخِّیا :۔یہ لفظ جیم کے فتحہ اور خاء مکسورہ مشدّدہ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ جخی تَجْخِیَۃً باب تفعیل (مثلاًعدّیٰ تعدیۃ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے الکوز ۔اوندھا ہونا سرنگوں ہونا۔الشیخ ۔خمیدہ کمر ہونا۔اللیل گزر جانا۔وھو بالجیم المفتوحة والخاء المعجمة المشدّدة المسكسورة (حاشیہ ۶ مشکوۃ شریف ۴۶۱)

عُودا عودًا ،مُرْبَادًا کے منصوب ہونیکی وجہ۔عودًا عودًا ۔یہ دونوں الفاظ حال ہونے کی بنیاد پر منصوب ہیں ونصبهما على الحال (مرقاۃ ص۲۵۱ ج/۹)مربادًا:۔یہ لفظ بھی حال ہونیکی بنیاد پر منصوب ہے (مرقاۃ ص۲۵۲ ج/۹)

مشکوۃ شریف ص۴۶۱

(۱۵۲)سوال:۔حَدَّثَنَا اَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِیْ جَذْرِقُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظِلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَیْءٌ۔

(الف)حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب)حدیث شریف کا مطلب تحریر کیجئے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے امانت کا مفہوم واضح کیجئے۔

جواب (الف)**ترجمہ**:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ ''امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتار دی گئی، پھر (تو امانت کے انوار وبرکات سے)انہوں نے قرآن کو جانا، پھر سنّت (حدیث پاک) کو جانا اور (اسکے

بعد)آپؐ نے امانت کے(انوار وبرکات)اٹھ جانے کی حدیث بیان فرمائی (چنانچہ) آپ نے فرمایا کہ آدمی (حسب معمول) سوئے گا اور امانت اسکے دل سے نکال لی جائیگی (یعنی ایمان کے ثمرات اور انوار وبرکات ناقص وکم رہ جائیں گے)پس امانت (ایمان) کا اثر ہلکے سے نشان کے مانند رہ جائیگا۔پھر (جب دوبارہ)سوئے گا (یعنی اور زیادہ غفلت طاری ہوگی) تو امانت کا باقیہ حصہ بھی نکال لیا جائیگا۔پس امانت کا اثر آبلے کے نشان کیطرح رہ جائیگا جیسے کہ آگ کی چنگاری کو تم اپنے پیر پر ڈالو جس سے آبلے پڑ جائیں پس وہ (پیر) بظاہر پھولا ہوا نظر آنے کا جبکہ اس (آبلے) کے اندر سوائے خراب خون اور فاسد مادّے کے) کچھ نہ ہوگا۔

(ب)**حدیث پاک کا مطلب**:۔اس حدیث پاک کے اندر حضرت حذیفہؓ نے امانت ودیانت سے متعلق آپ علیہ السلام کے دو ارشادات نقل فرمائے ہیں پہلے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانیت کی ہدایت اور فلاح وبہبود کیلئے ایمان وامانت کو نازل فرما کر اسکا مورد ومحل قلوب انسانی کو قرار دیا چنانچہ نور ایمانی انسانی قلوب میں اتر کر راسخ ومستحکم ہوگیا اور اسی نے کتاب ہدایت یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی اور اس پر عمل پیرا ہونیکے راستے کو منور کردیا اور انسان نے اسی نور ایمانی کے ذریعے اسلامی احکام کو جانا یعنی کہ اپنے اندر حلال وحرام اور مستحب ومکروہ کے درمیان فرق کرنیکی تمیز وصلاحیت کو پیدا کیا نیز فرض وواجب اور سنت ومباح وغیرہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پہچانا۔

دوسرے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ایمان وامانت کا نور، تدریجی طور پر رفتہ رفتہ قلوب انسانی سے زائل ہوتا رہے گا۔چنانچہ اوّلاً انسان کے اندر ایمان وامانت سے ہلکی سی غفلت ولاپرواہی پیدا ہوگی جسکے نتیجے میں سیأات اور گناہوں کا ارتکاب کرے گا پس منجانب اللہ کچھ حصہ نور ایمانی کا سلب کرلیا جائیگا اور وکت یعنی ہلکے سے نشان کے مانند ایمان وامانت کا اثر رہ جائیگا اور پھر جب غفلت ولاپرواہی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائیگا تو بالکل نور ایمانی ختم کردیا جائیگا۔اسی کیفیت کو حدیث پاک کے اندر اس آبلے سے تشبیہ دی گئی ہے جو بظاہر پھولا ہوا ہو لیکن اندر سوائے فاسد مادّے اور خراب

Scanned by CamScanner

خون کے کچھ بھی نہ ہو۔پس ڈھول کی طرح خولم خول ہو اور اندرون بالکل خالی ہی
خالی ہو(مستفاد از مرقاۃ ص ۲۵۴۔۲۵۵ ج ۹)

خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔جذر۔جیم کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ آتا ہے اسکی جمع جُذور آتی ہے جڑ۔اصل کل شیئ۔بفتح الجیم وبکسر...جذر کل شیئ اصلہ(مرقاۃ ص ۲۵۴ ج ۹)۔

وکت:۔واؤ کے فتحہ اور کاف وتاء کے سکون کے ساتھ، نقطے کیطرح کسی چیز میں ہلکا سا نشان ہونا۔وکت یکِتُ وکتاً باب ضرب سے۔فی الشیئ نشان لگانا۔الکتاب کتاب میں نقطے لگانا۔وھو الأثر الیسیر کالنقطة فی الشیئ (مرقاۃ ص ۲۵۴ ج ۹)۔

مجل:۔میم کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ،اور جیم کے فتحے کے ساتھ بھی منقول ہے مَجِل یَمْجُل مَجْلاً ومَجَلاً باب نصر۔مجِل یمجَل مَجَلاً باب سمع کام کرنے سے آبلے پڑ جانا۔امجل العمل یدہ آبلہ ڈالنا۔باب افعال بفتح المیم وسکون الجیم وتفتح۔وھو اثر العمل فی الید (مرقاۃ ص ۲۵۵ ج ۹)

فنفط:۔فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے نَفِطَ یَنْفَطُ نَفْطًا باب سمع سے یدہٗ ہاتھ کا آبلہ دار ہونا۔

منتبراً:۔اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنیٰ منتفخاً (پھولا ہوا ہونا) انتبر انتباراً باب افتعال سے،الجرح زخم کا سوجنا یدہٗ ہاتھ میں آبلہ ہونا۔

امانت کا مفہوم:۔(۱) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امانت سے وہ اُمور تکلیفیہ مراد ہیں کہ جنکا مکلف اللہ نے اپنے بندوں کو بنایا ہے اور وہ عہد و پیمان جو اللہ نے بندوں سے عہد الست کے موقع پر لے رکھا ہے۔

(۲) اور اکثر حضرات نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف کے اندر امانت سے وہی امانت مراد ہے جو باری تعالی کے قول انا عرضنا الامانته الخ کے اندر ہے یعنی کہ ایمان (مرقاۃ ص ۲۵۴) اور اسی سے ملتا جلتا قول علامہ عثمانیؒ کا بھی ہے چنانچہ

آپؒ فرماتے ہیں" کہ یہاں امانت سے مراد ایمان وہدایت کا وہ بیج ہے جسکو بنی آدم کے قلوب کی زمین پر بکھیر دیا گیا ہے، اگر وہ بیج نہ ہو تو ایمان ہی باقی نہ رہیگا"۔

مشکوۃ شریف ص ۴۶۳

(۱۵۳) سوال:۔عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكاً ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخَلَافَةَ عُمَرَ عَشَرَةً وَعُثْمَانَ اِثْنَتَى عَشَرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت خلافت فقط تیس برس ہے جبکہ ارباب حل وعقد کا خلفاء عباسیہ کی خلافت اور بعض خلفاء مروانیہ مثلاً عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر اجماع ہے اس کی توجیہ کیجئے (ج) صحیح روایات اور مستند تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء اربعہ کی کل مدت خلافت انتیس سال ۷ ماہ ہے جبکہ حضرت سفینہ کے حساب کے بالکل خلاف ہے اسکا جواب لکھتے ہوئے خلفاء اربعہ کی خلافت کی صحیح مدت خلافت لکھیے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت سفینہؓ (آپ کے آزاد کردہ غلام) کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "خلافت کا زمانہ تیس سال کا ہوگا، اسکے بعد وہ (خلافت) بادشاہت (میں تبدیل) ہوجائیگی" پھر حضرت سفینہ نے (راوی کو یا عام لوگوں کو خطاب کرکے) کہا کہ حساب کر کے دیکھو (کہ مدتِ خلافت تیس سال کس طرح ہوتی ہے) (چنانچہ) ابوبکرؓ کی خلافت (کا زمانہ) دو سال، اور حضرت عمرؓ کی خلافت (کا زمانہ) دس سال، اور حضرت عثمانؓ کی خلافت (کا زمانہ) بارہ سال، اور حضرت علیؓ کی خلافت (کا زمانہ) چھ سال ہے۔

(ب) الخلافة ثلثون سنة کی توجیہ۔الخلافة ثلثون سنة الخ کی توجیہہ یہ ہے کہ یہاں پر خلافت سے خلافت کاملہ مراد ہے کہ جس میں عدل وانصاف کیساتھ کسی دوسری چیز کی آمیزش، اور امیر کی مخالفت اور اسکی اطاعت سے اعراض

Scanned by CamScanner

کرنے کا شائبہ بھی نہ ہو۔پس اس طرح کی خلافت فقط تیس سال مسلسل ہوگی، اسکے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہیں ہوگی۔مثلاً جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت ۔اور خلفاء بنو عباسیہ کی حکومت پر خلافت کا اطلاق لفظی ہے ورنہ حقیقۃً یہ بادشاہت ہے خلافت نہیں ہے۔ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التى لايشو بها شئ من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلثين سنة وبعد ها قد تكون وقدلا تكون (شرح عقائد ص۱۵۲)

(ج) خلفاء اربعہ کی کل مدت خلافت انتیس سال ۷/ ماہ ہے جبکہ حضرت سفینہ کی روایت اسکے خلاف ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے کسور کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ہر ایک کی مدت خلافت کو مکمل۔مکمل شمار کرادیا۔نیز حضرت حسنؓ کی مدت خلافت کو حضرت علیؓ کی خلافت کے تابع کر کے شمار کیا ہے۔

صحیح مدت خلافت کیا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ کی کل مدت خلافت باعتبار کسور کے ۲/ برس چار ماہ ہے۔اور حضرت عمرؓ کی کل مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے اور حضرت عثمانؓ ذی النورین کی کل مدت خلافت چند روز کم بارہ سال اور حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہٗ کی کل مدت خلافت چار سال نو ماہ ہے یہ کل ۲۹ / سال سات مہینے ہوئے اور بقیہ مدت (تیس برس میں سے) حضرت حسنؓ کی خلافت کی ہے (کما فی التواريخ المختلفة والروايات الصحيحه)۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳

(۱۵۴) سوال:۔وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ کُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ

اللہ صلی اللہ عَلَيْهِ وسلَّم يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اللهُ ورسوله اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اَنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ يَا اباذر قال كَيْفَ بِكَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَالَ قُلْتُ اللهُ ورسوله اعلم قَالَ تَأْتِىْ مَنْ اَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَاَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذًا قُلْتُ فَكَيْفَ اَصْنَعُ يا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اِنْ خَشِيْتَ ان يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ لِيَبُوْءَ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهٖ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث شریف کا مطلب لکھئے (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے بتلائیے کہ لاتبلغ مسجدک سے کون سی مسجد مراد ہے؟

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں (کسی سفر کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔پس جب ہم مدینے کے گھروں (آبادی) سے باہر نکل گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ "اے ابوذرؓ اس وقت تمہارا (ممکن ہے خطاب خاص کر ابوذر ہی کو ہو یا پھر عوام بھی اسمیں شامل ہوں) کیا حال ہوگا جبکہ مدینے میں بھوک کا دور دورہ ہوگا (یعنی کہ مدینے میں قحط پھیل جائے گا اور لوگوں کو کچھ کھانے کیلئے نہ ملے گا) (یہاں تک کہ) تم اپنے بستر سے اٹھکر اپنی مسجد تک نہ پہونچ سکوگے (یعنی کی بھوک کی شدت کیوجہ سے اسقدر ضعف کا غلبہ ہوجائیگا کہ گھر سے نکل کر مسجد تک نہ جا سکوگے (حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسولؐ بہتر جانتے ہیں (یعنی کہ میں تو نہیں بتا سکتا کہ کیا کرونگا البتہ آپؐ ہی ہدایت فرمادیجئے) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ (ایسے وقت

Scanned by CamScanner

میں) پارسائی اختیار کرنا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ مدینے میں (قحط سالی یا اور کسی وبائی مرض وغیرہ کی وجہ سے) موت کی گرم بازاری ہوگی اور مکان (قبر) کی قیمت غلام کی قیمت کو پہونچ جائیگی (یعنی کہ کثرت اموات کیوجہ سے یہ نوبت آجائیگی کہ قبر کی جگہ ملنی مشکل ہوجائیگی اور ایک قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے برابر پہونچ جائے گی) (آگے اسی کی وضاحت بالفاظ حدیث سماعت کیجئے) یہاں تک کہ قبر کی جگہ غلام کی قیمت کے برابر فروخت ہوگی حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ اور اسکے رسول بخوبی جانتے ہیں ۔تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ صبر کا دامن ہرگز نہ چھوڑنا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ مدینے میں قتل عام ہوگا اور (قتل کا) خون احجار الزیت کو ڈھانک لے گا حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اور اسکے رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ ”تم ان لوگوں کے پاس چلے جانا، جن سے تمہارا تعلق ہو۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا (یارسول اللہ) کیا میں ہتھیار سے لیس ہوجاؤں (اور فتنہ پھیلانے والی جماعت کے خلاف صف آراء ہو جاؤں) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تب تو تم بھی اسی جماعت کے ساتھ شریک ہوجاؤ گے پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تم پر غالب آجائیگی (یعنی کوئی تم پر وار کرنا چاہتا ہو) تو اپنے کپڑے کے کونے کو اپنے چہرے پر ڈال لو (اور مظلومانہ شہادت کیلئے کمربستہ ہوجاؤ) تاکہ وہ اپنا اور تمہارا گناہ لیکر واپس ہو (کیونکہ یہ پیشین گوئی مسلمانوں کی باہمی جنگ سے متعلق تھی)۔

(ب) حدیث شریف کا مطلب۔ اس حدیث پاک کے اندر آپ علیہ السلام نے اپنی امت کے واسطے اہم اہم باتیں بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا ہے۔

كنت راكبا خلف رسول الله الخ:۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ نہایت تواضع اور حسنِ معاشرت کا معاملہ فرماتے تھے، نیز آپؐ کے ساتھ حضرت ابوذرؓ کے قرب ولگاؤ کے کمال کو بھی اسمیں بیان کیا گیا ہے۔

كيف بك يا اباذر اذا كان بالمدينة جوع الخ:۔ اس سے آپؐ نے آئندہ پیش آنے والی ایک قحط سالی کے بارےمیں پیشین گوئی فرمائی ہے اور اسکی شدّت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے بستر سے اٹھکر مسجد تک بھی جانے کا ارادہ کرے گا لیکن بھوک کی شدت اور خستہ حالی کیوجہ سے چند قدم تک نہ چل سکے گا آخر کار عاجز ہوکر رہ جائے گا اور مسجد تک نہیں پہونچ سکے گا۔

قلت الله ورسوله اعلم الخ:۔ یعنی کہ حضرت ابوذرؓ نے غایت ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایسے وقت میں کیا کرنا چاہئے مجھے تو معلوم نہیں البتہ اللہ اور اسکے رسولؐ ایسی حالت بلکہ تمام احوال میں میرے بلکہ تمام لوگوں کیلئے بہتر اور قابل اتباع عمل کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔ لھذٰ ہم لوگوں کے سامنے وہ طریقہ کار بیان فرمادیں چنانچہ آپؐ نے نصیحت فرمائی کہ ایسی حالت میں عفت و پاکدامنی کا خیال رکھنا۔ یعنی کہ بھوک کی شدّت میں بھی صبر سے کام لینا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور حرام ومشتبہ اموال سے بھی خود کو بچانا، اور کسی بھی مخلوق کے سامنے ذلّت ولالچ کا ہاتھ مت پھیلانا فقط اور فقط اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ اور سہارا رکھنا۔

كيف بك يا اباذر اذا كان بالمدينة موت الخ:۔ یعنی کہ اے ابوذرؓ اہل مدینہ پر ایک وقت ایسا آئیگا کہ موت کا دور دورہ ہوگا۔ اور نوبت یہاں تک پہونچ جائیگی کہ میت کو دفن کرنے کیلئے قبر کی جگہ کی قیمت ایک غلام کے عوض ہوجائیگی یعنی کہ قبرستان تنگ ہوجائیگا اور ایک میت کو دفن کرنے کیلئے ایک غلام کے ذریعے قبر کی جگہ خریدی جائیگی۔

تصبرّ يا اباذر الخ:۔ یعنی کہ اے ابوذرؓ اس سختی و بدحالی میں بھی آفاتوں او مصیبتوں پر صبر کرنا، اور جزع وفزع سے خود کو محفوظ رکھنا، اور اللہ کی سابقہ نعمتوں اور اسکی جانب سے عطاء کردہ خوشیوں کو نظر انداز نہ کردینا، اور اللہ رب العزت کے حکم وفیصلے پر راضی وشاکر رہنا، انشاء اللہ ماجور ہوگے وارض بما يجري من القضاء تصبُ الاجر من خالق الارض والسماء (مرقاۃ ص۱۷۷ ج۹)

Scanned by CamScanner

كيف بک اذا كان بالمدينة قتل الخ :۔حدیث کے اس ٹکڑے میں آپ علیہ السلام نے بطور پیشین گوئی کے اس خونچکاں واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں مدینہ منورہ کے اندر مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا تھا یہ نہایت دردناک، و بھیانک واقعہ ہے اختصاراً ملاحظہ فرمالیں۔ جب بدبخت یزید بن معاویہ کی فوج نے حضرت امام حسینؓ کو میدانِ کربلا میں نہایت بےدردی کے ساتھ شہید کردیا، تو پورے عالم اسلام میں ایک ہلچل مچ گئی، اور یزید کے خلاف لوگوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہوگئے یوں بھی اسکی بداعتدالیوں اور بدمست زندگی کے واقعات نے لوگوں کو بدظن کر رکھا تھا۔ چنانچہ اہل مدینہ نے متفقہ طور پر اسکی حکومت وخلافت سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے جہاد کا اعلان کردیا مگر جب یزید کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبیٰ کی ماتحتی میں ایک لشکر جرار اہل مدینہ کو کچل دینے کیلئے روانہ کیا، اس فوج نے مدینہ پہونچ کر مغربی حرہ کی جانب سے شہر پر دھاوا بول دیا اگرچہ اہل مدینہ نے نہایت ہمت و بہادری اور بےجگری کیساتھ مقابلہ کیا لیکن تربیت یافتہ فوج سے۔ اور مسلم بن عقبیٰ جیسے کمانڈروں کی ماتحتی میں مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا لٰہذا فوج نے قابو پاکر مدینے کے اندر قتل وغارت کا بازار گرم کردیا یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا ہزاروں مسلمان، صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید کئے گئے شہر مقدس اور مسجد نبوی کی حرمت کو بھی پامال کیا گیا۔ اور مدینے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مکۃ المکرمہ پر بھی حملہ کیا گیا۔ کہ جہاں پر لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ تسلیم کر رکھا تھا۔ یہاں بھی بےپناہ تباہی مچائی گئی حتیٰ کہ کعبۃ اللہ کو بھی بہت زیادہ نقصان پہونچا اور اسی سال یزید پلید کی موت بھی ہوگئی اور یہ واقعۂ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا۔

قال التور پشتی هی الحرّة الّتی كانت بها الوقعة زمن يزيد والا مير على تلک الجيوش العاتية مسلم بن عقبى المرى المستبيح بحرم رسول اللّهؐ وكان نزوله بعسكره فی الحرّة الغربيّة من المدينة.........ولم يلبث ان ادركه الموت وهو بين الحرمين (مرقاۃ ص ۲۷۷ ج ۹)

تأتی من انت منه :۔اسکے معنی یہ ہیں کہ تم ان لوگوں کے پاس آجانا جو تمہارے دین ومسلک کے ہمنوا، اور تمہارے خیالات وافکار کے موافق ہیں اور قاضی عیاضؒ نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں میں واپس آجانا، اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہنا، علامہ طیبیؒ نے اسکا مفہوم بیان کیا ہے کہ تم اپنے امام، امیر ومقتدیٰ کے پاس چلے آنا یہ توجیہ حضرت ابوذر کے قول والبس السّلاح کے موافق ہے۔ لٰہذا یہی مفہوم ومطلب زیادہ صحیح ہے (مرقاۃ ص ۲۷۷ ج ۹)۔

شاركت القوم اذا الخ :۔اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم بھی ہتھیار سے لیس ہوکر میدان میں آگئے تو جنگ وجدال کی بھڑکتی ہوئی آگ کم ہونے کے بجائے اور تیز ہوجائیگی لٰہذا تم میدان میں نہ آجانا بلکہ اپنے امیر اور ارباب صلاح کے ساتھ رہنا تاکہ مامون ومحفوظ رہو۔ لاتلبس السلاح وكن مع الامام وارباب الصلاح، ولا تقاتل حتى يحصل لک الفلاح (مرقاۃ بحوالہ مذکورہ)۔

ان خشيت ان يبهرک شعاع السيف الخ :۔اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم سے ضرب وحرب کا معاملہ کریں تو تم میدان عمل میں نہ آجانا بلکہ اپنے آپکو جام شہادت نوش کرنے کیلئے پیش کردینا۔

نوٹ :۔اس معنی ومفہوم پر اگر آپ کو کوئی اشکال ہے تو مزید تشفی کیلئے (مرقاۃ ص ۲۷۸ ج ۹) کی طرف رجوع فرمائیں قد تركناه خوف التطويل فلتراجع ثمه ان شئت (ابومحمود بستوی)۔

فالق ناحية ثوبک الخ :۔یعنی اپنے کپڑے کے کونے کو اپنے چہرے پر ڈال لو اسکا مفہوم ابھی مذکورہ بالا چند سطروں میں گزر چکا ہے۔

(ج) **خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق** :۔تعفّف۔ فعل امر واحد مذکر حاضر معروف کا صیغہ ہے تعفّف تعفّفاً باب تفعّل سے حرام یا غیر مستحسن چیزوں سے رکنا۔ پاک دامن ہونا، بتکلف پاک دامن بننا۔ تعفّف ای التزم العفّة عفت

وپاکدامنی وشرافت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا (مرقاۃ ص۲۷۶ ج۹)

تصبّر :۔فعل امر مذکر حاضر معروف کا صیغہ ہے تصبرّ تصبرًّا باب تفعّل سے بتکلف صبر ظاہر کرنا۔صبر کرنا ای اصبر بالبلاء ولا تجزع فی الضرّاء بعض نسخوں میں تصبر فعل مضارع منقول ہے صبر صبرًا باب ضرب یضرب سے اس صورت میں خبر بمعنیٰ الامر کے قبیل سے ہوگا (مرقاۃ ۲۷۷ ج۹)

تَغمُرُ :۔فعل مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے باب نصر ینصر سے غَمَرَ یَغمر غمر اً۔ڈھانپ لینا۔چھپا لینا۔بلند ہونا۔

احجار الزیت :۔وہ پتھر جس پر زیتون کا تیل مل دیا گیا ہو بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ مدینہ کا ایک محلّہ تھا،اور بعض نے کہا ہے کہ مدینہ کے نواح میں مغربی جانب ایک جگہ کا نام تھا جسکی زمین پتھریلی،اور پتھر اس قدر سیاہ وچمکدار تھے جیسے کہ کسی نے زیتون کا تیل مَل دیا ہو اسی لئے اسکو احجار الزیت کہا جاتا تھا (مرقاۃ ص۲۷۷ ج۹)۔

یهبر :۔فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے بَهَرَ یَبْهَر بهْرًا باب فتح یفتح غالب ہونا،فضیلت میں بڑھ جانا فلاناً بہتان لگانا یبهرک بفتح الها ای یغلبک (مرقاۃ ص۲۷۸ ج۹)۔

مسجد سے کونسی مسجد مراد هے :۔حدیث پاک کے اندر مسجد سے کوئی مخصوص مسجد مراد نہیں ہے بلکہ لفظ مسجد عام ہے ای الذی قصدته ان تصلّي فيه (مرقاۃ ص۲۷۶ ج۹)۔

نوٹ :۔تقریر سابق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ میں پیش آیا ہے۔اور حضرت ابوذرؓ کی وفات بزمانہ خلافت حضرت عثمان ۳۲ھ ہی میں ہو چکی تھی پس آنحضرتؐ پر یہ بات منکشف ہوگئی تھی کہ مدینے میں ایک المناک حادثہ پیش آئیگا لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ کب پیش آئیگا چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کرکے انکے واسطے سے تمام لوگوں کو اس واقعہ کی پیش گوئی فرمادی تھی۔اور اس موقع کے مناسب کچھ ضروری ہدایات بھی بیان فرمادی تھی۔(ابومحمود اظہر بستوی)

مشکوٰۃ شریف ص۴۶۵

(۱۵۵) سوال:۔عَنْ اَبِیْ وَاقِدٍ اللَّیْثِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلّی اللهُ علیهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلیٰ غَزْوَةِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِکِیْنَ کَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْهَا اَسْلِحَتَهُمْ یُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ کَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلّی الله عَلَیْهِ وسلّم سُبْحَانَ اللهِ هٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسیٰ اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِیْ نفسِیْ بِیَدِهٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) حدیث شریف کی تشریح کیجئے (ج) رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کرنے والے کون لوگ تھے؟ سوچ کر لکھئے،کیا صحابۂ کرام ایسی درخواست کرسکتے ہیں۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب (فتح مکہ کے بعد) غزوہ حنین کیلئے نکلے تو (راستے میں) مشرکین کے ایک درخت پر آپؐ کا گذر ہوا جس پر وہ (مشرکین) اپنے اسلحے اور ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور اسکا نام "ذات انواط" تھا پس (کچھ حدیث الاسلام) لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے لئے بھی کوئی ایسا درخت مقرر فرمادیجئے جس پر ہم اسلحے لٹکا دیا کریں۔جسطرح ان (مشرکین) کے لئے ہتھیار لٹکانے کا ایک درخت ہے فوراً حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (تعجباً) فرمایا سبحان اللہ! (یعنی تم یہ کیا کہہ رہے ہو) (تمہاری) یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ قوم موسیٰؑ نے (حضرت موسیٰؑ سے) کہا تھا کہ اجعل لنا الخ یعنی کہ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان (کافروں فرعونیوں) کے لئے معبود (بت) ہیں (تاکہ جس طرح وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے ہیں ہم بھی اپنے بتوں کی پوجا و پرستش کریں) (اسکے بعد آپؐ نے تنبیہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ) قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (بخدا) تم ان لوگوں کے راستوں پر چلنا

Scanned by CamScanner

شروع کردو گے جوتم سے پہلے گذر چکے ہیں۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح:۔اس حدیث شریف کے اندر فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کے موقعے پر چند حدیث الاسلام مسلمانوں کی آپؐ سے ایک عجیب وغریب درخواست، اور آپؐ کے تعجب فرمانے، اور انکو آگاہ وتنبیہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

ذات انواط:۔انواط۔لفظ نوط کی جمع ہے اسکے معنی لٹکانے کے ہیں اور چونکہ اس درخت پر ہتھیار لٹکائے جاتے تھے اسی لئے بطور خاص اس درخت کا نام ہی ذات انواط رکھدیا گیا (ناط یَنُوْطُ نوطاً۔لٹکانا باب نصر سے، نیز اس درخت کے اردگرد مشرکین طواف کرتے اور اسی کی جانب رُخ کرکے بیٹھا کرتے تھے ای ویکعفون حولها يقال لهاذات انواط جمع نوط، وهو مصدر ناطه اى اعلقة لتركبن سنن من كا ن قبلكم.

(مرقاۃ ص۲۹۳ ج/۹)۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ تم پر ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو سابقہ امتوں کے طور وطریق اور انکے افعال واعمال کو اپنالیں گے۔اور انہی کے طرز معاشرت پر زندگی بسر کریں گے اور انکے اقوال بھی گذشتہ قوموں ہی کے جیسے ہوں گے جیسا کہ ابن عمرؓ سے مرفوعا منقول ہے کہ میری امت میں وہ تمام باتیں ہوکر رہیں گی جو بنی اسرئیل میں ہوچکی ہیں حتی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بھی علی الاعلان زنا کیا ہوگا تو اس امت میں بھی اسی طرح ہوکر رہے گا (معاذالله) مرقاۃ ص۲۹۳ ج/۹)

درخواست کرنے والے کون لوگ تھے؟ آپ علیہ السلام سے درخواست کرنے والے وہ چند نئے مسلمان تھے جنکو ابھی تک ذات باری کی وحدانیت سے متعلق درجۂ کمال اور اسکی یکتائی کی حقیقت پر اطلاع وآگاہی حاصل نہ ہوسکی تھی، "فقالوا" اى بعضهم ممن لم يكمل له مرتبة التوحيد ولم يطلع على حقيقة التفريد (مرقاۃ ص۲۹۳ ج/۹) اور کامل الاسلام، راسخ العقیدہ، فی

التوحید والتفرید، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپؐ سے اس طرح کی درخواست نہیں کرسکتے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۷

(۱۵۶) سوال:۔عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ الله صلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةِ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے ملحمۃ کے معنی اور اسکا مطلب ومصداق بیان کریں (ب) قسطنطنیہ (استنبول) تو فتح ہوچکا ہے پھر اس حدیث میں کونسی فتح قسطنطنیہ کا ذکر ہے نیز یہاں کہا گیا ہے کہ فتح قسطنطنیہ کے معاً بعد خروج دجال ہوگا جبکہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ اسوقت شیطان خروج دجال کی جھوٹی افواہ پھیلائے گا دونوں میں تطبیق دیں (ج) بیت المقدس کی آبادی کی وجہ سے یثرب (مدینہ منورہ) کی ویرانی کیوں آئیگی اور یثرب کی ویرانی خروج ملحمہ کا سبب کیوں بنے گی۔

جواب: (الف) **ترجمہ**: حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کا پوری طرح آبادی ہوجانا مدینہ منورہ کی ویرانی کا سبب ہوگا اور مدینہ منورہ کی ویرانی جنگ عظیم کے وقوع کا سبب ہوگی اور جنگ عظیم کا وقوع قسطنطنیہ کے فتح ہونے کا سبب ہوگا اور قسطنطنیہ کا فتح ہوجانا خروج دجال کا سبب ہوگا۔

الملحمۃ کا معنی اور مصداق:۔الملحمۃ اسکے معنی ہیں گھمسان کی لڑائی الحرب العظيم (مرقاۃ ص۳۱۵ ج/۹) جمعهٗ ملاحِم۔اسکا مصداق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل روم اور اہل شام کے مابین واقع ہونے والی جنگ عظیم کو قرار دیا ہے۔کما قال فی المرقاۃ ص ۳۱۵ ج/۹) الاظهر

Scanned by CamScanner

هوالاوّل ۔فلتراجع ۔

(ب) فتح قسطنطینیہ سے کونسی فتح مراد ہے: حدیث شریف کے اندر فتح قسطنطینیہ سے وہ فتح مراد ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں ہوگی یعنی کہ کفار ومشرکین کا غلبہ ہو جائیگا پھر حضرت مہدیؑ آ کر فتح یاب ہوں گے ۔والمراد بفتح القسطنطينية فتح المهدى اياها (بذل المجهود ص ۱۰۵ ج ۵)۔

دفع تعارض اورتطبیق :۔علامہ طیبیؒ نے ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فتح قسطنطینیہ کو محض خروج دجال کی علامت قرار دیا ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ فتح قسطنطینیہ کے معاً بعد خروج دجال ہو جائیگا ۔اور شیطان جو خروج دجال کی افواہ پھیلائیگا اس کا مقصد یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں سراسیمگی اور بے اطمینانی پیدا ہو جائے اور مال غنیمت کے تقسیم کرنے سے باز رہیں فكيف الجمع بينهما؟ قلت انّه صلّى الله عليه وسلّم جعل الفتح علامة خروج الدّجال انّها مستعقبة لَهٗ من غير تراخٍ الخ (مرقاۃ ص ۳۱۶ ج ۹)۔

(ج) بیت المقدس کی آبادی یثرب کی بربادی کا سبب کیوں بنے گی اور یثرب کی بربادی سے خروج ملحمہ کیوں ہوگا

چونکہ جب بیت المقدس اور اسکے اطراف میں غیر مسلموں کا غلبہ ہو جائیگا اور وہ پوری طرح سے قابض اور آباد ہو جائیں گے تو پھر انکی نظریں مدینہ پر چھا جائیں گی اور اسکی تخریب کاری کا منصوبہ بنائیں گے اور جب مدینہ کی تخریب کاری ہو جائیگی تو مسلمان دشمنان خدا سے جنگ کرنے کیلئے میدان میں آ جائیں گے اور خوب گھمسان کی لڑائی ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۶

(۱۵۷) سوال:۔عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ الله صلّى

الله عليه وسلَّمَ قَالَ اِنِّىْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجالِ حتى خَشِيْتُ اَنْ لَا تَعْقِلُوْا ،اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ، جَعْدٌ،اَعْوَرُ،مطموس الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِيَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فاعلموا اَنَّ رَبَّكم لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) دجال کی آنکھ کے سلسلے میں اعور العين اليمنىٰ اعور العين اليسرىٰ اور كانها عنبة طافية کے الفاظ وارد ہوئے ہیں آپ ایسی توجیہ کریں کہ سب میں تطبیق ہو جائے (ج) دجال کو مسیح کہنے کی وجہ لکھئے اور خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق کیجئے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**: حضرت عبادہ بن الصامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں نے تم سے دجال کا حال اس اندیشہ سے (بار بار) بیان کیا ہے کہ کہیں تمہاری سمجھ میں نہ آئے (پس اچھی طرح سمجھ لو کہ) مسیح دجال پستہ قد پھڈّا ہے۔اس کے بال مڑے ہوئے ہیں (ایک) آنکھ سے کانا ہے (دوسری) آنکھ سلپٹ یعنی بالکل مٹی ہوئی ہے اسکی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہے نہ اندر کو دھنسی ہوئی (اسکے بعد بھی) اگر تم شبہے میں پڑ جاؤ (یعنی دجال کا حلیہ بھول جانے کے سبب یا مافوق الفطرت کارناموں کیوجہ سے تم کو اگر ذرا بھی شبہ ہو) تو یاد رکھو! بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے (یعنی مختصراً اتنی بات ذہن میں ضرور رہے)۔

(ب) عین دجال کے سلسلے میں وارد شدہ مختلف الفاظ میں تطبیق وتوجیہہ

دجال کی آنکھ کے بارےمیں مختلف روایات کے اندر جو مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں ان کی توجیہ اسطرح کی جائیگی کہ (۱) ایک آنکھ بالکل سپاٹ وغائب ہوگی اور دوسری آنکھ عیب دار ہوگی یعنی کہ مثل انگور کے دانے کے ابھری ہوئی ہوگی، اس اعتبار

Scanned by CamScanner

سے دونوں آنکھوں کو عیب دار کہا جا سکتا ہے او اعور کے معنی اصل کے اعتبار سے عیب دار کے آتے ہی ہیں لہٰذا اعـور العین الیمنیٰ اور اعـور العین الیسریٰ اسی طرح کـا نـهـا عـنـبة طافية وغیرہ اسطرح کے الفاظ اسکی آنکھوں کے متعلق بولے جاسکتے ہیں (۲) اسطرح بھی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ اسکی ایک آنکھ بالکل سپاٹ و غائب اور دوسری انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی ہوگی لیکن اسکا اعور بمعنی کانا ہونا اشخاص وافراد کی نسبت سے مختلف ہوگا کچھ لوگ اسکو دیکھیں گے تو اعـور الـعـیـن الیمنیٰ محسوس کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ دیکھیں گے تو اعور العین الیسری محسوس کریں گے۔ اور اس پر طرح طرح کے حالات ومختلف کیفیات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور اسکے تمام امور باطل ہیں کیونکہ جب لوگ اسکو مختلف صورتوں اور ہیکوں میں دیکھیں گے تو سمجھ لیں گے کہ یہ کوئی جادوگر شعبدہ باز کذاب ہے۔ (۳) ایک تیسری توجیہ لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ کسی ایک روایت کے راوی کو سہو ہو گیا ہے پس ایک نے اعـور العین الیمنی دوسرے نے اعور العین الیسریٰ نقل کر دیا واللہ اعلم بالصواب (مرقاۃ ص ۳۷۷ ج ۹)۔

(ج) دجّال کو مسیح کہنے کی وجہ:۔ (ج) علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مسیح کہنے کی سب سے عمدہ وجہ یہ ہے کہ ان الـخـیـر مُسح عنـه سے ماخوذ ہے یعنی کہ اس سے خیر وھدایت کو بالکل ختم وصاف کر دیا گیا ہے تو مسیح کا مطلب ہوا کہ وہ شخص جس سے خیر وہدایت کو سلب کر لیا گیا ہو اسی طرح جیسا کہ ان الشر مسح عنه پر بھی مسیح کا اطلاق ہوتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس سے برائیاں دور کر دی گئی ہوں اور سراپا ہدایت ہی ہدایت ہو (۲) یا اس لئے اسکو مسیح کہتے ہیں کہ یہ مساحة الارض بمعنی مسافت سے ماخوذ ہے چونکہ دجال چند ہی دنوں میں مکہ و مدینہ کے علاوہ پوری روئے زمین کی مسافت طے کر لیگا اسی لئے اسکو مسیح بمعنی سیاح کہا جاتا ہے (مرقاۃ ص ۱۴۱ ج ۵)۔

خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق :۔ افحج۔ یہ صیغہ صفت ہے فحج یفحج فحجاً باب سمع سے اسکے معنی ہیں وہ شخص جسکے قدم کے اگلے

حصے قریب قریب اور ایڑیاں دور، دور، اور ٹانگیں پھیلی ہوئی ہوں الـذی یتدانـی صدور قدمیه ویتباعد عقباه وینفحج ساقاه ای ینفرج (مرقاۃ ص ۴۱۳ ج ۹)۔

جـعـد من الشعر جمع جِعاد گھنگھریالا بال۔ جَـعُـدَ یَجْعُدُ جَعَادَۃً گھنگھریالا ہونا، باب کرم سے آتا ہے۔ مـطـمـوس الـعـین وہ شخص جسکی آنکھ سپاٹ وبرابر یعنی غائب ہو مـطـمـوس اسم مفعول کا صیغہ ہے طـمـس یـطـمـس طمساً وطموساً باب نصر وضرب البصر نگاہ کا بے نور ہو جانا۔ ناتیة اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے نتـا یـنـتـو نُتُوءً ا باب نصر سے آتا ہے اسکے معنیٰ بلند ہونا اونچا ہونا العضو۔ سوجنا۔ ای مرتفعة، فاعله من النتوء (مرقاۃ ص ۴۱۴ ج ۹)۔

جَـحْـرَاء۔ جیم کی تقدیم کے ساتھ فعلاء کے وزن پر غائرۃ کے معنیٰ میں یعنی دبی ہوئی آنکھ جـحـر یجحر جحراً باب فتح سے اسکے معنی ہیں العین آنکھوں کا اندر کو دھنس جانا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۰

(۱۵۸) سوال:۔ عَـنِ النَّبِیّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْـلُ الْـجَنَّةِ الْجَنَّةَ یَقُوْلُ اللهُ تَعَالیٰ تُرِیْدُوْنَ شَیْئاً اَزِیْدُ کُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَلَـمْ تُبَیِّـضْ وُجُـوْهَـنَـا؟ اَلَـمْ تُـدْخِـلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَیُرْفَعُ الْحِجَابُ فَیَنْظُرُوْنَ اِلیٰ وَجْهِ اللهِ فَمَا اُعْطُوْا شَیْئاً اَحَبَّ اَلَیْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلیٰ رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنیٰ وَزِیَادَةٌ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلے میں اہلسنت والجماعت اور معتزلہ کا جو اختلاف ہے اسکو مدلل تحریر کیجئے (ج) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر میں یہ آیت کیوں تلاوت فرمائی؟

جواب: **ترجمہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا (کہ جو کچھ تمہیں عطا کیا گیا

Scanned by CamScanner

ہے)اس سے زیادہ کچھ اور تم مجھ سے چاہتے ہو۔ تو جنتی عرض کریں گے (کہ اے رب) کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؛؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں عطا فرمائی (یعنی اتنی بڑی بڑی نعمتوں سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تب پردہ اٹھادیا جائیگا اور جنتی جناب باری تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے (اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ) اہل جنت کو کوئی ایسی نعمت نہیں عطا کی گئی جو انکے نزدیک دیدار باری تعالی سے زیادہ بہتر ہو پھر آپ علیہ السلام نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی للذین احسنو الخ یعنی کہ جن لوگوں نے اچھے کام کئے ہیں انکی جزاء بھی اچھی ہے (یعنی جنت) اور مزید برآں یعنی خصوصی طور پر دیدار الٰہی سے مشرف ہونا۔

(ب) رؤیت باری تعالیٰ کے بارےمیں اختلاف مع دلیل

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک رؤیت باری تعالیٰ عقلاً ممکن غیر محال ہے اور نقلاً یقینی ہے۔ اور تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار آخرت میں تمام اہل ایمان کو نصیب ہوگا (انشاء اللہ)

اور دنیا کے اندر رؤیت باری کے سلسلے میں ارباب تحقیق کا قول مختار یہ ہے کہ دیدار الٰہی دنیا میں ممکن ہے لیکن بالاتفاق غیر واقع ہے البتہ معراج کی شب میں آپ کا دیدار الٰہی کرنا اس اجماع واتفاق سے مستثنیٰ ہے۔

دلیل :۔ رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع وقیاس چاروں طریقے پر ثابت ہے۔

کتاب اللہ :۔ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرہ (القرآن)

سنت رسول اللہ:۔ انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر (الحدیث)

اجماع :۔ علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ باری تعالیٰ کی رؤیت

آخرت میں یقیناً واقع ہوگی (شرح عقائد ص ۷۳)۔

قیاس :۔ اگر رؤیت باری کا امکان نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر دیدار الٰہی کی درخواست نہ کرتے یعنی رب ارنی انظر الیک نہ فرماتے (القرآن) ورنہ تو ایک محال وعبث وبیکار چیز کا مطالبہ لازم آتا جبکہ انبیاء کرام اس سے محفوظ اور مبرّا ومنزہ ہیں (شرح عقائد ص ۷۲)۔

معتزلہ وخوارج اور بعض مرجیۂ کا عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا اسکا دیدار عقلاً ناممکن اور محال ہے ان اللہ تعالیٰ لا یراہ احد من خلقہ وان رؤیتہ مستحیلۃ عقلاً (مرقاۃ ص ۶۲۰ ج/۹)۔

دلیل :۔ انکی دلیل وہ بعض نصوص ہیں جن سے بظاہر عدم رؤیت باری ثابت ہوتی ہے اور یہ لوگ آیات صریحہ میں باطل تاویلات کرتے ہیں۔

مثلاً:۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (القرآن) (شرح عقائد ص ۷۳ مرقاۃ ص ۶۱۹ ج/ ۹ وغیر ذالک)۔

(ج) آپؐ نے اخیر میں آیت کیوں تلاوت فرمائی؟

آپ علیہ السلام کے اخیر میں آیت کریمہ تلاوت کرنے کا مقصد رؤیت باری کے وقوع کو قرآن پاک سے ثابت کرنا ہے جیسا کہ بالاتفاق تمام مفسرین کے نزدیک وزیادۃ سے رؤیت باری ہی مراد ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۰

(۱۵۹) سوال :۔ عَنْ عائِشَةَ قَالَتْ مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللهِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْھماً وَلَا شَأةً وَلَا بَعِيْرًا وَلَا اَوْصیٰ بِشَیٍٔ۔

(الف۔) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) آپؐ کے ترکے میں وراثت کیوں نہیں جاری ہوئی جبکہ بوقت وفات بنونضیر وفدک وغیرہ کے مال آپؐ کی ملکیت میں تھے (ج) لا اوصی بشئی میں کسی خاص چیز کی وصیت کی نفی مقصود ہے یا نفی

Scanned by CamScanner

عام ہے؟

جواب:۔(الف)ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور ترکہ کے) نہ دینار و درہم چھوڑا اور نہ ہی اونٹ و بکری، اور نہ ہی (مال وغیرہ سے متعلق) آپؐ نے کوئی وصیت فرمائی۔

آپ کے ترکہ میں وراثت کیوں نہیں جاری ہوئی جبکہ فدک، بنو نضیر کے اموال آپکی ملکیت میں تھے؟

آپ علیہ السلام نے جو چیزیں دنیا کے اندر اموال کے قبیل سے چھوڑیں وہ سب کی سب صدقہ ہوگئیں علاوہ ازیں نبی کے اموال میں وراثت بھی جاری نہیں ہوتی۔ اور رہا مسئلہ بنو نضیر اور فدک کے اموال کا تو ان تمام کو آپؐ نے اپنی حیات طیبہ ہی میں اللہ کی راہ میں صدقہ فرما دیا تھا مسلم شریف (مرقاۃ ص ۳۲۶ ج/۱۰)۔

(ج) لا اوصی بشیٍٔ کی نفی خاص ہے یا عام؟

ولا اوصیٰ بشیٍٔ کی نفی خاص ہے یعنی کہ ثلث مال وغیرہ کی آپؐ نے بالکل وصیت نہیں فرمائی البتہ دین اور کتاب اللہ پر عمل کرنے اور یہود کو جزیرۂ عرب سے نکالنے اور لشکر اسامہؓ کی روانگی وغیرہ کے متعلق آپؐ نے وصیت فرمائی تھی پس لا اوصی بشیٔ میں ان چیزوں کی نفی مقصود نہیں ہے۔ مرقاۃ ص ۳۲۶ ج/۱۰) (حاشیہ المشکوۃ ن۳ ص ۵۵۰)

مشکوۃ شریف ص ۵۵۶

(۱۶۰) **سوال**:۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلّم لَقَدْ کَانَ فِیْما قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِی اُمَّتِیْ اَحدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرؓ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے اور مطلب لکھئے (ب) محدّث کا معنی بیان کیجئے نیز بتلائیے کہ اس ارشاد کا مقصد حضرت عمر کے محدّث ہونیکی نفی کرنا ہے یا اثبات (ج) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دیگر فضائل اور مختصر احوال تحریر کیجئے۔

جواب:۔(الف)ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں (کچھ لوگ) محدّث (جنکے پاس منجانب اللہ اچھی باتوں کا القاء والہام ہوتا ہے) ہوتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی (محدّث) ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

حدیث شریف کا مطلب:۔ اس حدیث شریف کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح سابقہ امتوں میں محدّث (یعنی ملہم من اللہ) ہوا کرتے تھے اسی طرح سے میری امت میں بھی موجود ہیں انمیں سب سے اعلیٰ مقام پر عمرؓ ہیں مرقاۃ ص ۳۸۶/ ۳۸۷ ج/۱۰)۔

(ب) محدّث کا معنی:۔ محدّث دال مشددہ کے فتحے کے ساتھ ہے علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدث سے وہ شخص مراد ہے جو صادق الظن ہو اور وہ ایسا شخص ہے جسکے قلب وروح کے اندر اوپر سے منجانب اللہ کسی چیز کا القاء کیا جاتا ہو۔ المحدث فی کلامهم هو الرّجل الصّادق الظن وهو فی الحقیقة من القی فی روعه شئ من قبل الملاء الأعلی (مرقاۃ ص ۳۸۶ ج/۱۰)۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ المراد بالمحدث الملهم المبالغ فیه الذی انتهی الی درجة الأبنیاء فی الالهام۔ (مرقاة بحواله مذکوره بالا)۔

اس ارشاد کا مقصد حضرت عمرؓ کے محدث ہونیکی نفی ہے یا اثبات

اس ارشاد کا مقصد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے محدّث ہونیکی نفی کرنا یا اس کے بارےمیں کسی تردد کا اظہار کرنا نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر

Scanned by CamScanner

میرا کوئی دوست ہوتا تو فلاں مثلاً زید ہوتا اس کا مقصد یہ ہوتا کہ فلاں ہی میرا سب سے قریبی وجگری دوست ہے لم یرد هذ القول مورد التردد فان امّته افضل الامم ولا يخفى على ذى الفهم محله من المبالغة كما يقول الرجل ان يكن لى صديق فانه فلان يريد بذالك اختصاصه فى صداقته لانفى الا صدقاء (مرقاۃ ص۳۸۶ ج ۱۰)

حضرعمر رضی اللہ عنہ کے مختصر احوال اور انکے فضائل ومناقب

''نام مبارک آپکا عمر ہے اور لقب فاروق کنیت ابو حفص آپکا نسب نویں پشت میں رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملتا ہے۔

ولادت باسعادت ۔آپکی ولادت سراپا بشارت واقعۂ فیل کے تیرہ سال بعد ہوئی اور آپکی عمر تریسٹھ برس کی ہوئی۔

آپکا اسلام لانا :۔نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام لائے ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔

آپکا حلیۂ مبارک :۔رنگ آپکا سفید مائل بہ سرخی تھا۔مگر قحط سالی میں ناموافق غذا کے استعمال سے رنگ میں سیاہی آگئی تھی،رخساروں پر گوشت کم تھا قد مبارک دراز تھا۔

آپکی شجاعت وبہادری :۔بڑے بہادر اور بڑے طاقتور تھے اسلام سے پہلے جیسی شدّت کفر میں تھی اسلام کے بعد ویسی شدّت اسلام میں ہوئی۔ انکے مسلمان ہو جانے سے دین (اسلام) کو بہت زیادہ قوّت حاصل ہوئی۔

شہادت :۔فجر کی نماز میں ابولؤلؤ مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی روضۂ نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق کے پہلو میں مدفن پایا۔(ماخوذ از سیرت خلفاء راشدین قدیم ص۵۱)

فضائل ومناقب :۔آیت اظہار دین ليظهره على الدين كله کا مقصود آپکے زمانہ خلافت میں مکمل ہوا اسی طرح سے آیت دعوت اعراب جو سورۂ فتح

میں مذکور ہے اسکی پیشین گوئی آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں پوری ہوئی چنانچہ آپ نے بدؤں کو ایران کی سلطنت سے لڑنے کیلئے بلایا اور اہل اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔اور آپ کی تائید میں احکام سے متعلق چند آیات بھی نازل ہوئیں مثلاً (۱) حجاب کا حکم (۲) مقام ابراہیم کو مصلّی بنانے کا حکم (۳) اسیران بدر کو قتل کرنے کا حکم (۴) شراب کی حرمت کا حکم (۵) منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے ممانعت کا حکم (۶) اور نماز کی اطلاع کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے اس سلسلے میں اذان کی مشروعیت آپ ہی کے مشورے سے ہوئی المختصر اس قسم کے بہت سے شرعی احکام ہیں جو آپکی رائے اور خواہش کے مطابق نازل ہوئے (سیرت خلفائے راشدین قدیم نسخہ ص۱۱۲/۱۱۳)

مشکوٰۃ شریف ص۵۶۴

(۱۶۱) سوال:۔عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رسولُ الله صلّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِنِّىْ وَاَنَامِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّىْ عَنِّىْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) اس حدیث سے شیعہ حضرات حضرت علیؓ کے خلیفۂ بلا فصل ہونے پر استدلال کرتے ہیں آپ اس کی ایسی توجیہ کریں جس سے حدیث شریف کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے۔

جواب:۔(الف) **ترجمہ**:حضرت حبشیؓ بن جنادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں اور میری طرف سے کسی بھی حکم وعہد کو میرے یا علیؓ کے علاوہ کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح وتوجیہ:۔على منى وانا من على الخ :۔اسکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نسب اور رشتۂ مصاہرت اور مسابقت ومحبت میں۔ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہیں اور اسکے علاوہ بھی کچھ اور خصوصیات فقط ہمارے اور علیؓ کے بیچ ہیں البتہ قرابت محض کے اندر تو دوسرے حضرات بھی شریک ہیں مثلاً حضرت جعفر،حضرت عقیل وغیرہم رضی اللہ عنھم پس اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ

Scanned by CamScanner

میرے بعد خلافت وسیادت کے حقدار علیؓ ہی ہیں (حاشیہ ۲ مشکوۃ شریف ص ۵۶۴) مرقاۃ ص ۴۶۱ ج ۱۰)۔

ولا یؤدی عنی اِلا انا او علی:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ جب کسی قوم سے نقض عہد یا عہد کی پختگی اور صلح وغیرہ کا مسئلہ ہوتا تو اسکو خود ہی انجام دیتے یا پھر کسی ایسے شخص کو اپنا نائب ووکیل بناتے جوان سے زیادہ قریبی رشتہ والا ہوتا۔ اوران کے علاوہ کی باتوں کو قبول بھی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپ علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کی امارت میں لوگوں کو حج کرنے کیلئے روانہ فرمایا تھا اسی سال جب سورۂ برآت نازل ہوگئی تو آپؐ نے ابوبکرؓ کی روانگی کے بعد وحی الٰہی ۔انما المشر کون نجس فلایقربوا المسجدالحرام بعدعامهم هذا الخ کو سنانے اور سابقہ عہد کے واپسی کا اعلان کرنے کے واسطے حضرت علیؓ کو ہی روانہ فرمایا تھا پھر جب حضرت علیؓ پہونچے تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ نبی علیہ السلام کی جانب سے امیر بنا کر بھیجے گئے ہیں یا مامور ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بل مامور یعنی کہ مجھے بھی مامور ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کے اس قول بل مامور میں یہی اشارہ ملتا ہے۔ کہ انکی خلافت وسیادت ابوبکر صدیقؓ سے مؤخر ہے لہٰذ شیعوں کا اس طرح کی حدیثوں سے اس بات پر استدلال کرنا کہ علی بلافصل خلیفۂ اول ہیں لغو اور خواہ مخواہ کی بے بنیادی باتیں ہیں۔

مشکوۃ شریف ص ۵۸۴

(۱۶۲) سوال:۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ تَعَالٰى۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے (ب) کنتم خیر امة کا مصداق کون لوگ ہیں کیا یہ حکم تمام مؤمنین کیلئے ہے یا خاص مؤمنین کیلئے (ج) سبعین امة سے

کیا مراد ہے تحریر کیجئے۔ نیز اس حدیث کو سب سے اخیر میں ذکر کرنیکا مقصد تحریر کیجئے۔

جواب:۔ (الف) **ترجمہ** حضرت بہز ابن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے قول کنتم خیر امه الخ (کہ تم بہترین امت ہو اور لوگوں کی بھلائی کیلئے نکالی گئی ہو) کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ستر امتوں (بہت زیادہ) کو مکمل کرنے والے ہو اور ان میں سے سب سے بہترین، اور عند اللہ سب سے زیادہ باعزت تم ہی لوگ ہو۔

(ب) خیر امت کا مصداق:۔ (۱) بعض حضرات نے کہا ہے کہ خیر امت کا مصداق اس امت کے وہ تمام مومنین ہیں جن کا مومن ہونا اللہ کے علم میں یا لوح محفوظ میں موجود ہے یہی قول زیادہ ظاہر ومناسب ہے (المراد جميع المؤمنين من هذه الأمة على الأظهر (مرقاۃ ص ۲۶۴ ج ۱۰)

(۲) بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے فقط مہاجرین یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری مقدس جماعت مراد ہے۔

(۳) مولانا زین الدین السکمی الحکی کی تفسیر اسی طرح تفسیر کورانی میں منقول ہے کہ کنتم خیر امة مبہم اور غیر واضح ہے یعنی کہ اسکا صحیح مصداق صریحی طور پر معلوم نہیں۔

(۴) کچھ حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خیر امت ہونا صلحاء وشہدا کرام کے ساتھ خاص ہے (والله اعلم بالصواب) (مرقاۃ ص ۲۶۴ ج ۱۰)۔

(ج) سبعین سے کیا مراد ہے؟۔ علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث پاک کے اندر سبعین سے تکثیر مراد ہے اور کسی خاص عدد کی تحدید مقصود نہیں ہے۔ فالمراد بسبعين التكثير لا التحديد (مرقاۃ ص ۲۶۵ ج ۱۰)

اس حدیث کو کتاب کے آخر میں ذکر کرنیکا مقصد

اس حدیث شریف کو حسن خاتمہ کے طور پر سب سے اخیر میں ذکر فرمایا ہے۔

Scanned by CamScanner

اسکا مقصد یہ ہے کہ جسطرح یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام اور خود اس کے نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام نبیوں اور امتوں کے خاتم ہیں۔ اسی طرح اس کتاب کا بھی خاتم اس نبی کا یہ بابرکت ومقدس کلام ہو جس میں اس امت کا خاتم الامم ہونا بیان کیا گیا ہے وفیہ ایماء الیٰ ان ختامہ مسک فی الأختتام۔

الحمد الله الذی بنعمتہٖ تتم الصّالحات وبشکرہ تزید البرکات والخیرات فد فرغت من تسوید ھٰذالکتاب انا العبد الأفقر الی کرم ربہ الغنی الأکبر ابو محمود اظھر القاسمیؔ بن الحافظ والمولوی محمد اصغر حفظہ الله سبحانہ عاملنا الله بلطفہ الخفی وکرمہ الوفی وعفا عمازل القدم وخل القلم ویوفّقنا بعون الله وفضلہ لخدمۃ الحدیث الشریف والعمل بہ وذالک خامس جمادی الثانی، عام اثنین وعشرین، واربعۃ عشر مأۃ بعد الھجرہ، یوم السبت، وقت اثنتی عشر ساعۃ، وعشرین دقیقۃ من اللیل۔

والســـــلام

اخـــوکـــم

ابو محمود اظھر القاسمی

ابن الحافظ والمولوی محمد اصغر عفا الله عنھما

المتوطن بکر نفور، فندار فی مدیریریۃ بستی الھند